

# بُعْتِ مُحَمَّدِي

اِذْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ وَ

هُمُ الرَّسُوْلُ لَوْ جَدُوْا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝۴

جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے  
اور رسول انہی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توفیق بول کر نیا لا مہربان پائیں





بَلِّغِ الْعُلَمَاءَ بِكَمَالِهِ

كَشَفَاتِ الدُّنْيَا بِجَمَالِهِ

حَسْبَتْ سُنَّتُهُ صَالِحِهِ

صَلُّوا عَلَى رَسُولِهِ

# فہرست مضامین

محمد مبین  
اہتمام :-

ترتیب و تزیین :- افضال احمد صدیقی  
نسیم الدین

ناشر :- بنرم غلامان رسول - کراچی

مطبوعہ :- مشہور آفسٹ پریس

کراچی

لاکھوں سلام - ۳

جناب مولانا احمد رضا خاں بریلوی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم (اداریہ) ۵

پیغامات ۷ تا ۱۰

دعائے خلیل (نسیم الدین) ۱۱

خلقت محمدی (جناب مولانا محمد شفیع اوکاڑوی) ۱۲

قبل از بعثت (جناب مولانا محمد شفیع اوکاڑوی) ۱۵

بعثت محمدی (جناب مولانا محمد شفیع اوکاڑوی)

ضرورت نبوت (علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی)

ختم نبوت (جناب مفتی محمد شفیع)

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (علامہ سید احمد سعید شاہ)

مطالعہ سیرت (جناب نعیم صدیقی)

آل رسول (جناب مولانا سید سیمان ندوی)

صلح حدیبیہ، فتح مبین (جناب عبدالکریم عابد)

رسول کائنات (مولانا شبیر احمد انظری)

حضور اکرم غیروں کی نظر میں (جناب مولانا جمیل احمد نعیمی)

سیرت نبوی کے تمدنی اثرات (جناب سید رشید احمد ارشد)

۶۹ پیغمبر عظیم کا مشن (حضرت علاء اقبال)

۷۱ جشن عید میلاد النبی (جناب مولانا حسن منشی ندوی)

۸۳ فضیلت محمدی (محمد مبین)

۸۶ حجتہ الوداع (علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

۱۰۱ حضور اکرم (جناب شاہ بلخ الدین)

۱۰۵ سرعش مندر نشین (جناب محمد شفیع اوکاڑوی)

۱۰۶ عقیدت کے پھول (جناب مآ القادری)

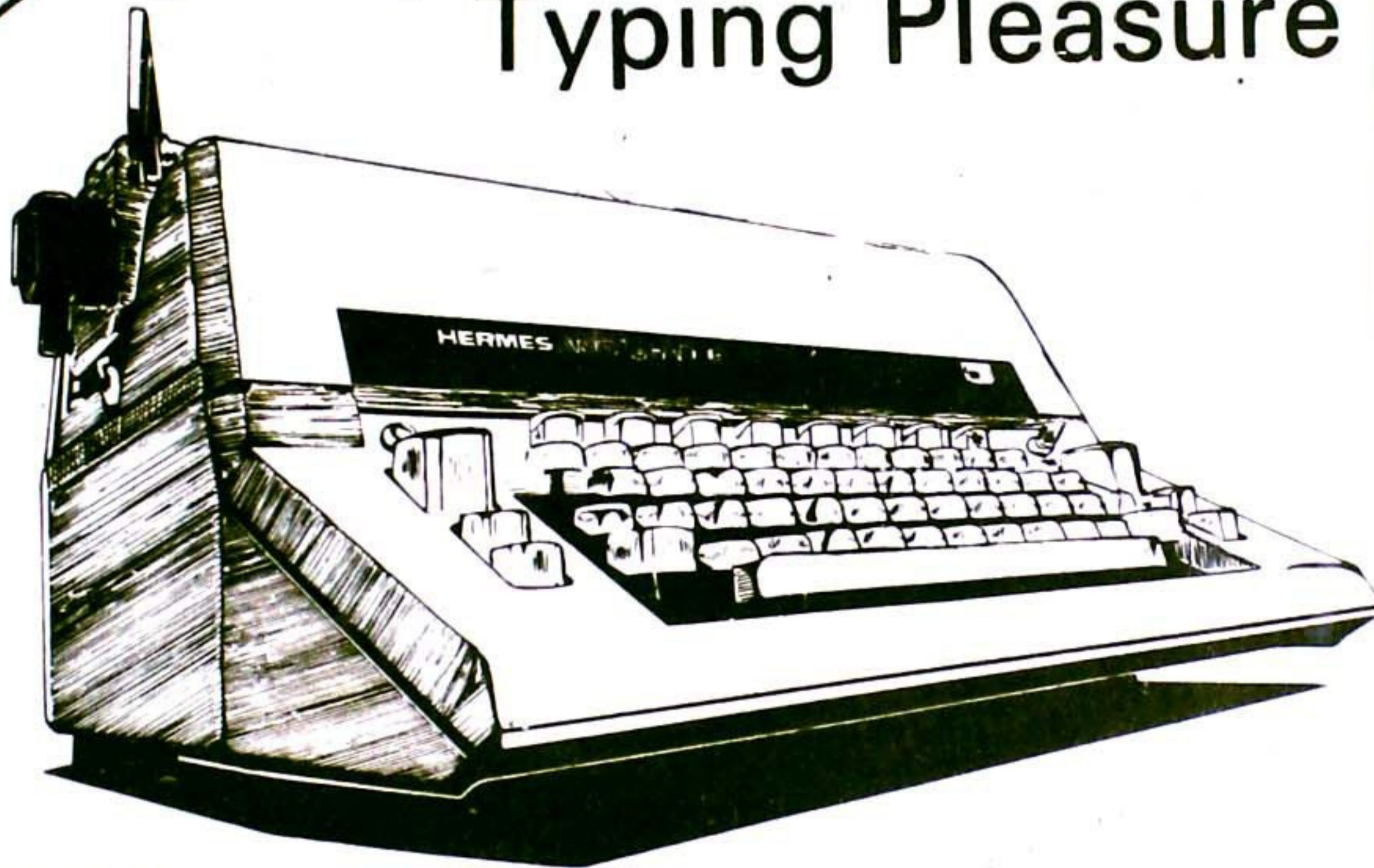
۱۰۷ دل مدینہ میں (بہزاد لکھنوی)

۱۰۸ اک نگاہ التفات (انجم نعمانی)



58704

A Fascinating  
Approach to  
Typing Pleasure



SWISS ORIGIN

# HERMES

— need no introduction

**HERMES**  
**AMBASSADOR**

(Manual and Electric models)

Now available from ready stock

Carriage Sizes : 15''-18''-25''  
with Variety of Modern Typefaces

Ask for a free demonstration without obligations

● SATISFACTORY SERVICE FACILITIES AVAILABLE ●

## Universal Business Equipment

3, Badri Building, I. I. Chundrigar Road, Karachi-2

Telephone : 239845-238615-229282

76-Kashmir Road, Saddar, Rawalpindi. Ph. 22146

ADKO

# لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام  
 فتح بابِ نبوت پہ بے حد درود  
 جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا  
 جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا  
 اس کی پیاری فصاحت پہ بیحد درود  
 اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود  
 وہ دعا جس کا جو بن بہار قبول  
 جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں  
 جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں  
 کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا  
 پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے درود  
 شمعِ بنیم ہدایت پہ لاکھوں سلام  
 ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام  
 اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام  
 اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام  
 اس کی لکڑی بلاغت پہ لاکھوں سلام  
 اسکے خطبہ کی ہیئت پہ لاکھوں سلام  
 اس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام  
 اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام  
 ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام  
 اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام  
 یادگاری امت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

# انتساب

اراکین بزم غلامانِ رسول  
مجلہ کی اشاعت کے  
سلسلے میں اپنی تمام کاوشوں  
کو اپنے محترم بزرگ  
حاجی منیرالدین خان  
کے نام نامی سے منسوب کرتے  
کیونکہ یہ سب کچھ انہی کی  
نظرِ کرم کا نتیجہ ہے  
شاہل چہ عجب گروہ از نگدارا

نسیم الدین

سکرٹری بزم غلامانِ رسول

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زندگی کے تمام تقاضوں کو بطریق احسن پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو ہمیں سچائی، راست بازی اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے اس راہ پر گامزن ہو کر ہم روحانی اور مادی قوتوں سے بیہرہ نہ ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حضور پر نور سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت پیش کرنے کا اس سے بہتر طریقہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنی زندگی کو حضور کے پیش کردہ سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں اور مغرب کی کورانہ تقلید اور مشنری اداروں کی مسموم فضا سے اپنے گرد و پیش کو پاکیزہ رکھیں۔

پاکستان جو عطیہ خداوندی ہے۔ اور جس کا قیام پرچم محمدی کو بلند رکھنے کے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔ آج کی مادیت کی آغوش میں بہا ہوا نظر آتا ہے۔ کہیں زبان کا مسک بے۔ تو کہیں علاقائی تعصب کا غوغا ہے۔ کسی جگہ افر با نوازی ہے۔ تو کوئی خویش پروری میں مت ہے؛ کیا یہی پیغام محمدی کی تعبیر نکلتی ہے؛

اگر چہرت میں جماعت کی استینوں میں

مجھے ہے حکم اخاں لا الہ الا اللہ

پاکستان کے ۳۳ سال میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ ہر نوجوان کے ذہن پر سوالیہ نشان بن کر ٹنگ رہا ہے۔ ہم نے تقلید مغرب میں اپنا دہ اتنا بھگ گھا دیا جو ہمیں ہوش سے بلند جوش میں بہا کر دنیا کے سب سے بڑے اسلامی مملکت کی تخلیق کی جانب لایا تھا۔ جہاں اخلاق محمدی، قانون محمدی، نظام محمدی اور ثقافت محمدی کا بول بالا ہونا تھا۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب جہاں اپنے آقا سے محبت کا اظہار ایک رسم بن کر رہ گیا ہے

رہ گئی رسم اذالی روح بلالی نہ رہی

تمام تعریفیں اس خدا نے بزرگ و بزرگ کے لئے ہیں جس نے اپنے سے ہمیں مسلمان بنایا۔ اور پاکستان جیسا عظیم ملک عطا کیا۔ خدا کی رحمت ہو اس کے پیارے نبی ص اور ہمارے آقا و مولا پر فیض نے ہمیں خیر الامم کے منصب پر فائز کیا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو تمام مشکلات و مصائب اور گونا گویا کے باوجود اپنے ساتھیوں کو خدا کے دین اور اس کے ا کے پیغام کی طرف بلا تے ہیں۔ اور ایسے مواقع فراہم کرنے کی سسرگرداں رہتے ہیں کہ ہمارے دنیاوی فرائض و دینی رجحانات کے میں مانع ثابت نہ ہوں۔

چنانچہ قیام پاکستان سے لیکر اب تک سیرت النبی کے اجلاس منعقد ہوتے رہے اور رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ فیض عام بنا رہا۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے ایک سیرت کمیٹی بزم غلامان کے نام سے تشکیل پائی جس کا کام اتباعِ اموہ رسول پاک علیہ السلام پر بیدار کرنا ہے۔

لہذا سیرت کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجلاس کے انعقاد کے ساتھ ہی ساتھ ایک مجلہ بھی پیش کیا جائے عام نوجوان کے ذہن میں ابھرتے ہوئے دوسو سو اور سوالات کے ت کا آئینہ دار ہو۔

اس ضمن میں حقی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس شمارہ ایسے مقالات اور اقتباسات شامل کئے جائیں جو تحریر کی نوعیت کے ہمارے جمود کو ختم کریں۔ اور ہم میں عمل کے جذبہ کو ابھاریں تاکہ ہم حسنہ کو ہر لمحہ پیش نظر رکھ کر اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر عہد اور ہر دور میں

جہاں لادین نظریات اور غیر اسلامی تحریکات کا نہ صرف تحفظ  
کیا جا رہا ہے بلکہ ان کے فروغ میں بڑی دریدہ دہنی کے ساتھ حصہ  
لیا جا رہا ہے۔

جہاں اشتراکیت، نصرانیت اور صیہونیت کا عفریت  
پھینکا رہا ہے۔  
جہاں ہر نیکی کا مذاق اڑانا فیشن سے بڑھ کر مقصد بنتا  
جا رہا ہے۔

جہاں ہر عیب ایک ہنر ہے اور ہر برائی ایک فیشن بن گیا  
ہے جہاں تقلید کا نام ترقی اور گمراہی کو روشن خیالی سے تعبیر کیا  
جانے لگا ہے۔

جہاں دین سے تمسخر کے لئے ارکان دین کو ہت بٹایا  
جا رہا ہے۔ جہاں کتاب الہی کو چھڑا کر لال پٹی اور نیلی کتابوں میں  
الجایا جا رہا ہے۔

جہاں کفر و ضلالت کی ہر بوتل پر اسلامی لیبل چسپاں

کیا جا رہا ہے۔

ان حالات میں یہی جہاد اکبر ہے کہ برائی کو پھیلنے سے روکنے  
اور بھلائی کی دعوت کو عام کرنے کے لئے جدوجہد کی جائے  
حضور پر نورؐ کا اسوہ مبارک اور آپ کی سیرت طیبہ کا تحقیق  
سبق آج بھی اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ ہم اپنے آقا کو صرف ہدیہ  
عقیدت پیش کرنے پر اکتفا نہ کریں۔ بلکہ آپ کی لائی ہوئی دعوت  
پھیلانے کے لئے آگے بڑھیں۔

ہمارے اقدام اس مشن کی پہلی کڑی ہے۔ ہمیں امت سرفہ  
کو وقت اور وسائل کی کمی کی وجہ سے ہم اس شمارہ (مجلد) کو حضورؐ  
پر نور کی سیرت مفردہ کے تمام پہلوؤں سے مزین نہ کر سکے۔ تاہم  
ہمارے یہ کاوش احیاء دین کے بلند مقصد کی نشاندہی کرتی ہے  
رب کریم ہمارے اس عاجزانہ اور مخلصانہ نذرانہ کو قبول فرمائے۔ اور  
ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

محمد مبین

وارثین سیرت کمیٹی

بزم غلامان رسول

\*\*\*\*\*



جمعیت علماء پاکستان اور ورلڈ اسلامک کے سربراہ

## مولانا شاہ احمد نورانی

کا

پیغام بسلسلہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

” حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محسنِ انسانیت ہیں آپ نے انسان کو  
بنیادی حقوق کا شعور دیا۔ آپ نے خواتین کو اس کا صحیح مقام بخشا، اپنے غلامی  
کی زنجیریں توڑ دیں، آپ نے بوریہ نشینوں کو حاکم بنا دیا، یہ آپ کا  
اعجاز تھا کہ اپنے یتیموں اور لاوارثوں کی اتنی سرپرستی کی وہ آپ کو  
اپنا سہارا سمجھنے لگے غرضیکہ آپ نے دکھ انسانیت کو غنوں سے نجات دلائی۔  
آج بھی راہِ حق کے متلاشی اور امن کے پیاسے صرف آپ کی تعلیمات پر عمل  
کر کے اوجِ ثریا پر قیام ہو سکتے ہیں۔“

بزمِ غلامانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عید میلاد کے موقع پر مجلہ شائع کر کے  
بارگاہِ رسالت میں جو خراجِ عقیدت پیش کریں گے وہ قابلِ صد مبارکباد ہے۔

شاہ احمد نورانی  
۶ ربیع الاول شریف ۱۴۲۸ھ

# پیغام

مجھے یہ جان کر تسلی مسرت ہوئی ہے کہ بزم  
غلابان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہادی اعظم، محسن انسانیت حضور پر نور  
شافع یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وبارک وسلم کی ولادت باسعادت کی تقریب کے موقع  
پر ایک مجلہ شائع کر رہی ہے اس سلسلے میں مبارکباد قبول فرمائیے۔

بلاشبہ حضور کی ذات گرامی ساری کائنات کے لئے رحمت اور آپ کی بعثت مبارکہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے اور آپ  
کا اسوہ حسنہ جس طرح چودہ سو سال سے ہر دور میں بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے ایک شعل راہ رہا ہے اسی طرح آج بھی ہے  
اور ہم اسی اسوہ حسنہ پر عمل کر کے ہی دنیا و دین کی برکتیں اور سعادتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ انسانی معاشرے کے تمام پریشانیوں  
اور الجھے ہوئے مسائل کا مستقل حل آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے علاوہ کچھ نہیں۔ امید ہے کہ آپ کا  
یہ مجلہ انشاء اللہ عزیز مسلمانوں کے قلب و ذہن میں اس حقیقت کو جاگرنے اور اصلاح عقیدہ  
عمل میں بہت مدد و معاون ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس عقیدت و محبت کو قبول فرمائے  
اور دارین میں اجر عظیم عطا فرمائے اور سب مسلمانوں کو آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل  
کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد شفیع الخطیب الاوٹو کارٹونی غفرلہ

کراچی

۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْدَهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

سیرتِ طیبہ کے مطالعہ کے بغیر اسلام کا صحیح فہم

ناممکن ہے۔ قرآنِ کریم کی بہترین تفسیر حضور رسالت پناہ کی

حیات مبارکہ ہے۔ اگر اسلام کو صرف قرآن کے ذریعہ سے کما حقہ سمجھا جاسکتا

تو اللہ تعالیٰ صرف کتابِ ناتمام فرمادیتا اور نبیؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کو مبعوث فرما کر اسلام کی تبلیغ و توسیع کے لیے ایک نہایت مشکل جدوجہد پر مامور نہ

فرماتا۔ یہی سبب ہے کہ کلمہ طیبہ کے، جو ایمان کا جامع ترین مختصر بیان ہے۔ وہ اہم اجزاء

ترکیبی ہیں۔ ایک اقرارِ توحید جو مقدم ہے اور دوسرا اس کے بعد ہی حضور کی

رسالت کی تصدیق۔

سیرت کے سلسلہ میں جتنے بھی اچھے مضامین شائع ہوں۔ وہ اسلام کے فہم کی توسیع

میں مددگار ہوں گے۔

(اس لیے میں جناب محمد مبین صاحب کی اس کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ

وہ، بیع الاول کے موقع پر ایک خصوصی رسالہ شائع کر رہے ہیں جس کا موضوع،

سرکارِ دُعا عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہوگی۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد مبین صاحب کی اس کوشش کو

شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور تمام مضمون نگاروں کی رہنمائی فرمائے

تاکہ یہ رسالہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو۔



اشتیاق حسین قریشی

سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

## مجھے سیر

معلوم ہو کر خوشی ہوئی

کہ محمد مبین صاحب عید

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

سطح میں ایک گرانہ درجہ شائع کر رہے ہیں

اس محسن انسانیت پر جتنا بھی کام ہو کم ہے۔ سرکارِ دُعا عالم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ صرف کوئی شخصی سیرت نہیں بلکہ آپ کی سیرت

مبارکہ سارے نبی نوح انسان کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ ہمارے سامنے

دُنیا کی بڑی بڑی شخصیتیں ہیں جو ہمارے لیے مشعلِ راہ کا کام تو دے سکتی ہیں

لیکن ان میں سے کوئی بھی ہمارے لیے مکمل نمونہ حیات نہیں۔ یہ تو

حضور سرورِ کائنات کی ہی ذاتِ گرامی ہے جو زندگی کے ہر

شعبہ میں ہر شد و ہدایت کا کام دیتی ہے۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیم نبویؐ زیادہ سے

زیادہ عام کی جائے تاکہ ہر مسلمان

تطہیرِ فکر کے ساتھ اپنے اعمال

کو بہ آسانی اس کا تابع

بناسکے

(جسٹس نعیم الدین)

جج سندھ ہائی کورٹ۔

# دعا کے خلیں

مسیح مجسم بن کر ظاہر ہوئی جس کے عالم وجود میں آتے ہی کفر و  
ضلالت کی ظلمتیں کا فور ہو گئیں اور کائنات کا کونا کونا بقدر نور بن  
گیا۔ دنیا پر مستقل ترقی کے دروازے کھل گئے۔ کائنات کی  
خوابیدہ قوتیں بیدار ہو کر مصروف عمل ہو گئیں وہ لوگ جو بجائے  
انسانوں کے خونِ نوار درندے بن چکے تھے۔ کمال انسانیت کے مرتبے  
پر فائز ہو کر اخلاق و اعمال کے پیکر بن گئے۔

بٹھکے ہوؤں پہ کی نظر رشک خضر بنا دیا  
ریزنوں کو دی ندابن گئے شمع رہبری  
تیرے کرم نے ڈال دی طرح خلوص بندگی  
تیرے غضب نے بند کی رسم ورہ سنگری  
تیری پیبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے  
دشت نورددوں کو دیا تو نے سکوہ قیصری

فرزندانِ توحید اس دن کو یاد کر کے مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے  
ہیں۔ سرورِ دو عالم نور مجسم رحمتہ للعالمین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حضور ہدیہ عقیدت و تحفہ صلوات  
وسلام پیش کر کے سعادت و آرزو حاصل کرتے ہیں۔ شمع رسالت  
کے پرولنے سردارِ دو جہاں، باعث کون و مکان، محسن کائنات کی صورت  
و سیرت، فضائل و کمالات خصالِ حق محمد کے بیان اور حمد و نعمت کے پر  
کیف لغموں سے اپنے قلوب کو منور کرتے ہیں اور محسن کائنات کے احسانات  
اور خالق کائنات کے انعامات کا شکر یہ بجالاتے ہیں۔

نسیم الدین

سیکرٹری بزم غلامان رسول

دنیا کے تمام مذاہب میں مختلف تقریبیں منانے کا طریقہ ہند  
قدیم سے چلا آتا ہے۔ ہر قوم و ملت کے افراد اپنی تقاریب کو نہایت  
خوشی اور مسرت سے مناتے ہیں۔ تقاریب کو اجتماع اور قومی  
حیثیت سے خاص اہمیت حاصل ہے۔ خصوصاً مذہب اسلام میں جو  
تقاریب ہیں وہ ہر حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ مگر یہ تقاریب  
محض رسوم و رواج یا ہود و لعب کے لئے نہیں مقرر کی گئی ہیں۔ بلکہ ان  
میں ماضی کے زبردست حوادث اور اکابر کے عظیم الشان کارنامے  
پنہاں ہیں۔ ان تقاریب کو قائم رکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ جن  
پاکیزہ مسیحوں نے اس دنیا میں تشریف لاکر ظلم و ستم کو مٹا کر عدل و  
انصاف قائم کیا۔ اور اللہ کی راہ میں بے مثال قربانیاں دے کر  
اپنے اعمال و کردار کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ جو حق و صداقت کے  
پرچم کو بلند کر کے میدانِ عمل میں آئے اور آکر باب باطل کو ہمیشہ  
ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا۔ ان کی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جائے  
تا کہ ان کی یاد کے ساتھ ساتھ ان کے اعمالِ حسنہ اور ان کے عظیم الشان  
کارناموں کی یاد بھی تازہ ہوتی رہے اور مسلمانوں کے عمل میں تیزی یا  
جذبات میں فرحت، معلومات میں وسعت، خیالات میں رفعت  
پیدا ہو، اور مسلمان پھر اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرنے کے لئے  
تیار و مستعد ہو جائیں اور اپنے اخلاق و کردار کو اپنے اسلاف  
کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

ربیع الاول وہ مبارک مہینہ ہے جس میں آفتاب  
نبوی ماہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع فرما کر اپنی ضیاء  
پاٹیوں سے تمام عالم کو متور فرمایا۔

۱۲ ربیع الاول دو شنبہ کی مبارک صبح کو دعائے خلیل زید

# خلقت محمدی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رہا یہ امر کہ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات اور جمیع انبیاء کرام کی خلقت سے پہلے ہے تو یہ قرآن کریم سے اشارۃً اور صحیح احادیث سے صراحتاً ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین ۵ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو الے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رحمت کے لئے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عموماً پرہے جس طرح اللہ رب العالمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عموماً پرہے تو ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہے اور رحمت کی حاجت ہوتی ہے کس کو؟ جس کے لئے وہ رحمت ہو! تو جب آپ کی ذات اقدس کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا گیا تو ثابت ہوا کہ تمام جہان آپ کی رحمت کے محتاج ہیں اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جس چیز کی حاجت ہو وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے تو ضروری تھا کہ آپ کی مقدسہ تمام عالموں سے پہلے ہوتی۔ نیز آپ کی ذات مقدسہ عالمین کے باوجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں واسطہ ہے۔ اس لئے بھی آپ کا مخلوقات سے پہلے موجود ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قلت یا رسول اللہ بابی انت و امی اخبونی عن اول شیء خلقه اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق الاشیاء نور نبیہ من نورہ فجعل ذلک النور یدور بالفقد ریحہ حیث شاء اللہ ولم یکن فی ذلک الوقت کو دح ولا قلم ولا اجنۃ ولا نار ولا ملک ولا سما ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنتی

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور اسی نور کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے بلا واسطہ پیدا فرما کر مخلوقات کی پیدائش کا سبب قرار دیا۔ عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا عدم سے وجود میں آنا خلقت محمدی ہے اور اس دار دنیا میں رونق افروز ہونا ولادت محمدی اور چالیس برس کی عمر شریف میں وحی الہی سے مشرف ہو کر داعی الی الحق ہونا بعثت محمدی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

عالم اجسام سے پہلے عالم ارواح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات کا موجود ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

واذا اخذ اللہ میثاق النبیین لَمَا اٰتٰتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاءکم رسولٌ مصدقٌ لِمَا معکم لتؤمننَّ بہ ولتقرنَّ نہ قال ء اقدرتم و اذختم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشہدوا و انا معکم من الشہدین ۵ قرآن کریم۔ پارہ ۳۔ رکوع ۱۶ اور جب اللہ نے تمام نبیوں سے عہد لیا تھا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور حکمت سے دوں۔ پھر آئے گا تمہارے پاس ایک رسول منظم تصدیق کرتا ہوا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم سب ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس (عہد) پر میرا بھارتی ذمہ لیتے ہو۔ سب نے اقرار کیا ہے فرمایا تو ایک درگاہ پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

آیت کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ اجسام سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت ہو چکی تھی اور ان کی ذوات مقدسہ عالم ارواح میں جلوہ گر تھیں اور صفت نبوت سے موصون ہو چکی تھیں، ورنہ ان سے عہد و پیمانہ کا لیا جانا کس طرح صحیح متصور ہوگا۔

چونکہ مذکورہ حدیث میں نور کا فرمایا اور نورہ کی ضمیر اللہ کی طرف  
 لوتی ہے اور اللہ اسم ذاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے  
 ذاتی نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ صفاتی سے نہیں درہ  
 نور جمالہ یا من نور علمہ وغیرہ ہوتا اور اس سے یہ مرگز ثابت نہیں  
 ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ کے نور کا ٹکڑا یا حصہ ہے۔ کیونکہ  
 مضاف اور مضاف الیہ میں مغایرت شرط ہے اور یہ اضافت تشریفی  
 ہے۔ جیسے روح اللہ۔ بیت اللہ کہا جاتا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت  
 ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کے پتھر وغیرہ اللہ کی ذات کے ٹکڑے یا اجزاء  
 ہیں؟ یا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح کے ٹکڑے اور جز ہیں؟ مرگز نہیں  
 شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ  
 اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج النبوة میں فرماتے ہیں۔

بدان کہ اول مخلوقات و واسطہ صدور کائنات و واسطہ خلق  
 عالم و آدم نور محمد است صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد  
 شدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری و سایر مکونات علوی و سفلی ازاں  
 نور و ازاں جوہر پاک پیدا شدہ و حدیث اول ما خلق اللہ العقل  
 نزد محققین و محدثین بہ صحبت نہ رسیده و حدیث اول ما خلق اللہ  
 القلم نیز گفته اند۔

جان لو کہ اول مخلوقات و واسطہ صدور کائنات و واسطہ تخلیق عالم و آدم  
 نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے  
 پہلے میر نور پیدا کیا اور باقی تمام مخلوقات علوی و سفلی اسی نور اور اسی جوہر پاک  
 پیدا ہوئی اور حدیث کہ اللہ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا ہے، محققین و محدثین کے  
 نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ایسے ہی وہ حدیث بھی صحت کو نہیں پہنچتی جس میں ہے کہ  
 اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا ہے۔

حضرت ابن عباس و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ  
 صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے  
 نبوت کب ثابت ہوئی؟

قال كنت نبياً ذأدم بين الروح والجسد (ترمذی، بخاری، فی  
 التاریخ مشکوٰۃ ص ۱۵۰ خصائص کبری ص ۳)  
 بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں علم

لا انسى فلما اراد الله ان يخلق الخلق قسم ذلك النور  
 اربعة أجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثاني اللوح  
 ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعة أجزاء فخلق  
 من الاول حملة العرش ومن الثاني الكرسي من الثالث باقى  
 الملكة ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول السموات  
 ومن الثاني الارضين ومن الثالث الجنة والنار ثم قسم الرابع  
 اربعة اجزاء فخلق من الاول نور ابصارهم ومن الثاني نور  
 قلوبهم وهى المعرفة باللذ ومن الثالث نور قلوبهم وهو  
 التوحيد الآله الا الله محمد رسول الله

(ترجمہ) کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو  
 خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے  
 تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور قدرت الہیہ سے جہاں اللہ نے  
 چاہا لے کر تیار کیا۔ اس وقت نہ لوح نہ قلم، نہ جنت، نہ دوزخ، نہ فرشتہ، نہ  
 آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن، نہ انس (کچھ بھی) نہ تھا پھر جب  
 اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کیا چاہا تو اس نور کے چار حصے کے پہلے حصہ  
 سے قلم دوسرے سے لوح محفوظ تیسرے سے عرش پیدا کیا اور چوتھے حصے کے پھر  
 چار حصے کر دیئے، پہلے حصے سے حاملین عرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے  
 باقی سب فرشتے پیدا کئے۔ اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصہ  
 سے (ساتھ ہی) آسمان، دوسرے سے (ساتھ ہی) زمینیں تیسرے سے جنت  
 دوزخ پیدا کئے اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے (مومنوں  
 کی) آنکھوں کا نور۔ دوسرے سے ان کے دل کا نور جس سے اللہ کی معرفت حاصل  
 کرتے ہیں تیسرے سے ان کے انس و محبت کا نور اور چوتھے حصے سے لا الہ الا اللہ  
 محمد رسول اللہ!

حضرت علامہ محمود آلوسی بغدادی صاحب روح المعانی رحمہم اللہ  
 فرماتے ہیں۔

ولذا كان نوراً صلى الله عليه وسلم اول المخلوقات بمعنى  
 الخیر اول ما خلق الله تعالى نور نبیہ یا جابر!  
 روح المعانی ص ۹۷

بشریت مطہرہ بے مثل اور بشریت کے ہر عیب و نقص سے پاک اور  
مبرا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ  
اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"باید دانست کہ خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم در خلق خلق سائر  
افراد انسانی نیست بلکہ مخلوق بیچ فردے از افراد عالم مناسبت نہ دارد  
کہ او صلی اللہ علیہ وسلم با وجود نشاء عنصری از نور حق جل و علی مخلوق  
گشتہ است کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خلقت من نور اللہ"  
(مکتوبات شریف جلد سوم)

جاننا چاہئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش دوسرے انسانوں  
کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے تمام افراد میں سے کوئی فرد بھی پیدائش میں ان سے کسی  
طرح مناسبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشاء عنصری کے اللہ  
جل شانہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے  
کہ میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں)

از فروغ تست روشن دین و دنیا سرد و جا  
بر تو باد از خدا صلوات یا بدرالدجے

دین و دنیا سرد مقام آپ ہی کے نور سے روشن ہیں۔ اے بدرالدجے  
آپ پر خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں۔

مادر گیتی نہ گزاردہ چوں تو فرزند دیگر  
دیدہ عالم نہ دیدہ ہم چو تو حسن اللقا  
دنیا نے آپ جیسا کوئی فرزند نہیں جنا ہے اور جہان کی آنکھ نے  
آپ جیسا حسین نہیں دیکھا ہے

کے ملک کرے بہ پیش آدم خاکی سجود  
نور تو دروے نہ بودے گرد ولایت اے ہدیٰ

اے سراپا ہدایت! اگر آپ کا نور مبارک، آدم علیہ السلام کی پیشانی میں امانت نہ  
رکھا جاتا تو فرشتے آدم خاکی کب سجدہ کرتے۔

از بہار لطف تو سر سبز باغ کائنات  
وز نیم فیض تو شاداب تر روض الصفا

آپ کے لطف و کرم کی بہار اور نیم فیض ہی سے، باغ کائنات سرسبز اور شاداب  
تر ہے۔

الہی میں نبی تھا۔ سو ان کا کہنا غلط ہے کیونکہ اگر آپ کی یہ مراد ہوتی تو  
اس میں پھر آپ کی کیا تخصیص تھی علم الہی میں تمام چیزیں آپ کے  
وجود سے بھی پہلے تھیں، تو یہ تخصیص خود دلیل ہے۔ اس کی کہ آپ کی  
مراد یہ نہ تھی اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ نبوت وصف ہے اور وصف و  
کمال وجود اور ذات کے تابع ہوا کرتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ  
وصف ہوا اور موصوف نہ ہوتا ثابت ہوا کہ آپ کا وجود آدم علیہ السلام  
سے پہلے تھا اور وہ وجود نوری تھا۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نوراً بین یدی ربی  
قبل خلق آدم باربعۃ عشر الف مائۃ عام (زرقاتی ص ۲۹)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ  
ہزار سال پہلے اپنے رب کے حضور ایک نور تھا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا۔

انا اول النبیین فی الخلق و آخرہم فی البعث (ابن ابی حاتم۔ دلائل  
النبوة خصائص کبری ص ۳)

میں پہلی نبیوں میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں ان سب سے پچھلا  
ہوں!

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے نبی بھی آپ اور  
سب سے پچھلے نبی بھی آپ ہیں یعنی صفت نبوت کی ابتدا بھی آپ سے  
ہوئی، اور انتہا بھی آپ کی ہی ذات بابرکات پر ہوئی نہ آپ سے پہلے  
کوئی نبی تھا نہ بعد میں کوئی نبی ہوگا۔

حدیث پہنچ کر ایک بات کہتا ہوں تیری شان میں  
دہر میں تیری ذات پر ختم ہوئی پیمبری

ان احادیث مبارکہ سے صراحتاً ثابت ہوا کہ باعث ایجاد دو عالم  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے  
تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

ثابت ہوا کہ جس نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات  
سے پہلے پیدا کیا گیا تھا وہی نور تمام انبیاء کرام کے بعد بشریت محمدی  
صلی اللہ علیہ وسلم میں جلوہ گرہ ہوا، بلاشبہ آپ بھی بشر ہیں مگر آپ کی



# قبل از بعثت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ  
مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ  
مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ  
قَالَ أَأَقْرَضُكُمْ وَآخِذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَصْحَابِي قَالُوا أَتُؤَاثِرُونَ  
قَالَ فَأَشْهِدُوا وَإِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝

(قرآن شریف ۱۶۳)

اور یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد  
لیا تھا کہ جو میں نے تمہیں کتاب و حکمت سے دیا، پھر تمہارے  
پاس تشریف لائے گا ایک (بڑی شان والا) رسول تصدیق کرنا ہوا  
اس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور  
ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس (عہد) پر میرا بھاری  
ذمہ لیتے ہوئے؟ سب نے عرض کیا ہم اقرار کرتے ہیں، فرمایا تو ایک دوسرے  
پر گواہ ہو جاؤ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس عہد و پیمان کے مطابق تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی امتوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف  
حمیدہ بیان کرتے اور اپنی امتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی تائید و امداد کا عہد لیتے رہے یہاں تک کہ حضرت  
علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام و مَبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِمْ مِنْ بَعْدِي أَهْلَهُ أَحْمَدُ کہتے ہوئے تشریف لائے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ تورات و انجیل میں بھی بیان فرمائے تھے جیسا کہ قرآن کریم  
میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم اور بنی اسرائیل کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا و  
آخرت کی بھلائی میں ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا۔

جو بیروی کریں گے اس رسول امی کی جس کو لکھا ہوا پائیں گے  
اپنے پاس تورات و انجیل میں۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي  
يَجِدُونَ فِي التَّوْرَةِ وَمِثْلَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ ۚ

نیز فرمایا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ  
عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا  
سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَا  
هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ  
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمِثْلَهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ

(قرآن کریم ۲۲)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں اور وہ جوان کے  
ساتھی (صحابہ) ہیں وہ کا فردوں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں  
تو انہیں دیکھے گا رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے (اور) اللہ کا  
فضل اور اس کی رضا چاہنے ہوئے ان کی علامت (نورانیت)  
ہے جو ان کے چہروں میں سجدہ کے اثر سے ہے یہی ان کی صفت  
توراة میں اور یہی انجیل میں ہے۔

ف۔ ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے اوصاف توراة و

انجیل میں بھی تھے۔

حضرت عطا ابن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو توراہ میں ہیں دریافت کئے تو انہوں نے فرمایا خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو توراہ میں آتے ہیں، ان ہی میں کے بعض توراہ میں بھی مذکور ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے پڑھنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرَدْنَا بِكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا  
وَنَذِيرًا وَحِزْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَ  
رَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ يَفِظُ وَلَا  
غَلِيظٌ وَلَا سَخَابٌ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِي  
بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُوا وَيُصْفَحُ وَلَكِنْ  
يَقْبِضُهُ اللَّهُ حَتَّى يَقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعُوجَاءِ  
بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَفْضَحُ بِهِ أَعْيُنًا  
عُمِيًّا وَإِذَا نَا صَمًّا وَقُلُوبًا وَغَلْفًا

(بخاری خاصائص کبری ص ۱)

اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا تھا ہدو مبشر اور نذیر اور امیوں کا نگہبان بنا کر، تم میرے بندے اور میرے رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے اور وہ نبی نہ بدخلق ہے نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے نہ بُرائی کو بُرائی سے دفع کرنے والے بلکہ خطا کاروں کو معاف فرمانے والے اور احسان کرنے والے ہیں، اور اللہ انہیں نہیں اٹھائے گا جب تک کہ ان کی برکت سے ٹیڑھی ملت کو سیدھا نہ کر دے گا یہاں تک کہ لوگ صدق و یقین کے ساتھ کہنے لگیں  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ اور ان کے سبب اندھی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا اور پردوں میں پیٹے ہوئے دل کٹا وہ ہو جائیں۔

اسی مضمون کی حدیثیں ابن عساکر، ابن سعد واری، بیہقی، حاکم اور ابونعیم رحمہم اللہ نے بھی بیان فرمائی ہیں لیکن واری نے اپنی مسند میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت کعب احبار سے اتنا زیادہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَبْدِي الْمُخْتَارِ مَوْلِدًا بِمَكَّةَ  
وَهَجْرَتُهُ بِطَيْبَةَ أُمَّتُهُ الْحَمَادُونَ يَحْمَدُونَ  
اللَّهِ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَفِي كُلِّ مَنْزِلٍ  
وَيَكْبُرُونَهُ عَلَى كُلِّ شَرْفٍ رِعَاةِ الشَّمْسِ  
يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ إِذَا جَاءَ وَقْتُهَا وَلَوْ كَانُوا  
عَلَى أَوْسَاطِهِمْ وَيُؤْضِئُونَ أَطْرَافَهُمْ وَ  
أَصْوَاتُهُمْ بِاللَّيْلِ نِي جَوِ السَّمَاءِ كَأَصْوَاتِ الْحِلِ  
(خصائص کبری ص ۱)

محمد رسول اللہ میرے عبد مختار ہیں ان کی جائے ولادت مکہ اور مقام ہجرت طیبہ ہے ان کے امتی حمد کرنے والے ہیں وہ خوشی اور مصیبت اور ہر حالت میں اللہ کی حمد کریں گے اور ہر بلندی کے مقام پر اللہ کی بڑائی بیان کریں گے۔ اور نماز کو اس کے وقت پر ادا کرتے رہیں گے۔ خواہ کورے کرکٹ کی جگہ پر کیوں نہ ہوں اور اپنے وسطوں پر از اربند باندھیں گے اور اپنے اطراف کو روشن و منور دیکھیں گے اور رات کو ان کی دھیمی دھیمی ذکر و اذکار کی آوازوں سے فضا سے آسانی محسوس ہوگی۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعبا علیہ السلام کو وحی فرمائی۔  
إِنِّي بَاعَثْتُ نَبِيًّا أَمِيًّا أَفْضَحُ بِهِ إِذَا نَا صَمًّا وَقُلُوبًا  
مُخْلَفًا وَأَعْيُنًا عُمِيًّا مَوْلِدًا بِمَكَّةَ وَمُهَاجِرًا بِطَيْبَةَ  
کہ بلاشبہ میں ایک نبی امی کو بھیجے والا ہوں جس کے ذریعہ بہرے کان اور غلاف چڑھے دل اور اندھی آنکھیں

بِأَن تَقَالَ، بِكُلِّ جَمِيلٍ وَاهِبٌ لَهُ كُلُّ خَلْقٍ  
عَرِيْمٍ أَجْعَلِ السَّكِينَةَ لِبِأْسِهِ وَالْبَرَّ شِعَارًا  
لِتَقَرُّهُ ضَمِيرُهُ وَالْحِكْمَةَ مَعْقُولَهُ وَالصِّدْقَ  
لَوْفَاءَ طَبِيعَتِهِ وَالْعَفْوَ وَالْمَغْفِرَةَ وَالْمَعْرُوفَ  
لِقَهِّهِ وَالْعَدْلَ سِيرَتَهُ وَالْحَقَّ شَرِيعَتَهُ وَالْهُدَى  
نَامَهُ وَالْإِسْلَامَ مِلَّتَهُ وَأَحْمَدًا اسْمَهُ  
سَدِيًّا بِهِ مِنْ بَعْدِ الضَّلَالَةِ وَأَعْلَمٌ بِهِ  
نَدَى الْجَهَالَةِ وَأَرْفَعُ بِهِ بَعْدَ الْحَمَالَةِ وَأَشْمَى  
بَعْدَ النَّكْرَةِ وَأَكْثَرُ بِهِ بَعْدَ الْقَلَّةِ وَ  
بِئْسَ بِهِ بَعْدَ الْعَيْلَةِ وَاجْمَعُ بِهِ بَعْدَ الْفُرْقَةِ  
وَأَيْفُ بِهِ بَيْنَ قُلُوبٍ وَأَهْوَاءٍ مُتَشَتِّةٍ  
يَمُخْتَلِفُهُ وَاجْعَلْ أُمَّةً خَيْرَ أُمَّةٍ

ابن ابی حاتم، ابو نعیم  
خصائص کبری ص ۳۱

۱۷  
کھول دوں گا اس نبی کا مقام ولادت مکہ اور جائے  
ہجرت طیبہ ہوگا میں انہیں ہر خوبی اور ہر خلق کریم عطا  
کردوں گا۔ اطمینان قلب اور وقار کو ان کا لباس عادات و  
احسان کو ان کا شعار تقویٰ کو ان کا ضمیر حکمت کو ان کا راز،  
صدق و وفا کو ان کی طبیعت اور عفو و کرم کو ان کی عادت عدل  
کو ان کی سیرت، انظار حق کو ان کی شریعت ہدایت کو ان کا امام  
اور سلام کو ان کی ملت بناؤں گا ان کا نام احمد ہے اور خلق  
کو ان کے صدقے میں گمراہی کے بعد ہدایت، جہالت کے بعد علم و  
معرفت، گمگامی کے بعد رفعت و منزلت عطا کردوں گا اور  
انہیں کی برکت سے قلت کے بعد کثرت، فقر کے بعد دولت  
تفرقہ کے بعد محبت عنایت کردوں گا اور انہیں کی بدولت مخالف  
قبائل غیر مجتمع خواہشوں اور اختلاف رکھنے والے دلوں میں  
افت پیدا کردوں گا اور ان کی ساری امت کو تمام امت سے بہتر  
کردوں گا۔

بخوف طوالت ان تین حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ کتب احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب الہیہ  
نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ سے بھری پڑی ہیں۔ مگر علماء یہود و نصاریٰ نے ازراہ حسد و عناد ان میں تبدیلیاں  
کی اور آپ کے اوصاف جمیلہ کو چھپایا۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں مختصراً مذکور ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور ایمان لاؤ اس کلام پر جو میں نے نازل کیا ہے۔ تصدیق  
کرتا ہوا اس کی جو تمہارے پاس ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو  
اور میری آیتوں کو کھوڑی قیمت کے عوض مت بدلو اور مجھ سے ڈرو اور  
حق کے ساتھ باطل کو نہ ملاؤ اور حق (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف  
نہ چھپاؤ، اور تم کو (حقیقت حال) جاننے والے ہو۔

أَمْشُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ  
لَا تَكُونُوا أَدِلَّ كَافِرًا بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا  
آيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِنِّي فَالِقُ حَبُوبٍ ۝ وَلَا  
لِيَسُوَ الْحَقُّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ  
تَكْمُونَ ۝ (قرآن ۱/۱)

نیز فرمایا

وہ (علمائے یہود و نصاریٰ) جن کو ہم نے کتاب دی ہے اس نبی  
کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو (بلا تردد) پہچانتے  
ہیں اور بلا شبہ ان میں سے ایک گروہ ہے جو حق (یعنی آپ کے  
اوصاف حمیدہ) کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے حالانکہ وہ (حقیقت  
کو خوب) جانتے ہیں۔

يَذِيئَاتٍ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ  
كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا  
مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝  
(قرآن کریم ۲)

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ علمائے یہود و نصاریٰ نے دیدہ و دانستہ تورات و انجیل میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سلم کے اوصاف جمیلہ کو چھپایا کہ کہیں جہلا آپ کے اوصاف پر مطلع ہو کر آپ پر ایمان نہ لے آئیں۔ اور ہم نے ان کے مالوں اور پھلوں وغیرہ میں جو اپنے حق اور سالانے وغیرہ متعین کئے ہوتے ہیں وہ بند نہ ہو جائیں۔

اس پر انہیں فرمایا گیا کہ تم پر تو یہ لازم تھا کہ تم سب سے پہلے ان پر ایمان لا کر دوسروں کی ہدایت کا سبب بنتے اور بے شمار رحمتوں و برکتوں کے مستحق بنتے، کیونکہ تم اہل علم ہو اور اس نبی امی رصلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اوصاف جمیلہ سے خوب پہچانتے ہو مگر تم پر افسوس کہ تم نے بجائے سب سے پہلے ایمان لانے کے سب سے پہلے کفر کیا اور ان کے اوصاف جمیلہ چھپا کر دوسروں کے لئے رکھی رشتہ و ہدایت کا دروازہ بند کیا اور ان سب کے کفر کا وبال بھی اپنے اوپر لیا۔

ان آیات و احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ کتب سابقہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اوصاف جمیلہ مذکور تھے اور ان اوصاف کو تمام وہ لوگ جانتے تھے جو ان کتابوں کو پڑھنے اور سننے والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جب آپ کو دیکھتے تو علامات سے فوراً پہچان لیتے کہ یہی وہ ذات گرامی ہے جس کا ذکر مبارک ہماری آسمانی کتابوں میں موجود ہے مگر بعض علمائے یہود و نصاریٰ نے محض اپنے ذاتی مفاد و اقتدار کی خاطر کتب الہیہ میں تغیر و تبدل کیا تاکہ لوگوں پر آپ کا حال مشتبہ ہو جائے اور لوگ آپ پر ایمان نہ لائیں اور ہمارا اقتدار وغیرہ برقرار رہے۔

چنانچہ حضرت عاصم بن قتاوہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ جس چیز نے ہمیں اسلام و ایمان کی طرف متوجہ کیا وہ یہ تھی کہ ہم بت پرست اور مشرک لوگ تھے، اہل کتاب یہودیوں سے ہماری اکثر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں جب ہم غالب ہو کر ان کے مالوں پر قبضہ کرتے، تو وہ کہتے کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ جب وہ مبعوث ہونگے تو ہم ان کے ساتھ ہو کر تمہیں اس طرح قتل کریں گے جس طرح قوم عاد و ارم کو قتل کیا گیا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ہم نے جان لیا کہ یہ وہی رسول ہیں جن کی بعثت کی خبر یہود ہمیں دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ہمیں دعوت ایمان دی تو ہم ایمان لے آئے اور یہود منکر ہو گئے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا وَأَقْلَمًا جَاءَهُمْ مِمَّا عَرَفُوا كَفَرًا وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبِينَ ۝

وہ یہود اس (نبی کے آنے) سے پہلے (اس نبی کے وسیلے سے) کافروں پر فتنہ طلب کیا کرتے تھے تو جب وہ آیا تو انہوں نے پہچانا اور اس کے ساتھ کفر کیا تو ایسے کافروں پر اللہ کی لعنت ہے

(سیرت ابن ہشام ص ۲۲۵)

حضرت نملہ بن ابی نملہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ یہود بنی قریظہ اپنی کتابوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام، آپ کے اوصاف جمیلہ، اور آپ کے ہجرت کر کے تشریف لانے کا ذکر اپنے بچوں کو سنایا کرتے تھے مگر جب آپ تشریف لائے تو انہوں نے حد و بغاوت کرتے ہوئے کہہ دیا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۶)

حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودی بنی عبد شہل میں سے ایک یہودی ہمارا پڑوسی تھا، ایک روز وہ ہمارے گھر آیا جبکہ وہاں کافی لوگ موجود تھے۔ میں اس وقت ان سب میں چھوٹی عمر کا تھا۔ اشلہ نے گفتگو میں اس نے قیامت حساب و کتاب اور جنت دوزخ وغیرہ کا ذکر کیا، وہاں جتنے لوگ تھے وہ سب بت پرست اور ان چیزوں کے منکر تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تکذیب کی تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے یہ سب کچھ حق ہے اور ان کا منکر دوزخ میں جائے گا اور اس وقت وہ کہے گا کہ اس دوزخ کی آگ کے بجائے

نیا کی آگ کے تنور میں ڈال کر اوپر سے بند کر دیا جاتا تو وہ اس قدر تکلیف دہ نہ ہوتا۔ جس قدر یہ دوزخ تکلیف  
س کی باتوں سے سخت حیران تھے اور اس پر افسوس کر رہے تھے پھر اس نے کہا مکے سے ایک نبی مبعوث ہونے  
گوں نے کہا کب؟ تو اس نے میری طرف دیکھا اور اشارہ کرتے ہوئے کہا اگر اس لڑکے کی عمر ہوئی تو یہ اس

حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث  
ہم آپ پر ایمان لے آئے مگر وہ بسبب حسد و عناد منکر ہی رہا۔ ایک دن ہم نے اس سے کہا۔ اے فلاں تجھ  
س ہے تو نے ہی تو ہم کو اس نبی کی آمد کی بشارت سنائی تھی اور تو خود ہی منکر ہو گیا ہے اس نے کہا کھٹیک ہے  
نہیں ہیں۔ سیرت ابن ہشام ص ۲۲۶

حضرت عاصم بن قتاوہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کے ایک بوڑھے آدمی نے مجھ سے کہا، کیا جانتے ہو کہ  
سعید، اسید بن سعید، اسد بن عبید اور بنی ہزل کی ایک جماعت کے اسلام قبول کرنے کا سبب کیا تھا؟ میں  
ہیں، اس نے کہا کہ وہ یہ تھا کہ شام کے یہودیوں سے ابو عمیر ابن الہیبان ایک شخص تھا زمانہ اسلام سے کچھ  
پہلے وہ آیا اور ہمارے پاس آکر ٹھہرا۔ اس کی سینکی، پرہیزگاری اور بزرگی کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی بارش  
ہم سب مل کر اس سے کہتے اے ابن الہیبان باہر چلو اور ہمارے لئے بارش کی دعا کرو! وہ کہتا خدا کی قسم میں اس  
دعا نہیں کروں گا جب تک کہ تم لوگ صدقہ نہیں کرو گے! ہم کہتے کتنا صدقہ؟ وہ کہتا ایک صاع کھجور یا دو  
ہم صدقہ کر دیتے تو وہ ہمیں ساکھ لے کر باہر نکلتا اور ہمارے لئے بارش کی دعا کرتا خدا کی قسم ابھی وہ اس جنگ  
باہٹتا تھا کہ بادل آجاتے اور بارش شروع ہو جاتی اور ایک دو ہی مرتبہ نہیں، بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوا۔ وہ ہمکے  
رہا، یہاں تک کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا اے گروہ یہود کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے شراب  
سرزمین سے تکلیف دھوک والی زمین کی طرف کون سی چیز لائی تھی؟ ہم نے کہا تم ہی خوب جانتے ہو اس نے  
س شہر میں صرف اس لئے آیا تھا کہ یہ شہر اس نبی آخر الزماں کی ہجرت گاہ ہے جو عنقریب ظہور فرمانے والے ہیں مجھے  
لہ شاید وہ میری زندگی میں ہی مبعوث ہو جائیں گے تو میں ان پر ایمان لا کر ان کی پیروی کروں گا مگر ایسا نہ ہوا اب  
لئے وہ موقع آئے گا، دیکھنا ان پر ایمان لانے میں کوئی تم سے سبقت نہ لے جائے؟ بلاشبہ ان کو اپنے دشمنوں  
ک بھی کرنا پڑے گی اور ان کو عورتوں اور بچوں کو قید بھی کرنا پڑے گا مگر ان کا یہ برتاؤ تمہیں ان پر ایمان لانے سے  
دے۔ یہ کہہ کر وہ مر گیا۔

پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور وہ وقت آیا کہ آپ نے بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا تو ثعلبہ و اسید  
ر، و اسد بن عبید نے کہا اے بنی قریظہ خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کے اوصاف ابن الہیبان نے تمہیں بتائے تھے  
سب سے عہد لیا تھا کہ تم ان پر ایمان لاؤ گے۔ لہذا خدا سے ڈرو اور ان کی پیروی کرو! قوم نے کہا یہ وہ نہیں ہیں انہوں  
بر کی قسم بلاشبہ یہ وہی ہیں، یہ کہہ کر وہ اپنی قوم سے نکلے اور مسلمان ہو گئے۔ اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کی حفاظت  
لئے مگر قوم نے نہ مانا۔ (سیرت ابن ہشام ص ۲۲۶ طبقات ابن سعد ص ۱۶)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم اولاد اسماعیل

کی شاخ بنی عبدالمطلب سے ایک نبی کے منتظر ہیں مگر مجھے امید نہیں کہ میں ان کے زمانے تک زندہ رہوں گا، میں ان ایمان لاتا اور ان کی تصدیق کرتا ہوں کہ بلاشبہ وہ نبی ہیں۔ پھر مجھ سے کہا اے ربیعہ اگر تمہاری عمر دراز ہو اور تم پالو تو میرا سلام ان سے کہہ دینا۔ اور میں تمہیں ان کے اوصاف بھی بتاتا ہوں تاکہ ان کا حال مشتبہ نہ رہے۔ میں نے کہا اس نے کہا وہ نہ تو بلند قامت ہوں گے، اور نہ پست، ان کے جسم پر بال نہ زیادہ ہوں گے نہ کم، ان کی آنکھوں میں سرخی رہے گی جو کبھی جڈانہ ہوگی، ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اور ان کا نام احمد ہوگا، اسی شہر ان کی ولادت و بعثت ہوگی، لوگ ان کی نبوت و رسالت اور ان کی تعلیمات کی تکذیب و مخالفت کریں گے یہاں تک کہ ان کو پھانسی پڑے گی اور مکہ سے یثرب (مدینہ منورہ) چلے جائیں گے۔ وہاں ان کا بول بالا ہوگا اور آخر ان کو غلبہ حاصل ہوگا۔ کہیں لوگوں کے بہکانے میں نہ آجانا۔ میں دین ابراہیمی کی تلاش میں سارے ملکوں اور شہروں میں پھرا ہوں جس بیہودی نصرانی مجوسی سے بھی ملا، اس نے یہی کہا کہ یہ دین تمہارے اسی شہر کے ہی سے ظاہر ہوگا۔ جب کہ نبی آخر الزماں حضرت احمد (صلی علیہ وسلم) مبعوث ہوں گے۔ پھر آپ کے وہ اوصاف جو میں نے تمہیں سنائے ہیں وہ مجھے سناتے اور کہتے کہ ان کے نبی باقی نہیں رہا۔

حضرت عامر فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بن عمرو کا سلام پہنچایا اور اس کے حالات و اقوال سنائے تو آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، اور اس کے لئے دعا و رحمت فرمائی اور فرمایا کہ میں نے اس کو جنت میں ناز کے ساتھ ٹھلتے ہوئے دیکھا ہے۔  
(طبقات ابن سعد ص ۱۶۱ تاریخ کامل ابن اثیر ص ۲)

WITH THE BEST COMPLEMENTS

OF  
ACTION 77 SUITING  
TRILON SUITING  
TR-300 SUITING  
SANYO PRINTS

**ESMAIL JAMAL & CO.**

117, LAKHMIDAS STREET, KARACHI

Phone : 230207

# بعثت محمدی

ابھی آپ کی عمر مبارک چالیس برس کی نہیں ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوشہ نشینی اور خلوت گزینی محبوب و مرغوب اوی چنانچہ آپ سال میں ایک دو مرتبہ کھانے پینے کا مختصر سامان لے کر غار حرا میں تشریف لے جاتے، غار حرا سے اللہ شریف برابر نظر آتا وہاں آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت یعنی ذکر و فکر اور مراقبہ فرماتے اور ذاتِ حق میں مستغرق رہتے اور جب نظر مبارک اٹھا کر بیت اللہ شریف کا جمال مبارک بھی کرتے۔

جوں جوں ایام وحی قریب قریب آ رہے تھے۔ کثرتِ عبادت کا ذوق و شوق اور غار حرا کی گوشہ نشینی محبوب تر ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ مہینوں قیام فرمانے لگے۔ جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا گھر تشریف لاتے اور پھر واپس جا کر رہ جاتے۔

حضرت برہ بنت ابی نجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت و اکرام کے ظہور کا فرمایا تو آپ جب کسی حاجت کے لئے باہر تشریف لے جاتے۔

یَوْمَ مَجْزُوًّا وَشَجِرًا قَالَ السَّلَامُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَكَانَ يَلْتَفِتُ عَنْ يَمِينِهِ  
إِلَيْهِ وَخَلْفِهِ فَلَا يَرَى أَحَدًا (وَفِي رِوَايَةٍ)  
يُرَدُّ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ۔

تو جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے تو وہ کہتا  
السلام عليك يا رسول الله! آپ سلام کا جواب دیتے  
اور دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے تو سوائے پتھروں کے اور  
درختوں کے کوئی چیز نظر نہ آتی۔

سیرت ابن ہشام ص ۲۵ طبقات ابن سعد ص ۱۳۲ خصائص کبریٰ ص ۹۵ زرقانی الموابہ ص ۲۱۹

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَا عَرَفُ حَجْرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ  
أَبْعَثَ إِنِّي لَا أَعْرِفُهُ الْآنَ (مسلم کتاب الفضائل)

بل شبہ میں اس وقت بھی اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکہ معظمہ  
میں قبل از بعثت مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔

## بتدائے وحی اور روایے صادقہ

أم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتداء دیاے صالحہ  
سے ہوئی جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے تھے بعینہ وہ صبح کے  
روشنی کی طرح ظہور میں آجاتا۔

مَا بَدِئِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
الْوَحْيَ الرَّؤْيَا الصَّالِحَةَ فِي النَّوْمِ فَكَانَتْ  
رُؤْيَا إِلَّا جَاءَ مِثْلُ فَلَقِ الصُّبْحِ

(بخاری کتاب التبعیہ)

چنانچہ جب آپ کی عمر شریف چالیس سال اور چالیس روز یا دس روز کی ہوئی تو حسب معمول ایک روز غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس جبریل امین بشری صورت میں آگے اور آکر کہا اِقْرَأْ (پڑھتے) آپ فرمایا مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں پڑھنے والا نہیں) آپ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر اپنے ساتھ لگا اتنے زور سے دبا یا کہ وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچ گئے اور پھر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا، اور کہا پڑھتے، میں نے کہا۔ پڑھنے والا نہیں ہوں! انہوں نے پھر مجھے اسی طرح زور سے دبا یا پھر چھوڑ کر کہا۔ پڑھتے، میں نے وہی جواب دیا۔ میں نے تیسری مرتبہ پھر دبا یا اور کہا پڑھتے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھنے والا نہیں پھر جبریل نے کہا۔

پڑھتے اپنے رب کے نام سے جس نے (آپ کو) پیدا ہے (اور جس نے بنایا ہے) انسان کو خون کی کھپٹ پڑھتے اور آپ کا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس سے سکھایا اور سکھایا انسان کو جو کچھ کہ وہ نہ جانتا

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ  
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ  
وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ  
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمُ -  
(قرآن کریم)

چنانچہ جب آپ نے اپنے رب کا نام سنا تو فوراً قرأت فرمادی۔ سُحْحَانَ اللّٰهِ جبریل امین جب صرف اِقْرَأْ کہتے رہے آپ نے قرأت نہیں فرمائی اور جب انہوں نے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ کہا تو آپ قرأت فرمادی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہی دکھانا تھا کہ اے جبریل پہلے فقط اِقْرَأْ کہنا اور پورا زور لگا کر مگر میرا حبیب نہیں پڑھے گا۔ جب تک میرے نام سے شروع نہیں کرو گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا حبیب ہی علم و عرفان سے متصف ہے اور اس سلسلہ میں تمہارا محتاج نہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جبریل و میکائیل نے پہلے آپ کا سینہ اقدس چاک کیا پھر سینہ اور قلب اطہر کو شق کر کے دھویا۔ پھر اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ پڑھا۔

روند ابوداؤد طیالسی مندرجہ: بیہقی والیون نعیم فی دلائل النبوة زرقانی علی المواہب ص ۲۲۵  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر جبریل میرے پاس سے چلے گئے اور کیفیت یہ تھی کہ وہ آیتیں گویا میرے پر لکھی گئی ہیں۔ اس وقت میں غار سے باہر نکلا تو میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے یا مُحَمَّدٌ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا جِبْرِیْلُ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، بلاشبہ آپ اللہ کے رسول اور میں جبریل ہوں۔ میں نے دیکھنے کے لئے آسمان کی طرف سے تو میں نے دیکھا کہ آسمان کے کنارے پر جبریل امین آدمی کی شکل پر ہیں اور فرما رہے ہیں یا مُحَمَّدٌ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنَا جِبْرِیْلُ (سیرت ابن ہشام)

فرماتے ہیں اسی کیفیت میں میں گھر کی طرف چلا۔ راستے میں جو بھی پتھر اور درخت ملتا بلند آواز سے کہتا اَسْئَلُ اللّٰهَ  
یا رَسُوْلَ اللّٰهِ رِبِّزَارِ ابونعیم، خصائص کبریٰ ص ۹۶

غرض آپ جلال الہی اور ہیبت حق سے لبریز عجیب و غریب کیفیتیں لئے گھر تشریف لائے۔ ام المؤمنین

58704



خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خندہ پیشانی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ ذَمِّ لَوْ نِي! ذَمِّ لَوْ نِي! اے مجھے کسبل اڑھاؤ!! آپ نے اپنا سر مبارک ان کی آغوشِ محبت میں رکھ دیا۔ جب آپ کو سکون ہوا تو آپ نے فرمایا خدیجہ میرا کیا حال ہے! انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ آپ نے ان کو ساری کیفیت سنائی، اور فرمایا۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے، یہ نبوت و رسالت کے بارگراں کی عظمت کا تختل تھا۔ انہوں نے کہا ایسا ہرگز نہ کہئے، آپ کو کسی قسم کا خوف نہیں۔ میں آپ کو بشارت دیتی ہوں، خدا کی قسم آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا و غمگین نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی یعنی اہل قرابت کے ساتھ احسان فرماتے۔ ضعیفوں یتیموں۔ فیروں اور اہل و عیال کے حوائج پورے کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو عطا فرماتے ہیں جن کو آپ کے سوا کسی اور سے عطا کی امید نہیں ہوتی اور آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، امانت دار اور مہمان نواز ہیں، خوش خلق، خوش گفتار اور عالی کردار ہیں۔ یعنی آپ کی ذات اقدس میں مکارم اخلاق اور محاسنِ شمائل مجتمع ہیں۔ لہذا آپ کو امرِ مکروہ نہ پہنچے گا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اقوال مبارکہ سے ان کی کمالِ فراست و معرفت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ اور اوصافِ جمیلہ کا خوب پتہ چلتا ہے۔

اس کے بعد وہ آپ کو ساتھ لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل عہدِ جاہلیت میں رسومِ جاہلانہ اور بتوں کی عبادتِ مشرکانہ وغیرہ ترک کر کے نصرانی راہب ہو گئے تھے۔ توراہ و انجیل کے بہت بڑے ماہر تھے اور انجیل کے مضامین عربی اور عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، بہت بوڑھے تھے اور بڑھاپے کے سبب نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے ان سے کہا۔ اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھائی کے بیٹے محمد بن عبد اللہ سے سنو! ورقہ نے کہا اے ابنِ انخی آپ کیا دیکھتے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام واقعات سنایا۔ ورقہ نے سن کر کہا یہ وہی ناموسِ اکبر ہے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہوا تھا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ اور جوان ہوتا۔ جب کہ آپ کی قوم آپ کو مکہ سے باہر نکال دے گی؟ آپ نے فرمایا کہا میری قوم مجھ کو مکہ سے باہر نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا۔ ہاں! فرمایا کیوں؟ ورقہ نے کہا ایسا ہی ہوتا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر نہیں آیا جس کی مخالفت نہ ہوئی ہو۔ یعنی کفار ہمیشہ پیغمبروں کے دشمن رہے ہیں، اگر میں زندہ رہا تو آپ کی پوری پوری حمایت کروں گا۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر تشریف لا کر جب حضرت خدیجہ کو سارا واقعہ سنایا تو حضرت خدیجہ نے کہا۔ اے ابنِ عم میں آپ کو بشارت دیتی ہوں اور قوی امید رکھتی ہوں کہ آپ اس امت کے نبی ہونے والے ہیں۔ پھر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ان کو سارے واقعات سنائے۔

تو ورقہ نے کہا اے خدیجہ اگر یہ صحیح ہے جو تو کہتی ہے تو بلاشبہ  
فَقَالَ اِنْ كُنْتَ صَدَقْتِنِي اِنَّهُ لَنَبِيِّ هَذِهِ  
الْاُمَّةِ وَاِنَّهُ لَيَاْتِيهِ النَّامُوسُ الْاَكْبَرُ  
الَّذِي كَانَ يَاتِي مُوسَى (خصائصِ کبریٰ ص ۹۵)

وہ اس امت کے نبی ہیں اور ان کے پاس وہی ناموسِ اکبر  
آیا ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آتا تھا۔

اس کے بعد ورقہ بن نوفل بیت اللہ تشریف میں آپ سے ملا تو اس نے آپ سے خود سارے حالات سن کر کہا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں۔ آگے وہی کہا جو مذکور ہو چکا ہے۔

اس کے بعد وقتہ بن نوفل نے وفات پائی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم نے ورقہ کو ریشمی لباس پہنے ہوئے جنت میں دیکھا ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا اور اس نے میری تصدیق کی تھی، اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نے ورقہ کو جنت کی مہروں میں سے ایک نہر پر دیکھا ہے۔

ربیعہ، ابو نعیم، ابن عدی، ابن اسکن، زرقانی علی المواہب ص ۲۲

حضرت ام سلمہ حضرت خدیجہ سے روایت فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے میرے چچا کے بیٹے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جب تیرے پاس جبریل آئے تو مجھے بتلا دے، آپ نے فرمایا۔ ہاں! جب جبریل امین آئے تو آپ نے فرمایا۔ اے خدیجہ! یہ جبریل امین آگئے ہیں! انہوں نے کہا۔ کیا آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! انہوں نے کہا آپ میرے دائیں طرف میرے پاس آکر بیٹھ جائیں! آپ تشریف لا کر ان کے دائیں طرف بیٹھ گئے، انہوں نے کہا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا ہاں! انہوں نے کہا آپ میرے بائیں طرف میرے پاس آکر بیٹھ جائیں؟ آپ بائیں طرف آکر بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا۔ اب بھی دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! انہوں نے کہا۔ آپ میری آغوش میں بیٹھ جائیں! آپ ان کی آغوش میں آکر بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا۔ اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! انہوں نے اپنے سر سے اور ٹھنی اتار کر ایک طرف رکھ دی اور اپنے سینہ سے کپڑا ہٹا دیا۔ اس وقت آپ ان کی آغوش میں ہی تھے تو انہوں نے کہا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا نہیں!

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اب انہوں نے اعراض کر لیا ہے، تو حضرت خدیجہ نے کہا اے ابن عم! میں آپ کو بشارت دیتی ہوں کہ بلاشبہ وہ مکرم فرشتہ ہے اگر شیطان ہوتا تو وہ حیا نہ کرتا۔

(الاستیعاب ص ۲۴، خصائص کبریٰ ص ۹۵)

With the best Compliments



حاجی اسد عیال

جوڑیا بازار۔ کراچی

# ضرورتِ نبوت

علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی  
شیخ الحدیث سابق پرنسپل جامعہ اسلامیہ بہاولپور

انسان معرفتِ الہیہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور خدا کی معرفت کا حامل ہونا نبوت و رسالت کے بغیر ممکن نہیں اس لئے نبوت و رسالت کا وجود انسان کے لئے ضروری ہے۔ منکرینِ نبوت کا یہ کہنا علم و عقل کی روشنی میں قطعی باطل ہے کہ جب انسان کے پاس حواس اور عقل دونوں موجود ہوں تو اسے نبوت و رسالت کی کوئی ضرورت نہیں! خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لئے یہ حواس کافی ہیں نہ یہ عقل۔ جن لوگوں نے خدا کی معرفت کے لئے حواس کو کافی سمجھا وہ محسوسات و مظاہر کا ثبات کی پرستش میں مبتلا ہو گئے اور جنہوں نے عقل پر اعتماد کیا ان میں اکثر لوگ خدا کے منکر ہو گئے۔ اور جو صریحاً انکار کی جرات نہ کر سکے انہوں نے ذات و صفات کے مسائل میں ایسی مٹھو کریں کھائیں کہ معرفت کی راہوں سے بہت دور جا پڑے اور عقل نا تمام کی وادیوں میں بھٹک کر طنون و ادہام کے گڑھوں میں جا گرے۔ قرآن کریم نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں ارشاد فرمایا: "ان یتبعون الا الظن وان ھدالا یحذرون" رہا یہ امر کہ خدا ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو اس کی معرفت ضروری ہے یا نہیں؟ تو یہ ایک علیحدہ موضوع ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ مصنوع کا وجود صانع کے وجود کی دلیل ہے۔ اور مصنوع کی تخلیق کسی حکمت و مقصد کے بغیر نہیں ہوتی اور کسی مصنوع کی حکمت تخلیق کا ثبوت ہو جانا اس مخلوق کے عبت ہونے کو مستلزم ہے۔ انسان کے اوصاف و خواص اس امر کی دلیل ہیں کہ وہ اپنے خالق کا منظر ہے۔ اب اگر وہ اس حقیقت کو پہچاننے کی صلاحیت

اس میں نسیب نہیں کہ انسان میں جسمانیات، حیوانیت اور ملکیت سب کچھ موجود ہے۔ جسم کے متعلقات و مناسبات جسمانیات کے لئے ضروری ہیں۔ جیسے زمان و مکان، تشکیل و تباہی، ہیئت و قدار و غیرہ۔ اور حیوانیت کے لوازمات و ملحقات حیوانیت کے لئے زم ہیں جیسے کھانا پینا اور اس کے متعلقات۔ اسی طرح ملکیت کے ملحقات و متعلقات کا ملکیت کے لئے ہونا ضروری ہے۔ جیسے تسبیح و سید لیکن جس طرح جسمانیات، حیوانیت و ملکیت تینوں انسان کے ارد گرد گھومتی ہیں اس طرح ان کے جملہ ضروریات و مناسبات بھی ضروریات و مناسباتِ انسانیہ کے اس پاس گردش کرتے ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ انسان کے کائنات کے خالق لطیف کا مجموعہ ہے۔ اور سب مخلوقات انسان کی اہم اور انسان سب کا مخدوم ہے۔ لہذا کل مخلوقات انسان کی ضروریات، خادم اور انسانی ضروریات سب کی مخدوم ہیں۔ گویا کل کائنات کی ضروریات، ضروریاتِ انسانیہ کے محور پر گھوم رہی ہیں۔ دنیائے انسانیت اے عظیم الشان نظام دامنِ نبوت سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان افراد انسانی کا رابطہ بارگاہِ نبوت سے قائم نہیں ہوا وہ حیوانیت اور ہیبت کے گڑھوں میں جا گرے۔

## ضرورتِ نبوت پر پہلی دلیل

مقصدِ تخلیق کے حصول کا موقوف علیہ ہمیشہ ضروری ہوا کرتا ہے

رکھنے کے باوجود نہ پہچانے تو اس نے توڑ اپنے وجود کو عبث قرار دے دیا۔ اور پہچانے تو چونکہ وہ ذات باری تعالیٰ کا مظہر ہے۔ لہذا اپنے آپ کو صبح معنوں میں پہچانا دراصل اپنے خالق کو پہچانا ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ "من عرف نفسه عرف ربه" لہذا ثابت ہو گیا کہ معرفتِ خداوندی کے بغیر انسان کا وجود عیب ہے اور اگر انسان چاہتا ہے کہ میرا وجود عبث نہ ہو تو معرفتِ الہیہ کے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ نہیں۔

## ضرورتِ نبوت پر دوسری دلیل

قانونِ فطرت یہ ہے کہ ہر نوع کے مدركات کو معلوم کرنے کے لئے اسی نوع کا ادراک کیا گیا ہے۔ مثلاً مہربان کو جاننے کے لئے ادراکِ بصری اور سموعات کے لئے ادراکِ سمعی۔ علیٰ ہذا القیاس پانچوں حواس کو لیجئے۔ ہر نوعِ حواس کے لئے اسی نوع کا حاسہ ہمارے اندر پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد معقولات کا وجود ہے جنہیں معلوم کرنے کے لئے عقل عطا فرمائی گئی۔ ادراکِ انسانی کی تکمیل دو حواسِ عقل سے آگے نہ تھی۔ مگر اس کی ضروریات کا تعلق ان دونوں سے آگے تھا۔ جسے علم غیب کہا جاتا ہے۔ جب تک اس عالم تک کسی کی رسائی نہ ہو اس مقام کے ساتھ متعلقہ انسانی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں۔ نبوت جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ اطلاعِ علی الغیب ہی کا نام ہے۔ لہذا انسانی ضروریات کے پورا ہونے کے لئے نبوت کا ہونا ضروری ہے۔

## ضرورتِ نبوت پر تیسری دلیل

حاسہ سببِ ادراک ہے اور اس سے غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے لہذا اس کے ازالہ کے لئے عقل کا اس پر حاکم ہونا ضروری تھا۔ مگر جب عقل بھی ٹھوکریں کھائے تو اس کا ازالہ نہ عقل کر سکتی ہے نہ تو اس۔ کیونکہ تو اس عقل کے محکوم ہیں اور عقل بحیثیت عقل ہونے کے مساوی ہے لہذا ضروری ہے کہ عقل پر ایسی چیز کو حاکم تسلیم کیا جائے جو غلطی سے پاک ہو۔ اور وہ نبوت ہے۔ کیونکہ نبوت ہی غلطی سے برآ ہے۔ لہذا اختلافِ عقل کی مضر توں سے بچنے کے لئے نبوت کو ماننا ضروری ہے

نبوت کا غلطی سے پاک ہونا ہی عصمتِ نبوت کا مفہوم ہے۔ معلوم ہوا کہ "عصمت" لازمِ نبوت سے ہے۔ اس مقام پر نزلاتِ انبیاء علیہم السلام سے وہم پیدا کرنا درست نہیں۔

## استدک

شاید اس بیان کی روشنی میں ضرورتِ نبوت کے ساتھ اجراءِ نبوت کا ضمیمہ پیدا کر لیا جائے۔ اس لئے گزارش ہے کہ ضرورتِ نبوت کے اجراءِ نبوت ہرگز لازم نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت مبعوث فرمایا جب کہ نوعِ انسانی اپنی حیات کے منازل طے کرتی ہوئی ایسے مرحلہ پر پہنچ گئی تھی کہ اس کے لئے جو نفاذ مقرر کیا جائے قیامت تک اس کی تمام ضروریات کے لئے ہی قابلِ عمل ہو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

آلِیَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

میں نے آج تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا۔ یہ ارشادِ خداوندی منکرینِ ختمِ نبوت کے اس شبہ کا تعلق قمع کرنے کے لئے کافی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوتِ محمدیہ کے دامن سے ایسا دین وابستہ ہے جو قیامت تک پیش آمدہ ضروریات کے پورا ہونے کا ضابطہ ہے۔ نبوت و رسالتِ محمدیہ ہی بنی نوعِ انسان کے ہر فرد کے لئے ضروری ہے۔ اس کے بعد کسی کو نبوت دیا جانا تصور نہیں۔ ضرورتِ نبوت کے لئے اجراءِ نبوت کو لازم سمجھنا اکمالِ دین کے منافی ہے۔ ضرورتِ نبوت کے بعد حکمتِ بعثت پر بھی غور کرتے چلیں تاکہ عصمتِ نبوت کا باہمی تعلق اور زیادہ واضح ہو جائے۔

## بعثتِ انبیاء کی حکمتیں

قرآن کریم میں بعثتِ انبیاء علیہم السلام کی حکمتیں بجزئیات میں بیان کی گئی ہیں جن میں بعض حسب ذیل ہیں۔

عز کی جائے تو یقیناً عصمت نبوت کا اقرار کرنا پڑے گا۔

کم از کم اتنی بات تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس کام کے کرنے کی صلاحیت کسی میں نہ ہو وہ کام اس کو سپرد نہیں کیا جاتا۔ ایک ظالم کو کسی عدالت پر بٹھانا، آن پڑھ آدمی کو علم و حکمت کی ٹونگا فنیوں کا کام سونپنا۔ کسی بیکار، ناشد و فاجر کو عیفات کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے متعین کرنا۔ بیمار و ناتواں کے سر پر بھاری بوجھ رکھ دینا۔ گم کردہ راہ سے ہدایت طلب کرنا، کسی عاقل کا کام نہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان امور کی صلاحیتوں کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ ان کی انجمن دہی کا منصب علیہم السلام کو سونپ دے؟ جب یہ ممکن نہیں تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کے ساتھ وہ تمام قوانین اور ضابطے بھی انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائی ہیں جن کا ہونا ان کے لئے ضروری تھا۔ اور یہی عصمت کا مفہوم ہے۔ جس کے بغیر نبوت ایسی ہے جیسے میانہ کے بغیر لنگھ اور روشنی کے بغیر سورج۔

\*\*\*\*\*

ہر قسم کے عمدہ و جدید زیورات کا اعلیٰ مرکز

الذین جبولرز

۱۵۳۔ اے بلاک علامہ اقبال روڈ

پی ای سی ایچ ایس کراچی ۲۹

فون۔ 438761

۱۔ وَمَا ارسلنا من رسول الا ليطاع

باذن الله ( پارہ ۵ سورہ نساء )

۲۔ وَمَا نرسل المرسلین الا مبشرین

و منذرین ( پارہ ۷ سورہ انعام )

۳۔ وَ من یطع الله ورسوله فقد

فاز فوزاً عظیماً ( پارہ ۲۲ سورہ لہذب )

۴۔ وَ من یطع الرسول فقد اطاع الله

( پارہ ۵ سورہ نساء )

۵۔ لقد من الله علی المؤمنین اذ بعث

فیہم رسول من انفسہم یتلو علیہم

۶۔ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب

والحکمة و ان کاذب من قبل لہی

ضلال مبین ( پارہ ۲ سورہ آل عمران )

ضرورت نبوت کے ضمن میں جن امور کو ہم نے بیان کیا ہے

یہ آیات مبارکہ روز روشن کی طرح ان کی تائید کرتی ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت سے متعلق حسب ذیل حکمتوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرانا۔

۲۔ عالم غیب سے متعلق آخرت کی نعمتوں کی خوشخبری دینا

اور عذاب الہی سے ڈرانا۔

۳۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا نجات کا آخری اور

سعادت ابدی کے لئے شرط ہونا۔

۴۔ اطاعت رسول کا اطاعت خداوندی ہونا تاکہ بندوں کے

لئے اطاعت الہی کی راہ متعین ہو جائے۔

۵۔ آیات الہیہ کی تلاوت کرنا۔

۶۔ ایمان والوں کا ظاہر و باطن پاک کرنا۔

۷۔ کتاب الہی اور حکمت و دانائی کی تعلیم دینا

بیان سابق کی تفصیلات کو ذہن نشین کرنے کے بعد

اگر نبوت و رسالت کے ان مناسب و بعثت انبیاء علیہم السلام پر

---

WITH THE BEST COMPLIMENTS

OF

**NAFIS PAPER MART**

Proprietor : **ABDUL NASIR KHAN**

**HASSAN ALI EFENDI ROAD**

**KARACHI — Phone : 218396**

---

# حُتْمِ نُبُوَّت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام ہو گیا۔ آپ آخری نبی اور رسول ہیں۔

اسلام کے بددہی عقائد سے مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی ہمیشہ واقف رہے ہیں اور چودہ سو برس کی تاریخ میں یہ بحث کبھی نہیں پیدا ہوئی کہ نبوت کی بھی کچھ قسمیں ہیں اور ان میں سے کوئی خاص نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی باقی ہے نبوت کی تشریحی و غیر تشریحی، ظلی و بروزی یا مجازی اور لغوی اقسام کا نہ قرآن و حدیث میں کوئی اشارہ تک ملتا ہے، نہ علماء سے امت ان سے واقف تھے البتہ اس دور میں تعلیمات اسلامی سے عام غفلت اور جہالت نے اور فتنوں کی طرح اس فتنے کا در بھی دکھایا۔ سب سے پہلے باب اور بہا کے فرقے نے اس مسئلے میں اجماع امت سے اختلاف کیا مگر وہ بھی اس کو علمی رنگ نہ دے سکے اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے بحث کا دروازہ کھولا مگر اس بحث میں بھی اس قدر الجھاؤ اور تضاد کی کار فرمائی ہے کہ خود ان کے ماننے والے بھی تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک فرقہ ان کو صاحب شریعت نبی اور رسول مانتا ہے۔ یہ ظہیر الدین اردپنی کا فرقہ ہے دوسرا ان کو غیر تشریحی نبی کہتا ہے۔ یہ قادیانی پارٹی ہے جس کا مرکز اب ربوہ میں ہے تیسرا فرقہ مرزا صاحب کو رسول نہیں بلکہ مسیح موعود یا مہدی موعود متکسر اور دیتا ہے یہ لاہوری پارٹی ہے۔

## قادیانی مغالطے

حقیقت میں مرزا صاحب کے دعوئے نبوت میں ایک تدریجی ارتقاء ہے۔ ابتدا میں ان کا عقیدہ جمہور اہل سنت کے مطابق تھا ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو انہوں نے جامع مسجد دہلی کے ایک جلسہ عام میں ایک تحریری بیان دیا جس میں کہا گیا :-

اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف قرار کرتا ہوں، کہ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (تبلیغ رسالت حصہ دوم ص ۲۳)۔

پھر ۱۸۹۹ء کے بعد مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں نبی اور خاتم النبیین کی انوکھی تعریف کرنا شروع کر دی۔ مثلاً

”اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا، یعنی آپ کو نافضہ کمال کیلئے مہر دی، جو کسی اور نبی کو سرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے اور آپ کی توجہ روحانی بنی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔“ (حقیقتہ الوحی ص ۹۷ حاشیہ۔ از مباحثہ راولپنڈی ص ۱۴۱)

اس عبارت میں انہوں نے اپنے نبی ہونے کے لئے گویا دلیل بیان کی ہے بالآخر بیسویں صدی کے اوائل میں انہوں نے کھلے طور پر رسالت اور وحی اور نبوت کا دعویٰ کر دیا مثلاً۔ ”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“ (دافع البلاء ص ۱۱۰) ”حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوئی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ، بلکہ ہزار دفعہ۔“ (برابین احمدیہ ص ۲۹۸) اور اس کے بعد تو انہوں نے تمام تکلفات کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف صاحب شریعت رسول ہونے کا دعویٰ کیا، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ہمسری بلکہ ان سے افضلیت کا دعویٰ کیا، ان کو نبیین میں متعہد عبارتیں لکھیں، حتیٰ کہ خود سرور کو نبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے آپ کو بڑھانے کی جسارت سے بھی باز نہ آئے۔ ”محمدؐ میں اور ہمارے میں بڑا فرق ہے کیوں کہ مجھے تو ہر ایک ذقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے!“ (نزول المسیح ص ۹۶)۔ اس منزل پر پہنچ گئے تو مرزا صاحب نے عامۃ المسلمین سے علیحدہ ایک امت کی

بنیاد ڈالی اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں ہے" (حقیقۃ الوحی ص ۱۶) از خاتمہ بحث ص ۲۶)

ان کی تحریریں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو بنی بننے کا شوق دامن گیر ہوا تو خاتم النبیین اور مسئلہ نبوت کو اپنی راہ میں حائل پا کر انہوں نے اس کی تحریف و تاویل شروع کر دی کبھی خاتم النبیین ہی کے معنی بدل کر مہر نبوت قرار دیا۔ کبھی ختم نبوت کے معنی اپنے مشہور و معروف معنی میں رکھ کر ظلی برداری قسم کی نبوتیں ایجاد کیں، اور ظل بنی کو (معاذ اللہ) عین محمد و احمد بنا کر ختم نبوت کی زسے باہر آنے کی سعی فرمائی اور کہیں ختم نبوت میں یہ شرط بڑھا کر اس سے گلو خلاصی کی کوشش کی کہ ختم ہونے والی نبوت تو وہ ہے، جس کے ساتھ شریعت بھی ہو، مطلق نبوت کا اجتنام مراد نہیں!۔

ایک منصف مزاج اور سلیم الفہم آدمی کیلئے تو خود مرزا صاحب کی متضاد اور بے بنی باتیں ہی ان کے دعویٰ اور عقائد کو یکسر مسترد کر دینے کو کافی ہیں تاہم عام مسلمانوں کے سمجھنے اور سمجھانے کیلئے مسئلہ ختم نبوت کے تمام پہلوؤں کو قرآن حدیث، آثار صحابہ اور سلف صالحین و علمائے دین کے اقوال کے ذریعے واضح کرنا ضروری ہے۔

### ختم النبوة فی القرآن

قرآن کریم سے کسی مسئلے کو ثابت کرنے کیلئے علمائے اہل استدلال نے چار طریقے طے کئے ہیں۔ اول عبارت النقص، دوم اشارۃ النقص، تیسرے دلالت النقص اور چوتھے اقتضا النقص۔ کلام پاک میں ننانوے آیات ایسی موجود ہیں جو ان چاروں سے کسی نہ کسی طریقے سے ختم نبوت کا ثبوت جہتاً کرتی ہیں چنانچہ اس باب میں پہلی اور صریح ترین آیت یہ ہے:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (الاحزاب : ۴۰)

نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا!

اس آیت کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ چند روز پہلے ہی وحی کے

ذریعے عرب کے اس رواج کو مسترد کیا گیا تھا جس کے تحت لے پاک اولاد کو حقیقی اولاد کا درجہ دیا جاتا تھا۔ اس رواج کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام اور متبنی حضرت نبی بن حارث کی مطلقہ حضرت زینب سے حکم خداوندی کے مطابق نکاح فرمایا اس پر کفار نے شور مچایا کہ یہ کیسا نبی ہے جو اپنے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرتا ہے اسی طعن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ اس لئے آپ پر یہ الزام بے محل ہے اس امر واقع کے بیان کر دینے کے بعد اس سے پیدا ہونے والے ممکنہ شبہات کے ازالے کیلئے فرمایا گیا: "لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں" مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آپ کے کوئی صلیبی فرزند نہیں، اور آپ اس اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہیں، لیکن آپ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں، اور رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ جو لوگ حضور کو تبراد و مقطوع النسل ہونے کا طعنہ دیتے تھے، انہیں بھی اسی آیت میں جواب دے دیا گیا ہے کہ رسول تو اپنی پوری امت کا باپ ہوتا ہے اور محمد چونکہ قیامت تک کے لئے نبی ہیں لہذا آپ کی ردحان اولاد کا بھی کوئی شمار نہیں۔

اس جگہ لفظ "خاتم النبیین" کے اضافے کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی

ہے کہ اس طرح اقوام عالم کو خبردار کر دیا گیا۔ یہ ہمارا آخری رسول ہے۔ اس کے بعد کوئی پیغمبر نہ بھیجا جائے گا۔ اس لئے دین و دنیا کی اصلاح چاہتے ہو تو اس کی تصدیق کرو۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ماکان محمد اباحد میں نفسی البوت سے دم ہوتا ہے کہ آپ میں شفقت پداری بھی نہ ہوگی، اس دم کو رفع کرنے کے لئے و لکن رسول اللہ کے الفاظ بڑھائے گئے یعنی اگرچہ آپ کسی مرد کے نسبی باپ نہیں، لیکن رسول اللہ ہونے کی حیثیت سے نسبی باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: وخاتم النبیین یعنی جب ہر رسول اپنی امت کا شفیق باپ ہوتا ہے تو خاتم النبیین تو تمام انبیاء سے زیادہ شفیق اور مہربان ہوں گے جن انبیاء کو اپنے بعد اور رسولوں کے آنے کی توقع ہوتی تھی، ان سے اگر کوئی چیز رہ جاتی تو بجز میں آنے والے اس کی تکمیل کر دیتے تھے لیکن تمام انبیاء کے خاتم کو یہ فکر تھی کہ آگے کا راستہ اتنا صاف کر دیا جائے کہ قیامت تک آنے والے انسان گمراہ نہ ہوں۔ چنانچہ ہمارے آقائے نامدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کی



## انادیت ختم نبوت

جس طرح قرآن پاک کی نالوے آیات ختم نبوت کا ثبوت فرما رہی ہیں، اسی طرح دوسو دس صحیح احادیث میں اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان میں ایک سو سے زیادہ احادیث متواتر ہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے:

جن حضرات نے آنحضرت کی نبوت اور معجزات اور قرآن مجید کو نقل کیا ہے، ان میں کثیر التعداد حضرات کی نقل سے آنحضرت کا یہ فرمان بھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں؛ (الملل والنحل ج ۱ ص ۷۷) اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث لابی بعدی نہ صرف متواتر ہے بلکہ اس کا تواتر بھی اسی درجے کا ہے جس درجے کا آپ کی نبوت، معجزات اور قرآن مجید کا تواتر ہے۔ اب ان احادیث میں سے چند کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا، اور اس کو بہت عمدہ آرائش دیا، پھر اس کے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی، پس لوگ اس کو دیکھنے جوق درجوق آتے ہیں، خوش ہوتے ہیں، اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پر کیا، اور مجھ سے ہی قصر نبوت مکمل ہوا، اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔ (یا) مجھ پر تمام نسل ختم کر دیے گئے۔ (بخاری، مسلم، احمد، نسائی اور ترمذی نے روایات کیا۔)

حضرت ابو حازمؓ فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ رہا، میں نے خود سنا کہ وہ یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے جب کسی بنی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے بنی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی بنی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے، اور بہت ہوں گے؛ صحابہ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ! ان خلفاء کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں؟“ فرمایا:

”یقیناً کو ایسا ہوا چھوڑا ہے، جس میں رات اور دن برابر ہے۔ اب نہ ہمیں شریعت سابقہ کی حاجت ہے، نہ لاحقہ کی۔ نہ کسی جدید نبی کی ضرورت نہ جدید شریعت کی۔“

## بشریعت

قرآن مجید کی جس آیت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی شریعت کی اہدائی تکمیل کا اعلان کیا گیا، وہی ختم نبوت کے ثبوت میں واضح دلیل ہے۔ ارشاد ہوا:

وَمَّا كَمُلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَوَضَعْتُ يَدِي بِالْإِسْلَامِ دِينًا (المائدہ: ۳)

”آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، اور اس لئے دین اسلام ہی پسند کیا۔“

آیت مذکورہ میں اکمال دین کی جس زاویے سے بھی تفسیر کی جائے، یہی ہے کہ اس دین کے بعد کوئی دین، اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی تا قیامت پیدا نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، آیت کے بعد نہ کوئی حلال کرنے والا نازل ہوا، اور نہ حرام کرنے والا، نہ کوئی چیز فرض و سنن ہیں اور نہ کوئی چیز حدود و حدود کے احکام میں ہے۔ (تفسیر مظہری ص ۸ سورہ مائدہ) اور حدیث میں ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو فاروقِ عظیمؓ رونے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں روتے ہو، فاروقِ عظیمؓ نے عرض کیا:

”ہم اپنے دین میں زیادتی اور ترقی میں تھے۔ لیکن جب وہ کامل ہو گیا ہے۔ (عادت الہی اسی طرح جاری ہے کہ جب کوئی شے کامل ہو جاتی ہے تو مردہ ناقص ہو جاتی ہے۔“ آنحضرت نے فرمایا:

”تم نے سچ کہا، اور یہی آیت آنحضرت کی وفات کی خبر سمجھی گئی، آپ اس کے بعد صرف ایک سو روز اس عالم میں زندہ رہے۔“

فاروقِ عظیمؓ کا یہ واقعہ مذکورہ الصد تفسیر کی روشنی میں دلیل اور کھلی شہادت ہے کیوں کہ اگر اکمال دین اور تمام نعمت سے نزول احکام دین کا اختتام اور نبوت کا انقطاع اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مراد نہ تھی تو فاروقِ عظیمؓ کا اس موقع پر رونے اور بے عقل اور بے معنی ہوجانے کا۔

”ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت کرو اور ان کے حق اطاعت کو لپوڑا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی رعیت کے متعلق ان سے سوالات کہے گا“ (بخاری، مسلم، احمد، ابن ماجہ، ابن جریر اور ابن شیبہ نے روایت کیا) حضرت جابر بن مطعم روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میں محمد ہوں، اور میں احمد ہوں، اور میں ماجی ہوں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر مٹا دے گا، اور میں حاضر ہوں یعنی میرے بعد ہی قیامت آئے گی اور حاضر ہونا ہوگا، (یعنی کوئی نبی میرے اور قیامت کے درمیان نہ آئے گا) اور میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بعد اور کوئی نبی نہ ہو“ (بخاری، مسلم اور ابوالنعمان نے روایت کیا)۔

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: ”تم میرے ساتھ ایسے ہو، جیسے حضرت ہارون موسیٰ کے ساتھ تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، بخاری اور مسلم نے غزوہ بنو نضیر کے باب میں یہ حدیث روایت کی مسلم کی روایت میں اتنی بات اور زیادہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہاد میں حضرت علیؑ کو ساتھ نہیں لیا، بلکہ گھر پر چھوڑ دیا حضرت علیؑ نے (بطور نیاز مندانہ شکایت) عرض کیا: ”آپ نے مجھے غور توں اور پتھروں کے ساتھ چھوڑ دیا!“ آپ نے (ان کی تسلی کیلئے) ارشاد فرمایا:

”کیا تم اس پر راضی نہیں کیا کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ، جیسے ہارون موسیٰ کے ساتھ؟ (یعنی جس طرح حضرت موسیٰ کو وہ طور پر تشریف لے جاتے وقت ہارون کو نبی اسرائیل میں اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے تھے، اسی طرح تم اس وقت میرے نائب ہو) لیکن میرے بعد نبوت نہیں“ اس لئے تمہارا مرتبہ اگرچہ ہارون کا سب سے کم ہے، مگر تم کو حاصل نہیں) اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: اَلَا اِنَّكَ لَسَدَّتْ نَبِيًّا (مگر تم بنی نہیں ہو)۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دو جماعتوں میں جنگ عظیم رونما نہ ہو، حال اُن کہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہو اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ تقریباً تیس دجال کاذب دنیا میں نہ آچکیں، جن میں

سے ہر ایک یہ کہتا ہوگا کہ میں اللہ کا رسول ہوں“ (بخاری، مسلم اور احمد نے روایت کیا)۔

حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”قریب ہے کہ میرا امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں بنی ہوں، حال اُن کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا“ (مسلم نے روایت کیا)۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی، اول یہ کہ مجھے جامع الکلم دینے کے دوسرے یہ کہ رعب سے میری مدد کی گئی (یعنی مخالفین پر میرا رعب پڑ کر انہیں مغلوب کر دیتا ہے) تیسرے میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا۔ (بخلاف انبیاء سابقین کے کہ مال غنیمت ان کے لئے حلال نہ تھا، بلکہ آسمان سے ایک آگ نازل ہوتی تھی جو تمام مال غنیمت کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی) اور یہی جہاد کی مقبولیت کی علامت سمجھی جاتی تھی چوتھے، میرے لئے تمام زمین نماز پڑھنے کی جگہ بنا دی گئی (بخلاف انہی کے کہ اُن کی نماز صرف مسجدوں ہی میں ہو سکتی تھی)، اور زمین کی مٹی میرے لئے پاک کرنے والی چیز بنا دی گئی (یعنی بہ وقت ضرورت تیمم جائز کیا گیا، جو پہلی امتوں کے لئے جائز نہ تھا) پانچویں، میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں (بخلاف انبیاء سابقین کے کہ وہ خاص خاص قوموں کی طرف کسی خاص اقلیم میں ایک محدود زمانے کے لئے مبعوث ہوتے تھے) چھٹے، حج پر تمام انبیاء ختم کر دیئے گئے“ (مسلم نے روایت کیا)۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں دروازے کا پردہ کھولا۔ آپ کا سر مبارک مرض کی وجہ سے بندھا ہوا تھا۔ ادھر لوگ صدیق اکبرؓ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ”نبوت میں کوئی جزو باقی نہیں رہا، مگر وہ اچھا خواب جو مسلمان دیکھتا ہے، یا اس کیلئے کوئی اور دیکھے“ (مسلم اور نسائی نے روایت کیا)۔

### عجیب تاویلات

ختم نبوت کے منکرین قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کی ان صراحتوں

ہے کہ آنحضرت کے کامل اتباع سے کوئی شخص عین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتاہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ابتداء کے اسلام سے مرزا غلام احمد کی پیدائش تک کسی اور کو یہ کامل اتباع کیوں نصیب نہیں ہوا؟ صدیق اکبر رضی، فاروق اعظم رضی، عثمان غنی رضی، علی مرتضیٰ رضی خیر الخلق بعد الانبیاء کے مصداق ہیں۔ اور حدیث میں لوکان بعدی نبی دکان عمر وغیرہ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں، تو کیا یہ حضرات بھی طلی طور پر محمد مصطفیٰ بن گئے تھے؟

### نبوت کا چھیا لیسواں حصہ

صرف یہی نہیں کہ قرآن میں بروز بروز نبی کے پیدا ہونے کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ بہت سی احادیث بھی اس عقیدے کا صاف صاف بطلان کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ حدیث ملاحظہ کیجئے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! نبوت کا کوئی جزو، سوائے اچھے خوابوں کے باقی نہیں رہا! (بخاری اور مسلم نے روایت کیا)۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ نبوت بالکل ختم ہو چکی ہے سلسلہ وحی منقطع ہو گیا۔ البتہ اجزائے نبوت میں سے ایک جزو، مبشرات، باقی ہے یعنی جو سچے خواب مسلمان دیکھتے ہیں، یہ بھی نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے اس کی تشریح بخاری ہی کی دوسری حدیث میں اس طرح آتی ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہے۔ اب ذرا قادیانی عقل کج مزاج کی دلیری ملاحظہ کیجئے کہ اسی حدیث سے بقلائے نبوت ثابت کرتے ہیں کہا جاتا ہے اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ نبوت کا ایک جزو باقی ہے اسی سے نفس نبوت کا بقا ثابت ہوتا ہے، جیسے پانی کا ایک قطرہ بھی باقی ہو تو پانی کو پانی کہا جاسکتا ہے۔ اسی طرح نبوت کا جزو باقی ہونا، خود نبوت کا باقی ہونا ہے۔ اگر یہ منطقی مان لی جائے کہ کسی شے کے ایک جزو کے وجود کو کل کا وجود قرار دیا جاسکتا ہے، تو پھر ایک اینٹ کو پورا مکان کہنا بھی درست ہوگا! کھانے کے بیس اجزاء میں سے ایک جزو نمک ہے تو نمک کو کھانا کہنا بھی روا ہوگا! اور پھر تو شاید ایک دھاکے کو کپڑا کہنا بھی جائز ہوگا! اور ایک انگلی کے ناخن کو انسان، اور ایک ری کو چار پائی بھی کہا جائے اور ایک میخ کو کواڑ بھی! میخ لچر اور ناقابل ذکر بات ہے،

سے پیچھا چھڑانے کے لئے عجیب و غریب تاویلات کا ہمارا لیتے ہیں، اور قرآن و حدیث سے تحریف کرتے ہیں۔ مثلاً مرزا غلام احمد نے بنی بننے کے آیت ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰،

کہ نبوت کا ایک جزو باقی ہونے سے نبوت کا بقا ثابت کر ڈالا۔

اس حدیث میں قابل لحاظ بات تو یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے انقطاع نبوت کے ذکر کے ساتھ صرف روایات صالحہ کے بقا کا ذکر فرمایا ہے اور کسی قسم کی نبوت کا نام نہیں لیا۔ گویا نبوت کی کوئی قسم آپ کے بعد باقی نہیں، بلکہ نبوت کے تمام اجزاء اور اقسام کے بالکل انقطاع کی خبر دے کر صرف ایک جزو یعنی روایات صالحہ کا استثنا فرمایا گیا ہے۔ اب البیان کیجئے کہ اگر سوائے روایات صالحہ کے اور بھی کوئی جزو یا کوئی نوع، یا کوئی قسم نبوت کی باقی رہنے والی تھی، تو اس کا استثنا کیوں نہیں فرمایا گیا۔

مرزا صاحب نے اپنی اسلام دشمنی پر پردہ ڈالنے کے لئے کبھی فرمایا کہ ختم نبوت کا مسئلہ تو میرا ایمان ہے، مگر صرف تشریحی نبوت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت غیر تشریحی ہے، اور میری نبوت ظلی و بزوری ہے اور کہیں لکھا ہے کہ مستقل نبوت ختم ہوئی ہے، اور میری نبوت غیر مستقل ہے۔ عرض ان متعارض اور متضاد اقوال کو اختیار کر کے وہ سمجھے کہ ہماری نبوت بھی سیدھی ہوگی اور مسلمانوں کے سامنے یہ کہنے کی گنجائش بھی باقی رہ گئی کہ ہم قرآن و حدیث کے صریح حکم یا امت کے اجماعی عقیدہ ختم نبوت کے منکر نہیں ہیں لیکن اس حدیث نے مرزا صاحب کے سارے منصوبے خاک میں ملادئے۔

### ختم نبوت اور نزول مسیح

آیت خاتم النبیین کی روشن دلیل کے بارے میں تسکین و شبہات پیدا کرنے کی غرض سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر آنحضرتؐ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آسکتا تو آخر زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام، جو متفق علیہ نبی ہیں، کیسے آسکتے ہیں؟ حالانکہ ان کا قیامت کے قریب آنا مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے اور قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہے غرض یا ختم نبوت سے انکار کیجئے، یا نزول مسیح سے ہاتھ اٹھائیے۔ یہ شبہ خلطِ مجتہد کا شاہکار ہے۔ حقیقت میں ان دونوں عقیدوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔ اور اس کے دلائل یہ ہیں:

عربی لغت اور محاورے کی رو سے خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معنی یہ ہیں کہ آپ دھند نبوت کے سافق (اس عالم میں) سب سے آخر میں منصف ہوئے یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی، اس

کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء و نجات پا گئے ہوں یا اہل عرب جب خاتم الاولاد یا آخر اولاد بولتے ہیں تو مراد یہی ہوتی ہے کہ یہ سب سے آخر میں پیدا ہوا، نہ یہ کہ پہلی تمام اولاد کا صفایا ہو چکا۔ حدیث میں اسی مفہوم کی صراحت یوں ہے کہ حضرت سہل بن سعد الساعدی راوی ہیں کہ حضرت عباسؓ نے آنحضرتؐ سے ہجرت کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا: ”اے میرے چچا! اپنی جگہ چھڑے رہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہجرت ختم کر دی ہے، جیسا کہ مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا ہے“ (طبرانی، البوئیم، ابوعلی، ابن عساکر، اور ابن النجار نے روایت کیا) دیکھئے خود، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کو ختم ہجرت کی تمثیل میں پیش فرما کر بحث کا خاتمہ فرما دیا۔ کسی ادنیٰ سمجھ بوجھ والے آدمی پر بھی یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ وہ حضرت عباس کے خاتم المہاجرین ہونے کو ان سے پہلے مہاجرین کے دنیا میں باقی رہنے کا مخالف یا معارض سمجھے یا حضرت عباسؓ پر ختم ہجرت کا یہ مطلب قرار دے کر ان سے پہلے کے سب مہاجرین مہر جکے۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ و اذ اخذنا من ابنیہن میثاقہن و منک و من نوح رالاحزاب: ۷ کی تفسیر میں فرمایا:

”میں خلقت میں سب انبیاء سے پہلے اور بعثت میں سب کے آخر میں ہوں۔“ اس حدیث نے بھی خاتم النبیین کے معنی کو بالکل صاف کر دیا ہے مراد یہ ہے کہ آپ کی بعثت دنیا میں سب سے آخر میں ہوئی، نہ یہ کہ آپ سے پہلے سارے انبیاء کے کرام و نجات پاچکے تھے علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ کے نزول سے متعلق احادیث میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آپ اس دنیا میں جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو نبی کی حیثیت سے نہیں، بلکہ اہم کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور شریعت محمدیؐ کی پیروی کریں گے۔

### انکار ختم نبوت کی سزا

قرآن و حدیث، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ و مفسرین ختم نبوت کے اس اجماعی عقیدے پر نہ صرف کلی طور پر متفق ہیں، بلکہ اس سے انکار کرنا اور آیت خاتم النبیین کی خلاف اجماع تادیل کرنے کو قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے۔

اس نص صریح کی تکذیب کہ تلمبے جس کے متعلق امت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں۔

امام حدیث علامہ شاطبیؒ، جو آٹھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف امام ہیں، اپنی کتاب ”اعتصام“ میں ان لوگوں کی ایک مختصر فہرست شمار کرتے ہیں، جنہوں نے نبوت یا وحی یا عصمت کا دعویٰ کیا اور امت کے اجماع نے ان کو واجب القتل سمجھا۔ اسی سلسلے میں امام موصوف نے ناز آزی نام کے ایک شخص کا واقف لکھا ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس نے بہت سے ایسے شعبدے بھی دکھائے جو کرامت یا خارق عادت سمجھے جاتے ہیں عوام ہرزمانے میں عجائب پرست ہوتے ہیں چنانچہ اس وقت بھی ایک گروہ اس کے ساتھ ہو گیا یہ شخص بھی مرزا غلام احمد کی طرح اتباع قرآن کا مدعی تھا اس لئے اس نے آیت خاتم النبیین کی ایسی تاویلات شروع کیں جن کے ذریعے آں حضرت کے بعد کسی نبی کی گنجائش نکل آئے، مگر علماء دین نے اس کے دعوے اور تاویلات کو اتفاق رائے سے کفر و الحاد قرار دیا۔ چنانچہ اس زمانے کے امام مقتدر شیخ المشائخ ابو جعفر ابن زبیر کے فتوے پر اس کو قتل کر دیا گیا۔

## میرزا فرشتک مبینی

رام تلاؤ و بالمقابل جامع مسیڈ رام باغ

فون 215336

برانچ

پی ای سی ایچ سوسٹی 78/79 ڈی زری مارکیٹ کراچی

ہے ہیں سید محمد آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور دستاویز تفسیر صریح فی میں حضرت عیسیٰ کے نزول کے خلاف شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے مراد ہے کہ آپ کے اس عالم میں وصف نبوت کے ساتھ منصف ہونے کے وصف نبوت کا پیدا ہونا بالکل منقطع ہو گیا۔ جن دانس میں سے کسی میں یہ وصف پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مسئلہ ختم نبوت اس عقیدے سے ہرگز معارض نہیں، جس پر امت نے اجماع کیا ہے اور جس میں حادثہ نبوت کو پہنچی ہوئی ہے، اور شاید درجہ تو اتر معنوی کو پہنچ جائیں، اور اس پر قرآن نے تصریح کی ہے، اور جس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس نکر، مثلاً فلاسفہ کو کافر سمجھا گیا ہے، یعنی آخر زمانے میں نزول عیسیٰ سلام کیوں کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں نہ ملنے سے پہلے وصف نبوت کے ساتھ منصف ہو چکے تھے۔“

اسی آیت کی شرح کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ مزید فرماتے ہیں:

”اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر النبیین ہونا ان مسائل سے ہے جن پر قرآن بول اٹھا، اور جس پر احادیث نے صاف صاف یہی اور جس پر امت نے اجماع کیا۔ اس لئے اس کے برخلاف دعویٰ نے ذلے کو کافر سمجھا جائے گا، اور اگر تو بہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا۔“

حجتہ الاسلام امام غزالی قدس اللہ سرہ، جو علوم ظاہرہ و باطنہ مسلم امام ہیں، آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں ایک ایسا مضمون تحریر کرتے ہیں کہ گویا قادیانی فتنہ ان پر منکشف ہو گیا تھا، اسی کی رد کیلئے لفاظ لکھے ہیں:

”خوب سمجھ لو کہ تمام امت نے خاتم النبیین کے لفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آں حضرت کے بعد نہ کوئی نبی ہے، نہ کوئی اور اس پر جس اجماع و اتفاق ہے کہ نہ اس آیت میں کوئی تاویل ہے اور نہ تخصیص، اور جس شخص نے اس آیت میں کسی قسم کی تخصیص کی ہے اس کے ساتھ کوئی تاویل کی، اس کا کلام ایک بکواس و بد بیان ہے، اور تاویل اس کے اوپر کفر کا حکم کرنے سے روک نہیں سکتی کیوں کہ وہ

**With the best Compliments**

**of**



**M/s. Nasir & Co.**

**A/3, AKBAR ROAD, PREEDY STREET,**

**KARACHI - 3.**



نمبر ۱: سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم نہیں کر سکتا وہ خود رحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے۔ لہذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو راجحاً للعالمین نہیں ہو سکتے۔ جب آیت قرآنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راجحاً للعالمین ہونا ثابت ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

نمبر ۲: دوسری بات یہ ہے کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم کے مال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کریگا اس کی مثال ایسی کہ فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کر کے ظالم کے ظلم سے اسے بچائے اسی خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے۔ عمرو اس کی درخواست سن لیتا ہے مگر اسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا حال کیا ہے؟ وہ نہیں جانتا کہ یہ کس صیبت میں مبتلا ہے اور کس نوعیت کے رحم کا طالب ہے اسلئے وہ اس سے درخواست کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے اور کس طرح کی جہانی چاہتے ہو، اب اگر زید اسے اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا ہے آپ میرا حال نہ پوچھئے بس مجھ پر رحم کر دیجئے، تو کیا عمرو اس پر رحم کر سکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں جب تک وہ اپنا حال نہ بتائے اور عمرو اس کے حالات سے پوری طرح باخبر نہ ہو اس وقت وہ اس پر رحم نہیں کر سکتا۔ آیت قرآنیہ کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم راجحاً للعالمین تو جب تک حضور تمام عالمین کا ماسوی اللہ جمیع کائنات و مخلوقات کے حالات کو نہ جانیں اور جمیع ماکان مایکون کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو اس وقت تک حضور راجحاً للعالمین نہیں ہو سکتے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام راجحاً للعالمین ہونا ثابت ہے تو کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

نمبر ۳: تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار نہ رکھتا ہو مثال کے طور پر ایک شخص شب و روز مقیم ہے دو دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت میں مشغول رہتا ہے اور عبادت

اور ریاضت کرتے کرتے وہ اس قدر ضعیف و ناتواں ہو گیا ہے کہ اس لئے چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا تک دشوار ہو گیا ہے اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کے الزام میں پکڑ کر تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور وہ بے گناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حال سے اچھی طرح باخبر ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ آپ بگناہ ہیں مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے؟ ہمارے پاس وہ قدرت و اختیار نہیں کہ آپ کو تختہ دار سے بچالیں، اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا اختیار نہ ہو اور قدرت نہ پائی جائے اس وقت تک ہم آپ پر رحم نہیں کر سکتے معلوم ہونا قدرت و اختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کیلئے ضروری ہے جب حضور تمام مخلوقات اور کل کائنات کیلئے علی الاطلاق رحم ہیں تو ہر ذرہ کائنات تک رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار بھی حضور کیلئے حاصل ہے۔

نمبر ۴: چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت و اختیار سے کام چلنا نہیں چلتا کسی پر رحم کرنے کیلئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو اور مرحوم راحم کے قریب ہو۔

اس بات کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھئے کہ مثلاً آپ نین فرلانگ کے فاصلے سے کھڑے ہیں اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خوشخوار دشمن نے آپ کے مخلص دوست پر حملہ کر دیا وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا۔ آپ اس کی مدد کیلئے دوڑے اور خلوص قلب سے اس پر رحم کرنے کیلئے آگے بڑھے مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب غور کریں آپ زندہ بھی ہیں اور اس دوست کو بچشم خود ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں اور اس کے حال کے عالم بھی ہیں، رحم کرنے کی قدرت اور طاقت بھی آپ کے اندر پائی جاتی ہے۔ آپ اپنے اختیار سے رحم کر سکتے ہیں لیکن صرف اس وجہ سے کہ وہ مخلص دوست آپ سے دور ہے اور آپ اس سے دور ہیں، آپ اپنی حیات و قدرت و اختیار کے باوجود بھی اس پر رحم نہیں کر سکتے ہیں معلوم ہو کہ رحم کرنے کیلئے راحم کا مرحوم سے قریب ہونا بھی ضروری ہے۔ جب آیت قرآنیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تمام جہانوں اور مخلوقات کے ہر ذرے کیلئے راحم ہونا ثابت ہو گیا تو یہ امر بھی واضح ہو گا۔



صلی اللہ علیہ وسلم آواز اور ہوا سے بھی زیادہ لطیف ہیں ہوا اپنے مقام محدود ہے آگے نہیں بڑھ سکتی اور آواز ہوا سے آگے نہیں جا سکتی لیکن جہاں آواز اور ہوا بھی جا سکتے آواز اور ہوا تو کیا! یوں کہتے ہیں کہ جہاں جبریل امین علیہ السلام کا بھی گزرنہ ہو سکتے وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہیں بلکہ جہاں زمانہ اور مکان بھی نہ پایا جا سکے وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پائے جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ لطافت ایسی صفت ہے جس کے ہوتے قرب اور بعد مکانی کا اشکال باقی نہیں رہتا اور حضور تو ایسے لطیف ہیں کہ تمام کائنات میں کوئی چیز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر لطیف پیدا نہیں ہوئی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ توبات شریف جلد ۱۸ مطبوعہ نوکشتور کھنڈو میں فرماتے ہیں کہ رسول کا سایہ نہ نختایہ دلیل ہے ہر چیز کا سایہ اس چیز سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ اگر رسول کا سایہ ہوتا تو رسول کے وجود مبارک سے زیادہ لطیف ہوتا اور حضور کے وجود مبارک کے برابر کوئی لطیف چیز جہاں میں پیدا نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ اس سے زیادہ لطیف ہو۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے قریب ہی وقت ہو سکتے ہیں جب اعلیٰ درجے کے نورانی، روحانی اور لطیف ہوں چونکہ ارحم الراحمین ہونے کی وجہ سے ان تمام جہانوں سے قریب ہونا ضروری ہے، اس لئے ان کا روحانی، نورانی اور لطیف ہونا بھی ضروری ہوا۔ ایک آیت سے پانچ مسئلے وحیات کے ساتھ ثابت ہو گئے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کیلئے رحمت فرمانے والے ہیں لہذا زندہ ہیں اور تمام کائنات کے حالات و کیفیات کے عالم میں بھی ہیں اور ساتھ ہی عالم کے ہر ذرے تک اپنی رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت اور اختیار بھی رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی تمام عالم کو محیط اور کائنات کی ہر شے سے قریب بھی ہیں نیز ایسے روحانی نورانی اور لطیف ہیں کہ جس کی بنا پر آپ کا کسی ایک چیز سے قریب ہونا دوسری چیز سے بعید ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ بیک وقت تمام افراد عالم سے یکساں قریب ہیں۔

وَ اِخْوَدُ عَوْنًا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط



کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت و نورانیت کے ساتھ تمام کائنات کے قریب ہیں اور ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہے۔  
ایک شہ کا ازالہ: اگر یہاں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ ایک ذات تمام جہانوں کے قریب کیسے ہو سکتی ہے؟ ایک فرد کسی ایک سے قریب ہو گا تو اس کے علاوہ باقی سب سے دور ہو گا یہ کس طرح ممکن ہے کہ فرد واحد افراد کائنات میں سے ہر فرد کے قریب ہو۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن دو آدمیوں کے درمیان نزدیکی متصور ہے اگر وہ دونوں کثیف ہوں تو واقعی ایسا ہی ہو گا کہ فرد واحد افراد مختلف فی الزمان و المکان سے بیک وقت قریب نہیں ہو سکتا اور اگر دونوں لطیف ہوں یا دونوں میں سے کوئی ایک لطیف ہے تو جو لطیف ہو گا وہ بیک وقت تمام موجودات کائنات سے قریب ہو سکتا ہے جس میں کوئی شرعی یا عقلی استحالہ لازم نہیں آتا دیکھئے ایک ہی قرآن سارے جہان میں پایا جاتا ہے مشرق و مغرب شمال و جنوب، افریقہ و امریکہ، چین و جاپان میں ہر مسلمان حافظ قرآن کے سینے میں ایک ہی قرآن ہے اور وہ ایک ہو کے باوجود سب سے قریب ہے عالم محسوسات میں شکل و صورت اور آواز ہی کو لے لیجئے، ایک شکل ایک صورت اور ایک ہی آواز بے شمار دیکھنے اور سننے والوں سے قریب ہے ایک بولنے والے کی آواز تمام سامعین کے کانوں میں پہنچتی ہے ایک ہی شکل و صورت سب دیکھنے والوں کی آنکھوں اور دماغوں میں پائی جاتی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگرچہ حافظ قرآن کثیف ہیں اسی طرح سننے دیکھنے والے انسان بھی کثافت سے متصف ہیں۔ لیکن قرآن شکل و صورت اور آواز یہ سب چیزیں لطیف ہیں اس لئے سب کے قریب ہیں کسی سے دور نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافت اتنی قوی ارفع و اعلیٰ ہے جس کی شان کو کائنات و مخلوقات کی کوئی لطیف سے لطیف چیز بھی نہیں پہنچ سکتی۔

اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام افراد کائنات سے قریب ہونا بالکل واضح اور روشن ہے۔ ہم کثیف ہی ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لطیف ہیں لہذا حضور کا ہم سے قریب ہونا کوئی امر دشوار نہیں آواز کی لطافت کا یہ حال کہ جہاں تک ہو جا سکتی ہے آواز بھی وہاں تک پہنچ سکتی ہے لیکن رسول

نور الہدی  
مدنی و شران مجید عکسی معشری

بہترین طباعت عمدہ کتابت خاص اہتمام سے صحت شدہ  
۸ صفحات کا زمین ضروری ضمیمہ ٹائیل سرنگہ آرٹ پیپر نہایت  
خوبصورت اور ممتاز مجلد بانڈنگ کلاٹھ، صفحات ۴۰، جگے  
پڑھنے سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوتا ہے

کرم بالائے کرم

اگر آپ کو جائے میں تاجدار مدینہ کے دیدار کی تمنا ہے تو حضرت بہار کھنوی  
کی تازہ ترین اور بہترین نعتوں کے مجموعے کرم بالائے کرم کا مطالعہ کیجئے۔  
یہ ایسی نعتیں ہیں جو ہر نعتوں کا مجموعہ کہ جوڑوئے ہونے دل اور رفتی ہونی آنکھوں  
سے حرم خراب النبی اور سجد نبوی میں پیش کی گئیں اور جنکو بیت الشراور  
مجاز نبوی کی روح پرور تجلیات نے نور علی نور بنا دیا ہے۔  
دیہہ زیب کتابت و آفٹ کی روح پرور طباعت اور ہر صفحہ پر خوشنما  
بیل رنگین اور خوبصورت سرورق۔ مجلد

اسلام

حضرت مولانا عاشق الہی کی تصنیف کردہ تاریخ اسلام جو سیرت کے  
موضوع پر انتہائی مستند و مکمل کتاب اور علماء و عوام میں بجا پسندیدہ  
مقبول ہے، پاکستان میں نایاب تھی ہم نے شرعی طور پر اجازت حاصل  
کر کے بہترین کتابت و دیدہ زیب طباعت اور ہر صفحہ پر خوشنما  
رنگین بیل کیتھ شائع کیا ہے، بانڈنگ ہارڈ باک تعداد میں طبع ہو کر  
مجلد بانڈنگ کلاٹھ،  
۲۰ × ۲۶ سائز ۳۹۲ صفحات

مدنی اصلی بہشتی زیور

حضرت علامہ مولانا اشرف علی تھانوی کی وہ بی نظیر تصنیف جس سے  
ہر مسلمان مرد و عورت بخوبی واقف ہو کر کتاب کی مکمل ضابطہ حیات  
بہترین خوشخط کتابت دیدہ زیب طباعت اور ہر صفحہ پر خوشنما  
رنگین بیل کیتھ شائع کیا ہے، بانڈنگ ہارڈ باک تعداد میں طبع ہو کر  
مجلد بانڈنگ کلاٹھ،  
۲۰ × ۲۶ سائز ۸۰۳ صفحات

سوانح کربلا

اسلام کو زندہ کرنے والا حق و باطل کا وہ عظیم مکمل  
جو پوری تاریخ عالم میں اپنی واحد مثال ہے، وہ حقیقت  
جسکو پڑھ کر آج بھی دل لرز جاتا ہے اور آنکھوں سے آنسو  
رواں ہو جاتے ہیں، مستند حوالوں سے مرتب کردہ عالم نزل  
حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی عظیم کتاب  
سرنگہ حسین سرورق، سائز ۲۰ × ۳۰  
۱۶ صفحات ۱۴۴

حداائق بخشش

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کا لغتہ دیوان جو عوام میں بجا مقبول ہے جس کا  
ایک ایک لفظ دل میں اترتا چلا جاتا ہے، وہ نعتیں جو آپ کے دل کو جنت رسول  
سے بھر دیں گی۔ ہم نے جلی کتابت و خوبصورت طباعت مزین کر کے شائع کیا ہے  
چهار رنگہ خوبصورت سرورق، سائز ۱۴ × ۲۴، صفحات ۱۰۴

فلسفہ عبادات اسلامی

مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحامد صاحب قادری بدایونی  
نے اسلامی عبادات کے فلسفہ کو بالکل ہی اچھوتے انداز میں تحریر فرمایا  
ہو جملہ مسلمانوں کیلئے عموماً اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے خصوصاً بجا  
مفید کتاب ہے۔ کتابت و طباعت خوشخط و دیدہ زیب۔  
کاغذ عمدہ گلیر، سائز ۱۸ × ۲۲، دو رنگہ حسین سرورق

کتاب سنت

مجاہد ملت شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی نے اپنی اس کتاب میں دیگر  
مذہب کے اکابر و صلح حضرت کے اقوال کو بڑی محنت کاوش سے جمع فرمایا ہے  
جسے پڑھنے سے دین اسلام کی سچائی کا صحیح اندازہ ہوتا ہے، زبان انتہائی پاکیزہ  
وسلیس اور طرز زمین بجا دلچسپ، کتابت و طباعت دیدہ زیب اور معیاری ہے  
کاغذ عمدہ گلیر، سائز ۱۸ × ۲۲، دو رنگہ حسین سرورق

مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم ایے جناح روڈ کراچی

# معاذ اللہ

## کیوں اور کیسے؟

تاریخ و حدیث ہی کے دائرے میں سارا کام ہوتا ہے اور کامیابی کی راہ کے ایک ایک چپے پر فتر بنائیاں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ ایک انسان کی زندگی ہو کر ہمارے لیے اسوہ بنتی ہے اور اسی کے تصور کے ساتھ ہم اس سے اکتساب کر سکتے ہیں اس عزم و ہمت کا درس لے سکتے ہیں اس کے اصول کی پابندی اور فرض شناسی کا سبق سیکھ سکتے ہیں اس سے انسانیت کی خدمت کا جذبہ اخذ کر سکتے ہیں اور اس سے بدی کی طاقتوں کے خلاف معرکہ آراء ہونے کے لیے ایک تڑپ اپنے انداز میں پیدا کر سکتے ہیں، سیرت نبویؐ کو اگر تم معجزہ بنا دو گے اور اگر اسے فوق الانسان کارنا کارنگ دیدو گے تو پھر مٹی کے بنے ہوئے انسانوں کے لیے اس میں نمونہ کیا رہے گا۔ ایسی ہستی کے سامنے ہم مرعوب اور حیرت زدہ تو ہو سکتے ہیں اس سے ہم عقیدت تو رکھ سکتے ہیں اس کا اتباع نہیں کر سکتے چنانچہ جہاں عقیدت مندی کا یہ خاص رنگ پہنچا ہے وہاں جتنا گہرا ہو جاتا ہے عملی زندگیاں اتباع نبوت سے اتنی ہی آزاد ہوتی جاتی ہیں بلکہ الٹی حالت یہ ہے کہ گھناؤنے معاشی اور معاشرتی جرائم کے میکروں میں جو لوگ خم کے خم لندھاتے ہیں وہ اس سے سستے طرز کے مظاہرہ عقیدت کر کے مضطرب ضمیر کو اطمینان دلاتے ہیں کہ کچھ کبھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں

دوسری طرف مغرب سے ایک دوسرا رجحان آگھسا ہے۔

(HERO WARSHIP) کہا جاتا ہے یہ رجحان اپنی اصلی روح کے اعتبار سے قوم پرستانہ جذبات کا آئینہ دار ہے ایک طرح کا قومی تفاخر ہے جو دوسروں کے سامنے ماضی کی نمایاں شخصیتوں کا مظاہرہ کرتا ہے یہ رجحان گویا یہ کہتا ہے کہ دیکھو ہمارے پاس ایسی اور ایسی ہستیاں ہیں

بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ہی دل چسپی مجر و حصول ثواب کے لئے رکھتے ہیں (اس سے انکار کہ حضورؐ سے قرب کی ہر کوشش خراکی بارگاہ میں پسندیدہ ہے اور راجر کی توقع رکھنی چاہیے لیکن ایسی کوشش کا اولین مدعا زندگی کو رنا بھی تو ہوم دھوم دھام سے میلاد کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں اور عقائد سے کی جاتی ہیں کہ ان مجالس پر حضور کی روح پر نور جلوہ گر ہے اور اپنی پیروں کی محبت کے مظاہر کو دیکھ دیکھ کر خوشنود ہوتی ہے نیرینی کے طشت، پھولوں کے گجرے اور ہار، قوالی اور نعت خوان اہتمام اگر بتیوں اور یوبالوں کی خوشبوؤں کے مرعولے، مقبول فائوس کی لمعہ پاشیاں یہ سب کچھ اس اعتقاد کے ترجمان ہیں۔

سیرت نبویؐ سے اس انداز کی عقیدت پر جو نقشہ سامنے لاتی ہے اسی انسان کا نقشہ نہیں ہے گوشت پوست سے بنے ہوئے کسی م ذاد کی شخصیت نہیں بلکہ ہم ایک فوق الانسان ہستی سے متعارف تے ہیں جس کا پیکر نور سے ڈھلا ہے جس کے جسم کا سایہ نہیں جس کے رنامے میں سارا پارٹ معجزوں کا ہے جو عالم اسباب کے قوانین سے بالاتر ہے جس کے سارے کام فشتہ انجام دیتے ہیں اور جس کی ریات ہر چیز پر اسرار ہے انکار نہیں کہ انبائے نوع کے مقابلے میں حضورؐ کا ردحالی اور اخلاقی پایہ بدرجہ بلند ہے وہاں بہت سی رقی العادت چیزیں بھی ملتی ہیں وہاں معجزے بھی ہیں اور وہاں رشتے بھی حرکت کرتے نظر آتے ہیں مگر بہر حال وہ پاک زندگی یک انسان کی ہے اور اس کی عظمت کا اساس ہی یہ ہے کہ ایسی امثال زندگی ایک انسان نے پیش کی وہاں قوانین فطرت اور نوامیس

ہماری تاریخ میں اتنے بڑے پائے کے بزرگ ہو گزرے ہیں اور ان کے یہ یادگار کارنامے ہیں جن کے ہم وارث ٹھہرے ہیں اور جو ہمارے لیے سرمایہ افتخار ہیں اس رجحان کی علامت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کھوکھلا ہوتا ہے اور اس کے تحت ہر قوم متعدد شخصیتوں کے ایام و فوات ایام پیدائش اور دوسرے یادگاری دن بڑے ٹھٹھات باٹ سے مناتی ہے مگر یہ ایام کہیں بھی ان شخصیتوں سے استفادے کا ذریعہ نہیں بنتے۔ انسانیت کے جن نمونوں کو بصد تفاعل و دوسروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ان کا کوئی بھی پر تو پیش کرنا ہوا ان کو اپنی زندگی میں دکھائی نہیں دیتا اور نہ کبھی اس پر ٹوٹ کر افند کرنے پر توجہ دی جاتی ہے اس رجحان کے تحت حضورؐ کی یاد تازہ کرنے کے لیے جو تقاریر منعقد ہوتی ہیں کہنے کو تو ایک خاص طرح کی باتیں ہمیشہ کہی جاتی ہیں مگر زندگی پر ان کا کوئی اثر نمودار نہیں ہوتا۔

یہ نقطہ نظر وہ ہے جو حضورؐ کے پیغام کو ایک نظام حیات کا پیغام نہیں سمجھتا بلکہ ایک مذہب کا پیغام قرار دیتا ہے اس نقطہ نظر سے جو لوگ متاثر ہیں ان کا تصور یہ ہے کہ حضورؐ بس چند اعتقادات چند رسوم عبادات چند وظائف چند اخلاقی سفارشی اور چند فقہی احکام پہنچانے آئے تھے اور آپ کا منشاء ایسے انسان پیدا کرنا تھا جو شخصی طور پر مسلمان کی شان پیدا کر کے ہر گز سے گزے نظام کے لیے بہترین کارکن ثابت ہوں ایسے عنصر حضورؐ سے بس طہارت، نماز، روزے، منوافل و انکار اور انفرادی اخلاق کی حد تک اکتساب نہیں کرتا ہے لیکن تمدنی زندگی کے وسیع تر معاملات میں وہ پوری شان بے حسی کے ساتھ ہر باطل کے کام آتا ہے اور ہر فساد کے ساتھ سازگاری کر لیتا ہے اس عنصر نے گویا سیرت نبویؐ کی مقدس کتاب کے بے شمار زریں ابواب کو فراموشی کی سرزمین میں دفن کر دیا ہے اور بس ایک مقبرے کی نقل کو لے کر اسی میں کھو گئے ہیں اس عنصر نے اب تک حضورؐ کی جو ترجمانی کی ہے اس سے متاثر ہو کر دور حاضر کی کوئی غیر قوم تو کجا خود تعلیم یافتہ نوجوان مسلم تک یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ حضورؐ ان کے لیے قافلہ سالار تمدن بھی ہو سکتے ہیں اور ان کی بارگاہ سے تازہ ترین کھن مسائل کا کوئی حل بھی مل سکتا ہے یہ نقطہ نظر بھی

حضورؐ کی ہستی کے لیے ایک مقدس حجاب بن گیا ہے۔

یہ غلط نقطہ ہائے نظر پنپ اس لیے رہے ہیں کہ فضا کے لیے سازگار ہے فضا یوں سازگار ہے کہ جس نظام سیاست و تمدن اور جس ہیئت معیشت و معاشرت سے ہم دوچار ہیں اسے خاص طور پر انسان درکار ہے اس مشین کو ایک خاص ڈھنگ کے پرزوں کی ضرورت ہے وہ بالکل دوسری ہی سیرت افراد میں دیکھنا چاہتا ہے اس کا کام ایک اور ہی طرز کے ذہن و کردار سے چلتا ہے دوسرے لفظوں میں یہاں عملی زندگی کو سرے سے اس نمونہ سیاست کی ضرورت ہی نہیں جسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پیش کرتی ہے اور اس منڈی میں متاع فکر و عمل کی مانگ ہی نہیں ہے جو اس حضورؐ کی زندگی سے اخذ کیا جاسکتا ہے موجودہ زندگی کا اجتماعی نظام جس طرز کے ذریعہ و حکام، حج اور دیگر لیڈر اور صحافی، سپہ سالار اور سپاہی کو تو الازم پیدا دے، تحقیق اور ادارہ پٹواری، ڈپٹی کمشنر اور ممبردار اور مزارع، مصنف اور ادیب اور عام قلی اور مزدور مانگتا ہے ان کا نقشہ انسانیت اس سے بالکل مستفاد قسم کا ہے جس کا مظاہرہ سرور عالم نے تاریخ کے ایسٹج پر فرمایا چھانے ہوئے نظام کے مطابق گھر گھر میں ماڈن کی محبت کی گودیں اور بالوں کی شفقت کی نگاہیں اور لادوں کو پال رہی ہیں اس کی ضروریات کا لحاظ رکھ کر ادارہ ہائے تعلیم و تربیت بیس سال ایک ایک فرد پر صرف کر کے کام کے پرزے بنا رہے ہیں اور اسی کے تقاضوں کے تحت ہر صاحب شعور خود اپنے ذہن و کردار کو ایک خاص شکل دینے میں مصروف رہتا ہے یہ نظام جن جن چیزوں کو پسند کرتا ہے انہی کو معاشرہ اپنے افراد میں از خود پیدا کرتا رہتا ہے اور یہ جن چیزوں کو حقارت اور کراہت سے دیکھتا ہے ماحول کی پوری طاقت ان کو مٹانے کی درپے رہتی ہے یہ نظام جس بولی کو پسند کرتا ہے زبانیں آپ سے آپ اسی بولی کو بولنے لگتی ہیں یہ جس لباس کو پسند کرتا ہے وہ لباس از خود زیب بدن ہونے لگتے ہیں یہ ایک اشارہ کرتا ہے اور قدیمی حیا دار گھرانوں کی بہو بیٹیوں کے چہروں سے نقابیں الٹ جاتی ہیں عزت کی روشنی وہ کھپتی ہے جسے مروجہ نظام راج کرنا چاہے اور ذلت کا طرز وہ قرار پاتا ہے جسے چلتا ہوا تمدن ناپسند کرے جن فنون کو یہ پسند کرتا ہے وہ ذریعہ

قبولیت بنتے ہیں اور جن جن مشاغل کو یہ مسترد کرتا ہے وہ نذر تغافل دجاتے ہیں یہ اپنی اقدار خود بناتا ہے اور تمام افراد سے منواتا ہے اور دوسری تمام روایات اقدار اور شعائر کو مرجع بنا پڑتا ہے کچھ حکمت اور افراد اور خاندان ماحول کے جبری دھارے کے خلاف زور کرتے ہیں مگر معاشی محروری، ثقافتی پس ماندگی اور احساس کہہ ہی کا دباؤ کا سخت ہونا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پیراک مضمحل ہو کر اپنے آپکو ماحول کے حوالے کرتے جاتے ہیں اور نہ ان کی اعلیٰ نسل ہمت چھوڑ سکتی ہے اب ایک دنیا کی دنیا جو اپنی سیرت کی تشکیل شعوری طور پر برعکس شعوری طور پر ماحول کے مشارکے مطالب کرنے میں ممکن ہے وہ سردی الم کی سیرت پر اگر کتابیں لکھے اور پڑھے بھی اور وعظ منے اور سنانے ہی تو اسوہ حسنہ کا ذوق لوگوں کے اندر آئے کہاں سے؟

سچی بات یہ ہے کہ سیرت نبویؐ میں ان لوگوں کے لیے کوئی پیغام ہے ہی نہیں جو کسی غیر اسلامی نظام سے بھی یہ بات بنا رکھنا چاہتے ہوں درجن کے مفاد کے سودے کسی باطل سے چمک گئے ہوں یہ لوگ سیرت پڑھ کر سردھننے ہوں گے ان کو ذہنی حظ ملتا ہوگا ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہوگا لیکن ان میں یہ تحریک کہاں سے آئے گی کہ وہ سیرت کے مانچے میں زندگی کو ڈھالیں ان کا جو کسی طرح لوٹ نہیں سکتا۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی داستان حیات رسم و ہر باب کا نقشہ نہیں الف لیلہ کی کہانی نہیں اور کسی خیالی کردار کا افسانہ نہیں اس کا مقام ہرگز یہ نہیں ہے کہ اسے علم و ادب کے تفریحی چوپال کا محض ایک سرمایہ رد و لقی بنائیں اسکی قدر و قیمت اجازت نہیں دیتی کہ اسے ہم محض ذہنی لذت حاصل کرنے کے لیے استعمال کریں اس کا احترام رد و کتبے کہ ہم اسے مجرد قومی تفاخر کے جذبے کی تسکین کا سامان بنائیں

یہ غلط نقطہ ہائے نظر ہمارے یہاں مل جل کر کام کر رہے ہیں اور سبھی اصل مقصد میں رکاوٹ بن گئے ہیں کون شمار کر سکتا ہے کہ ہر سال کتنی مجالس میلاد اور جلسہ ہائے سیرت ہمارے ملک میں منعقد ہوتے ہوں گے؟ ایک ربیع الاول کے مہینے ہی میں کتنے وعظ اور کتنی تقریریں، ہوا میں لہریں اٹھا دیتی ہوں گی، کتنے مقالے اور کتابیں لکھی جاتی ہوں گی؟ کتنے جرائد کے خاص نمبر اس موضوع پر شائع ہوتے

ہوں گے؟ شعراء کتنی لغتیں لکھتے ہوں گے؟ اور قوال ان کو کہاں کہاں گاتے پھرتے ہوں گے؟ اکابر کی طرف سے کتنے ہی پیغامات اور بیانات نشر ہو جاتے ہوں گے؟ دعوتوں اور ضیافتوں کی کیسی کچھ بہاریں دسترخوانوں پر آتی ہوں گی؟ بازاروں کو سجانے اور دروازے اور محرابیں بنانے میں کتنا روپیہ کھپا دیا جاتا ہوگا۔

لیکن دوسری طرف ذرا یہ بھی سوچئے کہ ایک اچھے مقصد پر قوتوں اور روپے کے اس صرف کا واقعی کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ جاننے کی ترازو کے پلڑے ایک پلڑے میں اپنی ایک سال کی ان سرگرمیوں کو رکھنے اور دوسرے پلڑے میں حاصل شدہ نتائج کو رکھ کر جانچئے کہ کیا وزن ٹھیک نکلتا ہے؟ کتنے افراد ہونگے جو ان نیک مساعی کی بدولت سیرت نبویؐ کے سانچے میں اپنی زندگیاں ڈھالنے کی جہم میں ہر سال لگ جاتے ہوں گے؟ اگر ایک جلسے اور ایک مقالے اور ایک لغت کے ذریعے صرف ایک ہی آدمی بدلا ہوتا تو اندازہ کیجئے کہ گذشتہ دو سال کا کیا حاصل ہونا چاہیے تھا اور اگر عملاً وہ حاصل نہیں ہے تو کہیں ہماری مساعی میں کوئی کوتاہی موجود ہے اور وہ کوتاہی بڑی بنیادی قسم کی ہے رونا اس کا نہیں کہ وہ کچھ حاصل نہیں ہوا جو مطلوب ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ماتم اس کا ہے کہ ہمارے پلے وہ کچھ پڑ رہے جو محسن النساءیت کے پیغام اور کارنامے سے کھلم کھلا ٹکراتا ہے ہمارے اندر آج ایسے عناصر بردان چڑھ رہے ہیں جو حضورؐ کے عشق کو زمانہ حال کے لیے ناکارہ اور حضورؐ کے عطاء کردہ نظام زندگی کو ناقابل عمل قرار دیتے ہیں ایسے عناصر جو حضورؐ کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں ایسے عناصر جو سیرت اور سنت اور حدیث کا سارا ریکارڈ دریا برد کر دینا چاہتے ہیں ایسے عناصر جو قرآن کو قرآن پیش کرنے والی ہستی کی ۲۳ سالہ جدوجہد اور لازوال تحریکی کارنامے سے بے تعلق کر دینا چاہتے ہیں اور حضورؐ کی ہستی کو بطور عملی نمونہ النساءیت کی نگاہوں سے گم کر دینے کی خاطر کوشاں ہیں پھر ستم بالائے ستم یہ تعبیر و تادیل کے نام پر ہمارے ہاں یہ کوشش ہو رہی ہے کہ حضورؐ کی شخصیت پیغام اور کارنامے کو موجودہ فاسد تہذیب کے فکری سانچے میں ڈھال دیا جائے اور محسن النساءیت کی بالکل نئی تصویر عالمی طاقتوں کے ذوق کے مطابق تیار کر دی جائے۔

میرا حاصل مطالعہ و تحقیق یہ ہے کہ ہم نے مطالعہ سیرت کا صحیح بنیادی نقطہ نظر نگہ کر دیا ہے اور اوپر کے غلط نقطہ ہائے نظر کار فرما ہیں یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دو عالم کی محبت و عقیدت کے بے شمار مظاہر موجود ہونے کے باوجود اور سیرت پر داعی کاوشیں صرف ہونے کے باوجود ہماری تاریخ کے افق سے وہ تیا انسان طلوع نہیں ہو رہا جس کا نمونہ کامل حضورؐ نے پیش فرمایا تھا۔

حضورؐ کی سیرت ہمارے اندر بجز اس کے کسی طرح جلوہ گر نہیں ہو سکتی کہ ہم اس نصب العین کے لیے ویسی ہی جدوجہد کرنے اٹھیں جس کے لیے حضورؐ کی پوری زندگی کو ہم وقف پاتے ہیں وہی جدوجہد اپنے ڈھب کی سیرت پیدا کرنے کا ذریعہ بھی ہو سکتی ہے اور صرف بھی !!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک فرد کی سیرت نہیں ہے بلکہ وہ ایک تاریخی طاقت کی داستان ہے جو انسانی پیکر میں جلوہ گر ہوئی وہ زندگی سے کئے ہوئے ایک درویش کی سرگذشت نہیں ہے جو کنارے بیٹھ کر محض اپنی انفرادی تعمیر میں مصروف رہا ہو بلکہ وہ ایک ایسی ہستی کی آپ بیتی ہے جو ایک اجتماعی تحریک کی روح رواں تھی وہ محض ایک انسان کی نہیں بلکہ انسان سواز کی آواز ہے وہ عالم نو کے معمار کے کارنامے پر مشتمل ہے۔ ایک پوری جماعت، ایک انقلابی تحریک اور ایک ہیبت اجتماعی اس کارنامے کی تفصیل اپنے اندر لیے ہوئے ہے سرورِ عالم کی سیرت غارترا سے غارترا تک حرم کعبہ سے لے کر طائف کے بازو تک، انہات المؤمنین کے جردوں سے لے کر میدان ہائے جنگ تک چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اس کے نقوش بے شمار افراد کی کتاب حیات کے اوراق کی زینت ہیں۔ ابو بکر و عمر و عثمان و علی و عمار بن یاسر و خالد و خولید اور بلال و صہیب رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب ایک ہی کتاب سیرت کے اوراق ہیں ایک چمن کا چمن ہے جس کے لالہ و گل اور رنگس و نرسرن کی ایک ایک پتی پر اس چمن کے مالی کی زندگی مرقوم ہے وہ قافلہ بہاراں وقت کی جس سرزمین سے گذرا ہے اس کے ذرے ذرے پر نہکت کی مہر میں ثبت کر گیا ہے دنیا کی اس بلند ترین شخصیت کو اگر سیرت نگاری میں مجر د ایک فرد بنا کر پیش کیا جائے اور سوانح نگاری کے مروجہ طور پر اس کی زندگی کے بڑے بڑے کاموں، اس کی نمایاں نہات اور اس کے اخلاق و عادات

کو بیان کر دیا جائے کچھ تاریخوں کی چھان بین اور واقعات کی کھوج کرید کر دی جائے تو ایسی سیرت نگاری سے صحیح منشا پرگز پورا نہ ہوگا پھر سرورِ عالم کی زندگی کی مثال ایک جو بیڑے کے کھڑے پانی کی نہیں کہ جس کے ایک کنارے کھڑے ہو کر ہم سبک نظر اس کا جائزہ لے ڈالیں وہ ایک بہتا ہوا دریا ہے جس میں حرکت ہے، روانی ہے، کشمکش ہے، موج و جاب ہیں، سپیماں اور موتی ہیں اور جس کے پانی سے مردہ کھیتیاں مسلسل زندگی پار ہی ہیں اس دریا کا مزا آستا ہونے کے لیے اس کے ساتھ ساتھ رواں ہونا پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ سیرت کی بہت سی کتابیں پڑھ کر نادر معلومات ملتی ہیں لیکن ہمارے اندر تحریک پیدا نہیں ہوتی جذبے انگڑائی نہیں لیتے عزم و ہمت کی رگوں میں نیا خون نہیں دوڑتا ذوق عمل میں نئی حرارت نہیں آتی ہماری زندگیوں کا جمود نہیں ٹوٹتا وہ شرار آرزو ہم اخذ نہیں کر پاتے جس کی گرمی نے ایک یکدہ تنہا اور بے سرو سامان فرد کو قرون کے جھے ہوئے فاسد نظام کے خلاف معرکہ آراء کر دیا۔

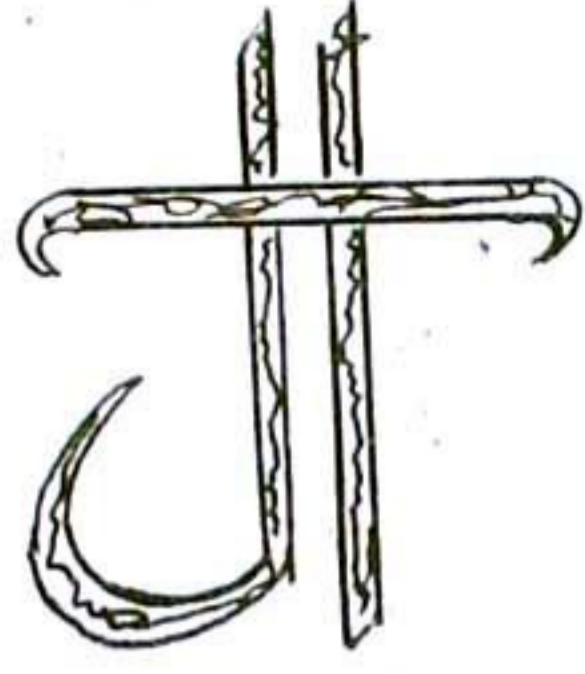
اصل میں حضورؐ معروف اصطلاح و لقب کے مطابق ایک "بڑے آدمی" نہ تھے آپ کی سیرت ایک ایسے "بڑے" یا مشہور آدمی کی داستان نہیں ہے جیسے لوگوں کو شاہیر کے سوانحی سلسلوں میں گنوا یا جاتا ہے یہ سہتی "بڑے"، اور مشہور "آدمیوں سے بہت اوپر کی ہے۔

دنیا میں بڑے آدمی پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے بڑے لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے کوئی اچھی تعلیم اور کوئی تعمیری فکر پیش کر دی وہ بھی ہیں جنہوں نے اخلاق و قانون کے نظام سوچے وہ بھی ہیں جنہوں نے اصلاح معاشرہ کے کام کئے، وہ بھی ہیں جنہوں نے ملک فتح کئے اور بہادرانہ کاموں کی میراث چھوڑی وہ بھی ہیں جنہوں نے عظیم الشان سلطنتیں چلائی اور وہ بھی ہیں جنہوں نے فقر و درویشی کے عجیب نمونے ہمارے سامنے پیش کئے وہ بھی ہیں جنہوں نے دنیا کے سامنے انفرادی اخلاق کا اونچے سے اونچا معیار قائم کر دکھایا۔ مگر ایسے ان کی زندگیوں کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو بالعموم یہی دیکھتے ہیں کہ ان کی قوتوں کا سارا رس اس زندگی کی کسی ایک شاخ نے چوس لیا اور باقی ٹہنیاں سوکھی رہ گئیں ایک پہلو اگر بہت زیادہ روشن ملتا ہے تو کوئی دوسرا پہلو تاریک دکھائی دیتا ہے ایک طرف افراط ہے تو دوسری طرف تفریط، لیکن

اعظم کی سیرت کی کوئی نقویر دکھائی نہیں دیتی اس کی جماعت اور قوم کی مذہبیت، اسکی سیاست اس کی معاشرت، اس کے اخلاق، اس کے قانونی نظام اور اس کے کلچر پر اس سیرت کے بہت ہی دھندے نشانات باقی رہ گئے ہیں اور وہ بھی بے شمار نئے نقوش خلط ملط ہو کر مسخ ہو رہے ہیں اس جماعت یا قوم کا اجتماعی ماحول زمین کے کسی ایک چپے پر بھی یہ نہیں گواہی دیتا کہ میں محمد کے دیئے ہوئے اصولوں اور اس کی قائم کردہ روایات و اقدار کا آئینہ دار ہوں بلکہ الٹا یہ جماعت اور یہ قوم دنیا کے مختلف فاسد نظاموں کے دورازوں پر بھیک مانگتی پھرتی ہے اور ہر قائم شدہ طاقت سے مرعوب ہو کر اپنے سرمایہ افتخار پر شرمسار دکھائی دیتی ہے اس نے قرآن کو غلاموں میں لپیٹ دیا ہے اور انسان اعظم کی سیرت کا گلہ ستر بنا کر طاق لسیاں پر رکھ دیا۔

دوسرا غضب یہ ڈھایا کہ اپنے آپ کو ایک مذہبی اور قومی جھٹھے میں بدل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو محض اپنے قومی دنڈی رہنما کی حیثیت دیدی اور اس بین الاقوامی مہستی کے پیغام اور نمونہ حیات کو گروہی اجارہ دار بنا لیا حالانکہ آپ ساری انسانیت کے رہنما بن کر آئے تھے اور ساری انسانیت کے لیے پیغام اور نمونہ لائے تھے۔ ضرورت سیرت کو اس انداز سے پیش کرنے کی تھی کہ انسانیت کا یہ نمونہ جس کے سانچے میں ڈھل کر انسان اپنے اور انبائے لوع کی فلاح کا ذریعہ بن سکتا ہے اور مسائل کے گونا گوں خازنوں سے نجات پار کر ایک پاکیزہ نظام زندگی حاصل کر سکتا ہے حضور کا پیغام اور اسوہ درحقیقت سورج کی روشنی اور بارش کے پانی کا درہوا کے جھونکوں کی طرح کا فیضان عام تھا لیکن اسے ہم نے اپنی نااہلی سے گروہی خول میں بند کر دیا۔ آج سقراط و فلاطون، ڈارون و میکیادلی، مارکس و فرائڈ اور آئن سٹائن سے تو ہر ملک مذہب کے لوگ کھوڑا یا بہت استفادہ کرتے نظر آتے ہیں اور ان میں سے کسی کے خلاف کسی گروہ میں انڈھا لعصب کا رونا نہیں ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نوادر علم اور رہنمائی میں استفادہ کرنے میں بے شمار لعصبات حامل ہیں لوگ یوں سوچتے ہیں کہ محمد باقی ص ۴۹ پر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ دوسرے گوشوں کے ساتھ پوری طرح متوازن بھی ہے اور پھر ہر گوشہ ایک طرح کے کمال کا نمونہ ہے جلال ہے تو جمال بھی ہے روحانیت ہے تو مادیت بھی ہے معاد ہے تو معاش بھی ہے دین ہے تو دنیا بھی ہے اک گونہ بنوادی بھی ہے مگر اس کے اندر خودی بھی کار فرما ہے خدا کی عبادت ہے تو اس کے ساتھ بندوں کے لیے محبت و شفقت بھی ہے۔ کراہی اجتماعی نظم ہے تو فرد کے حقوق کا احترام بھی ہے گہری مذہبیت ہے تو دوسری طرف ہجرت کی سیاست بھی ہے قوم کی قیادت میں انہماک ہے مگر ساتھ ساتھ ازدواجی زندگی کا بکھیرا بھی خوبصورتی سے چل رہا ہے۔ مظلوموں کی داد رسی ہے تو ظالموں کا ہاتھ پکڑنے کا اہتمام بھی ہے۔ آپ کی سیرت کے مدرسے سے ایک حاکم، ایک امیر، ایک وزیر، ایک افسر، ایک ملازم، ایک آقا، ایک سپاہی، ایک تاجر، ایک نج، ایک معلم، ایک واعظ، ایک لیڈر، ایک ریفاہر، ایک فلسفی، ایک ادیب، ہر کوئی یکساں درس عمل لے سکتا ہے وہاں ایک باپ کے لیے، ایک ہمسفر کے لیے، ایک پڑوسی کے لیے یکساں مثالی نمونہ موجود ہے ایک بار جو اس درس تک آپہنچا ہے پھر اسے کس دوسرے دروازے کو کھٹکھٹانے کی ضرورت پیش نہیں آتی انسانیت جس آخری کمال تک پہنچ سکتی تھی وہ اس ایک مہستی میں جلوہ گر ہے اس لیے اس مہستی کو میں "انسان اعظم" کے لقب سے پکارنے پر مجبور ہوا تا ریخ کے پاس انسان اعظم صرف یہی ایک ہے جس کو چراغ بنا کر بردور میں ہم ایوان حیات کو روشن کر سکتے ہیں کرڈروں افراد نے اس سے روشنی لی لاکھوں بزرگوں نے اپنے علم و عمل کے دیئے اسی کی لو سے جلائے، دنیا کے گوشے گوشے میں اس کا پیغام گونج رہا ہے اور دیس دیس کے تمدن پر گہرے اثرات اس کی دی ہوئی تعلیم کے پڑے ہیں کئی انسان نہیں جو انسان اعظم کا کسی نہ کسی پہلو زیر بار احسان نہ ہو لیکن اس کے احسان مندا اس کو جانتے نہیں اس سے تعارف نہیں رکھتے اس کی مہستی کے تعارف اور اس کے پیغام کے فروغ کی ذمہ داری اس کی قائم کردہ جماعت پر تھی لیکن وہ جماعت خود ہی اس سے اس کے پیغام سے دور جا پڑی ہے اس کے پاس کتابوں کے ادراک میں کیا کچھ موجود نہیں لیکن اس کی کھلی ہوئی کتاب عمل کے ادراک پر انسان



پھر آپ نے منہ فرما دیا کہ کوئی یہ کنیت نہ رکھے۔

## حضرت زینب رضی

اہل سیر کا اتفاق ہے کہ لڑکیوں میں سب سے بڑی تھیں زبیر بن بکار کا قول ہے کہ حضرت قاسم کے بعد پیدا ہوئیں لیکن کلبی کے نزدیک آنحضرت صلعم کی سب سے پہلی اولاد حضرت زینبؓ ہی ہیں۔ بعثت سے دس برس پہلے جب آنحضرت کی عمر ۳ سال تھی پیدا ہوئیں۔ آنحضرت صلعم نے جب مکہ منظمہ سے ہجرت فرمائی تو اہل و عیال مکہ میں رہ گئے۔ حضرت زینبؓ کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع لقیط سے ہوئی۔ غزوہ بدر میں ابوالعاص گرفتار ہو گئے جب یہ رہا کئے گئے تو ان سے وعدہ کیا گیا کہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو بھیج دیں۔ ابوالعاص نے مکہ جا کر اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ ان کو مدینہ روانہ کیا کیونکہ کفار کے تعرض کا خوف تھا۔ کنانہ نے ہتھیار ساتھ لئے تھے۔ مقام ذی طوی میں پہنچے تو قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا، مہار بن اسود نے حضرت زینبؓ کو نیزے سے زمین پر گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں، حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا کہ اب اگر کوئی قریب آیا تو ان تیروں کا نشانہ ہوگا لوگ ہٹ گئے تو ابوسفیان سرداران قریش کے ساتھ آیا اور کہا کہ تیر روک لو ہم کو کچھ گفتگو کرنی ہے۔ انہوں نے تیر ترکش میں ڈال لئے۔ ابوسفیان نے کہا ”محمد کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں تم کو معلوم ہیں۔ اب اگر اعلانہ تم ان کی لڑکی کو ہمارے قبضہ سے نکال کر لے گئے تو لوگ کہیں گے کہ ہماری کمزوری ہے ہم کو زینبؓ کو روکنے کی ضرورت نہیں، جب شور و منہگامہ کم ہو جائے اس وقت چوری چھپے لے جانا۔ کنانہ نے یہ رائے تسلیم کی اور چند روز کے بعد ان کو رات کے وقت لے کر روانہ ہوئے۔ زید بن حارثہ کو آنحضرت صلعم نے پہلے بھیج دیا تھا وہ لطن یا جح میں تھے۔ کنانہ نے زینبؓ کو ان کے حوالے کیا وہ ان کو لے کر روانہ ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد میں سخت اختلاف ہے

متفق علیہ روایت یہ ہے کہ آپ کے چھ اولادیں تھیں۔ قاسم ابراہیم، زینب، رقیہ ام کلثوم، فاطمہ، ان تمام لڑکیوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور ہجرت سے شرف اندوز ہوئیں لیکن ابن اسحاق نے دو صاحبزادوں کا اور نام لیا ہے، طاہر اور طیب اس بنا پر اولاد ذکر کی تعداد لڑکیوں کے برابر ہو جاتی ہے۔ اس بارہ میں تمام اقوال جمع کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بارہ اولادیں تھیں جن میں آٹھ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ لڑکیوں کی تعداد میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے البتہ صاحبزادوں کی تعداد میں سخت اختلاف ہے۔ مجموعی تعداد آٹھ تک پہنچتی ہے جن میں قاسم اور ابراہیم پر تمام راویوں کو اتفاق ہے۔ حضرت ابراہیم ماریہ قبلیہ سے اور بقیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی

## حضرت قاسم رضی

آپؑ کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے اور غالباً نبوت کے گیارہ بارہ برس پہلے پیدا ہوئے ہوں گے، مجاہد کے نزدیک یہ صرف سات دن زندہ رہے۔ ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سال تک زندہ رہے۔ ابن فارس نے لکھا ہے کہ سن تیز کو پہنچ گئے تھے۔ آنحضرت صلعم کی اولاد میں جس طرح یہ سب سے پہلے پیدا ہوئے تھے اسی طرح سب سے پہلے انتقال بھی کیا۔ عام روایت یہ ہے کہ قبل بعثت وفات پائی۔ آنحضرت صلعم کی کنیت ابوالقاسم انھیں کے انتساب سے ہے آپ اس کنیت کو بہت پسند فرماتے تھے۔ صحابہ بھی جب آپ کا نام محبت سے لیتے، ابوالقاسم ہی کہتے۔ ایک دن آپ بازار سے گزر رہے تھے کہ پیچھے سے کسی نے ابوالقاسم کہہ کر آواز دی آپ نے مڑ کر دیکھا تو نے کہا یا رسول اللہ میں اسی نام کے ایک اور شخص کو پکار رہا ہوں۔ رفع اشتیاء کے لئے



حضرت عائشہؓ کو حاصل ہو گا لیکن آپ نے امامہ کو بلا کر وہ ہار خود ان کے گلے میں ڈال دیا۔ ابوالعاص نے حضرت زبیر بن عوام کو امامہ کے نکاح وصیت کی تھی۔ حضرت فاطمہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے حضرت علیؓ سے ان کا نکاح کر دیا۔ حضرت علیؓ نے شہادت پائی تو میفرہ کو وصیت کر گئے کہ امامہ سے نکاح کر لیں۔ میفرہ نے نکاح کیا اور ان سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ امامہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ امامہ نے میفرہ کے ہاں وفات پائی۔

### حضرت رقیہؓ

جرحانی نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کی لڑکیوں میں سب سے چھوٹی تھیں لیکن مشہور روایت یہ ہے کہ حضرت زینبؓ کے بعد سترہ قبل نبوت پیدا ہوئیں۔ پہلے ابو لہب کے بیٹے عتبہ سے شادی ہوئی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ شادی قبل نبوت ہوئی تھی۔

آنحضرت صلعم کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم کی شادی بھی ابو لہب کے دوسرے بیٹے عتبہ سے ہوئی تھی جب آنحضرت صلعم کی بعثت ہوئی اور آپ نے دعوت اسلام کا اظہار کیا ابو لہب نے بیٹوں کو جمع کر کے کہا کہ اگر تم محمد کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارا ساتھ مراسونا بیٹھنا حرام ہے۔ دونوں فرزندوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی آنحضرت صلعم نے رقیہ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کر دی۔

دولابی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کا نکاح جاہلیت میں ہوا لیکن خود ایک روایت حضرت عثمانؓ سے مروی ہے جس میں زمانہ اسلام کی تصریح ہے۔ نکاح کے بعد حضرت عثمانؓ نے حبش کی طرف ہجرت کی۔ حضرت رقیہؓ بھی ساتھ گئیں۔ مدت تک آنحضرت صلعم کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ ایک عورت نے آ کر خبر دی کہ میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے۔ آنحضرت نے دعا دی اور فرمایا کہ ایسا ہم اور لوط کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے نبی کو لے کر ہجرت کی۔

حبش میں رقیہؓ کو ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا لیکن صرف چھ سال زندہ رہا۔ حضرت عثمانؓ حبش سے مکہ کو واپس آئے اور وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی حضرت رقیہؓ مدینہ آ کر بیمار ہوئیں۔ یہ عذروہ بدر کا زمانہ تھا۔ حضرت عثمانؓ ان کی تیمارداری کی وجہ سے شریک جہاد نہ ہو سکے۔

حضرت زینبؓ مدینہ آئیں اور اپنے شوہر ابوالعاص کو حالت شرک میں چھوڑا۔ ابوالعاص دوبارہ ایک سر پہ میں گرفتار ہوئے اس وقت بھی حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دی۔ مکہ جا کر انہوں نے لوگوں کی امانتیں واپس لیں اور اسلام لائے۔ اسلام لانے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ میں آئے حضرت زینبؓ دوبارہ ان کے نکاح میں آئیں۔ ترمذی وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کوئی جدید نکاح نہیں ہوا لیکن دوسری روایت میں تجدید کی تصریح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کو اگرچہ اسناد کے لحاظ سے دوسری روایت پر ترجیح ہے لیکن فقہان نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ تاویل کی ہے کہ نکاح جدید کے ہر اور شرائط وغیرہ میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا ہوگا۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کو نکاح اول سے تعبیر کیا ورنہ بعد تفریق نکاح البانی ضروری ہے۔

ابوالعاص نے حضرت زینبؓ کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا اور آنحضرت صلعم نے ان کے شریفانہ تعلقات کی تعریف کی نکاح جدید کے بعد حضرت زینبؓ بہت کم زندہ رہیں۔ شہداء میں (باختلاف روایت) ابوالعاص اسلام لائے تھے اس لئے شہداء میں حضرت زینبؓ نے انتقال کیا۔ ام ایمن حضرت سودہ بنت زمعہ اور ام سلمہؓ وغیرہ نے غسل دیا اور آنحضرت صلعم نے نماز پڑھائی، ابوالعاص اور آنحضرت صلعم نے قبر میں اتارا۔

حضرت زینبؓ نے دو اولاد چھوڑی۔ امامہ اور علیؓ علی کی نسبت ایک روایت ہے کہ بچپن میں وفات پائی لیکن عام روایت ہے کہ سن رشد کو پہنچے۔ ابن رشد نے لکھا ہے کہ یرموک کے معرکہ میں شہداء پائی امامہ سے آنحضرت صلعم کو بہت محبت تھی۔ آپ ان کو اوقات نماز میں بھی جدا نہیں کرتے تھے۔ صحاح میں ہے کہ آپ ان کو کاندھے پر رکھ کر نماز پڑھتے تھے جب رکوع کرتے تو دوش مبارک سے اتار دیتے تھے جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو پھر سوار کر لیتے۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے کچھ چیزیں ہدیہ میں بھیجیں جن میں ایک زریں ہاتھی تھا۔ امامہ ایک گوشے میں کھیں رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا میں اس کو اپنی محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ ازواج نے یہ سمجھا کہ یہ شرف

عین اسی دن جس روز زید بن حارثہ نے مدینہ آکر فتح کا مزہ سنایا۔ وراثت پائی، غزوہ بدر کی وجہ سے آنحضرت صلعم ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

### حضرت اُمّ کلثوم رضی

کنیت ہی کے نام سے مشہور ہوئیں سلمہ میں جو غزوہ بدر کا سال تھا حضرت بقیۃ کا انتقال ہوا تو ربیع الاول میں حضرت عثمان رضی نے حضرت کلثوم کے ساتھ نکاح کر لیا۔ بخاری میں ہے کہ جب حضرت حفصہ رضی بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر رضی نے حضرت عثمان رضی کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت عثمان رضی نے تامل کیا۔ لیکن دوسری روایتوں میں ہے کہ جب آنحضرت کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت عمر رضی سے کہا۔ میں تم کو عثمان رضی سے بہتر شخص کا پتہ دیتا ہوں اور عثمان رضی کے لئے تم سے بہتر شخص کو ڈھونڈتا ہوں تم اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کرو اور میں اپنی لڑکی کی شادی عثمان رضی سے کر دیتا ہوں۔ بہر حال نکاح ہوا اور نکاح کے بعد حضرت اُمّ کلثوم رضی ۶ برس تک حضرت عثمان رضی کے ساتھ رہیں، شعبان سلمہ انتقال کیا آنحضرت نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت علی رضی، حضرت فضل بن عباس رضی اور حضرت اسامہ بن زید نے قبر میں اتارا۔

### حضرت فاطمہ الزہرا رضی

فاطمہ رضی نام، زہرا لقب، سن ولادت میں اختلاف ہے۔ ایک روایت ہے کہ سلمہ بعثت میں پیدا ہوئیں۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد قبل نبوت پیدا ہوئی۔ آنحضرت کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ اس بنا پر بعضوں نے دونوں روایتوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ سلمہ بعثت کے آغاز میں حضرت فاطمہ پیدا ہوئیں مہوں گی اور چوں کہ دونوں کی مدت میں بہت فاصلہ ہے اس لئے یہ اختلاف روایت ہو گیا ہوگا۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعثت سے پانچ سال قبل جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی پیدا ہوئیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ نبوت سے تقریباً ایک سال پہلے پیدا ہوئیں۔

حضرت فاطمہ رضی اگر ان کا سال ولادت سلمہ بعثت نبوی صحیح تسلیم کر لیا جائے، جب پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کی ہوئیں تو

سلمہ میں آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضی کے ساتھ نکاح کر دیا اس وقت حضرت علی کا سن ۲۱ برس پانچ مہینے کا تھا۔ حضرت فاطمہ رضی سے عقد کا درخواست سب سے پہلے ابو بکر رضی اور ان کے بعد حضرت عمر رضی کی تھی لیکن آنحضرت صلعم نے کچھ جواب نہیں دیا۔ جب حضرت علی رضی نے خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کو کچھ ہے؟ بولے ایک گھوڑا اور زرہ کے سوا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا گھوڑا تو لڑائی کے لئے بے حد ضروری ہے۔ زرہ کو فروخت کر ڈالو۔ حضرت عثمان رضی نے چار سو تالی درہم پر خریدی اور حضرت علی رضی نے قیمت لاکر آنحضرت کے سامنے ڈال دی۔ آنحضرت صلعم نے بلال کو حکم دیا کہ بازار سے خوشنویلا میں عقد ہوا اور آنحضرت نے جہیز میں ایک پلنگ اور ایک بستر دیا، اصابہ میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک چادر، دو چکیاں اور ایک مشک بھی دی اور عجب اتفاق ہے کہ یہی دو چیزیں عمر بھران کی رفیق رہیں۔

نکاح کے بعد رسم عروسی کا وقت آیا تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضی سے کہا کہ ایک مکان لے لیں چنانچہ حارثہ بن النعمان کا مکان ملا اور اور حضرت علی رضی نے حضرت فاطمہ رضی کے ساتھ اس میں قیام کیا۔ آنحضرت صلعم ہمیشہ حضرت علی رضی اور فاطمہ رضی کے تعلقات میں خوشگوار پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اور حضرت فاطمہ رضی کبھی کبھی خانگی معاملات کے متعلق رنجش ہو جاتی تھی تو آنحضرت صلعم دونوں میں صلح کرا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ گھر میں تشریف لے گئے اور صفائی کرا دی۔ گھر سے مسرور نکلے۔ لوگوں نے پوچھا آپ گھر میں گئے تھے اور حالت تھی۔ اب آپ اس قدر خوش کیوں ہیں، فرمایا میں نے ان دونوں شخصوں میں مصالحت کرائی ہے جو مجھ کو محبوب ترین ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی نے ان پر کچھ سختی کی۔ وہ آنحضرت کے پاس شکایت لے کر چلیں۔ پیچھے پیچھے حضرت علی رضی بھی آئے حضرت فاطمہ رضی نے شکایت کی، آپ نے فرمایا، بیٹی تم کو خود سمجھنا چاہیے کہ کون شوہر اپنی بیوی کے پاس خاموش چلا جاتا ہے حضرت علی رضی پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی سے کہا۔ اب میں تمہارے خلاف مزاج کوئی بات نہیں کروں گا۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی نے دوسرا نکاح کرنا چاہا۔ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو سخت برہم ہوئے۔ آپ نے مسجد میں خطبہ دیا۔ اس میں اپنی ناراضگی کا ثبوت دیا

ام سیف حوالی مدینہ میں رہتی تھیں۔ آنحضرت صلعم فرط محبت سے وہاں جاتے حضرت ابراہیم کو گود میں لیتے اور چومتے۔ ام سیف کے شوہر کو مار تھے۔ اس لئے گھر دھوئیں سے بھرا رہتا تھا لیکن آنحضرت صلعم باوجود نظافت طبع گوارا فرماتے۔ ابراہیم نے ام سیف ہی کے ہاں انتقال کیا۔ آنحضرت کو خبر ہوئی تو عبدالرحمن بن عوف کے ساتھ تشریف لائے، نزاع کی حالت تھی گود میں اٹھایا گیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عبدالرحمن بن عوف نے کہا۔ یا رسول اللہ آپ کی یہ حالت ہے۔ آپ نے فرمایا یہ رحمت ہے۔

عرب کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرجاتا ہے تو چاند میں گہن لگ جاتا ہے۔ اتفاق سے جس روز حضرت ابراہیم نے وفات پائی سورج میں گہن لگ گیا تھا۔ عام طور پر مشہور ہو گیا کہ یہ ان کی موت کا اثر ہے۔ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو فرمایا۔ "چاند اور سورج خدا کی نشانیاں ہیں کسی کی موت سے ان میں گہن نہیں لگ سکتا۔"

چھوٹی سی چار پائی پر جنازہ اٹھایا گیا۔ آنحضرت صلعم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ عثمان بن مظعون کی قبر کے متصل دفن ہوئے، قبر میں فضل بن عباس اور اسامہ نے اتارا۔ آنحضرت صلعم قبر کے کنارے کھڑے تھے قبر پر پانی چھڑکا گیا اور اس پر ایک امتیازی علامت قائم کی گئی۔

ابوداؤد اور بیہقی کی روایت کے موافق دو مہینے دس دن عمر پائی ذالحدہ میں پیدا ہوئے تھے اس روایت کی بنا پر ۹ھ میں انتقال ہوا۔ واقعی کے نزدیک ماہ ربیع الاول ۶ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے تقریباً پندرہ مہینے زندہ رہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ مولد مہینے آٹھ دن کی عمر پائی۔ بعض لوگوں نے مدت حیات ایک برس دس ماہ چھ دن لکھی ہے۔ لیکن صحیح میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ابراہیم ۱۷ یا ۱۸ مہینے تک زندہ رہے۔

### بقیہ: مطالعہ سیرت

تو مسلمانوں کے ہیں اور مسلمان ہم سے الگ اور ہم مسلمانوں سے الگ ہیں لہذا مسلمانوں کے ہاوی اور رہبر سے ہمارا کیا واسطہ — افسوس ہے کہ اس تاثر کے پیدا ہونے اور غیر معمولی حد تک جا پہنچنے میں اپنے طرز عمل کا بہت بڑا حصہ ہے یہ خود ہم ہیں کہ جہنوں نے محسن النہایت کی نہایت غلط نمائندگی کی ہے۔

ری لڑکی میرا جگر گزشتہ ہے جس سے اس کو دکھ پہنچے گا مجھے بھی اذیت لگی۔ چنانچہ حضرت علیؑ اس سے باز آگئے اور فاطمہ کی زندگی تک پھر کبھی سزا نکاح نہ کیا۔ حضرت فاطمہ سے پانچ اولادیں ہوئیں، حسن، حسین، امام کلثوم، زینب، محسن نے بچپن ہی میں انتقال کیا حضرت زینب، ام حسن، امام حسین علیہما السلام اور ام کلثومؑ اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ نام میں مشہور ہیں۔

حضرت فاطمہ نے رمضان ۶ھ میں آنحضرت صلعم کے انتقال کے ماہ بعد وفات پائی اس وقت ان کا سن ۲۹ سال تھا، سن کے تین میں مت اختلاف ہے۔ بعض نے ۲۴ سال بعضوں نے ۲۵ سال اور بعضوں نے ۳۰ سال بتایا ہے لیکن زرقانی نے لکھا ہے کہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے لکنہ نبوی سن ولادت قرار دیا جائے تو اس وقت ان کا یہ سن نہیں ملتا تھا۔ البتہ اگر ۲۴ سال کی عمر تسلیم کی جائے تو اس سن کو سن ولادت دیا جا سکتا ہے لیکن اگر صحیح روایت مان لی جائے کہ وہ پانچ برس قبل پیدا ہوئیں تو اس وقت ان کا سن ۲۹ سال کا ہو سکتا ہے۔

### حضرت ابراہیمؑ

آنحضرت صلعم کی سب سے آخری اولاد ہیں ذالحدہ ۶ھ بمقام یہاں حضرت مار یہ قبیلہ رہتی تھیں پیدا ہوئے اس بنا پر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابراہیم بھی کہنے لگے تھے۔ البورافع کی بی بی سلمیٰ نے جو آنحضرت کی پائی کی بھو بھی صفیہ کی لونڈی تھیں را یہ گیری کی خدمت انجام دی البورافع جب آنحضرت صلعم کو ان کی ولادت کا مشرودہ سنایا تو آپ نے اس کے صدر ایک غلام عطا فرمایا۔ ساتویں دن عقیقہ ہوا۔ آپ نے بال کے برابر ری خیرات کی اور حضرت ابراہیم کے نام پر نام رکھا۔ دودھ پلانے کے تمام انصار نے خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے بردہ خولہ بنت منذر بن مالانصار کی کے حوالہ کیا اور اس کے معاد صحنے میں کھجور کے چند درخت بیٹے۔ بخاری میں حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ نے یہ خدمت ام سیف سے متعلق کی اتھنی عیاض نے لکھا ہے کہ ام سیف اور ام بردہ ایک ہی ہیں۔ یہ سب کچھ مستند نہیں لیکن ان کے شوہر کا نام براہ بن اوس بتایا جاتا ہے اور ابو سیف کی کنیت کے ساتھ مشہور ہوئیں۔

● دیرپا، کم خرچ اور قابل اعتماد ● بنگلوں، کئی منزلہ عمارتوں،  
 صنعتی اور زرعی ضروریات کی مناسبت سے مختلف سائز میں  
 دستیاب ● بہترین درآمد شدہ خام مال سے تیار کئے ہوئے  
 ● بناوٹ کے نقائص کے خلاف ایک سال کی گارنٹی۔

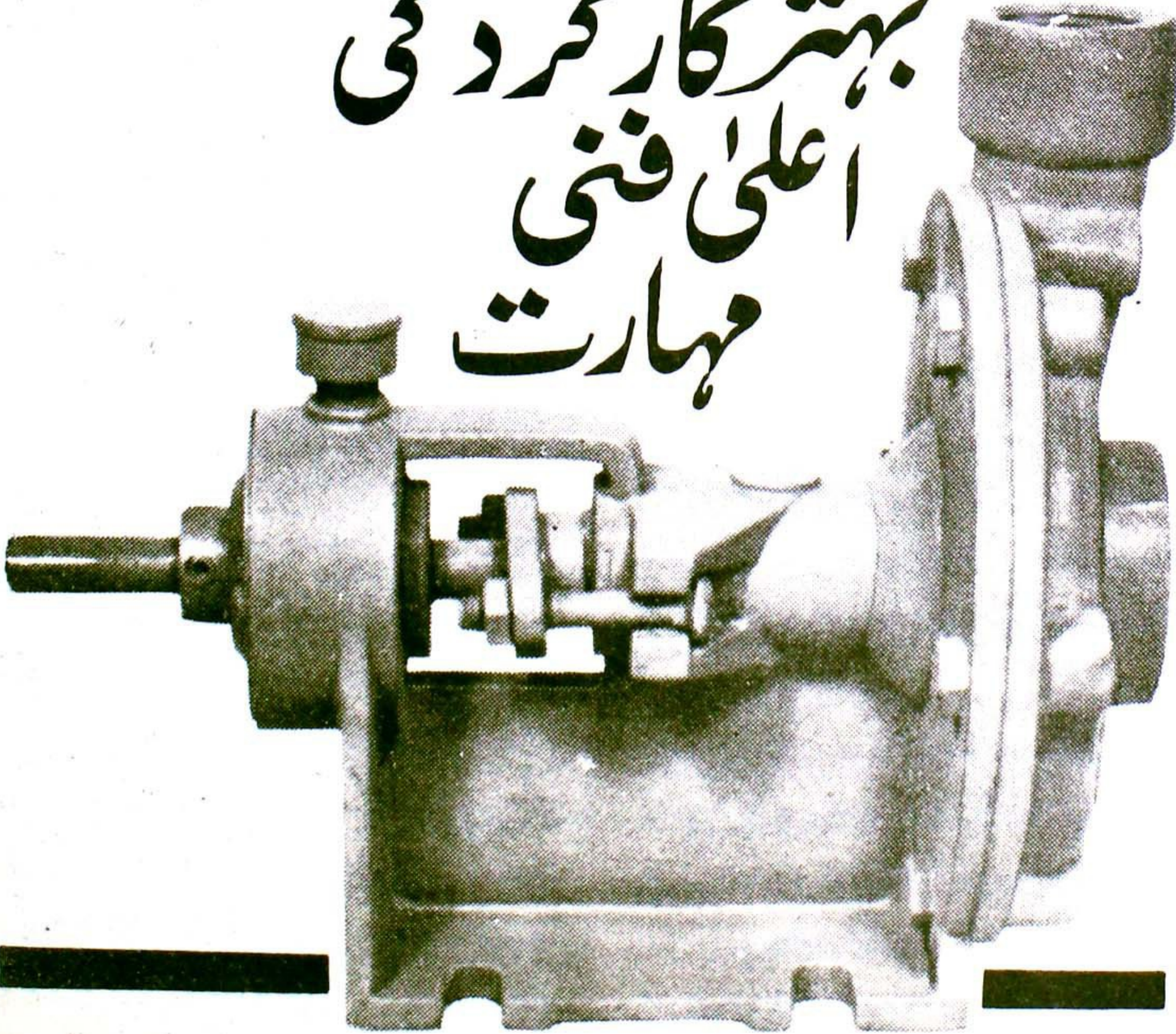
جاوید  
 انجینئرنگ  
 کمپنی لمیٹڈ

نشتر روڈ - کراچی  
 فون: - ۴۶۵۳۱ / ۴۵۴۳۲



**JAWED**

جاوید کمپس  
 بہتر کارکردگی  
 اعلیٰ فنی  
 مہارت



Prestige J E W 76/8/73

# صلح حدیبیہ: فتحِ مبین

سے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی اس لئے مسلمان اپنے قبلہ کی زیارت سے محروم تھے اس کا انہیں بڑا قلق تھا اور ویسے ہی مسلمان مہاجرین کی فطری طور پر یہ خواہش تھی کہ وہ کم از کم سال میں ایک بار اپنے اصلی وطن مکہ جاسکیں اور وطن کی گلیوں کو دیکھ سکیں اس حب وطن پر خانہ کعبہ کی زیارت کا اشتیاق مزید تھا اور حقیقت میں خانہ کعبہ سے وابستگی بھائی بنا پڑا نہیں اپنا وطن مکہ یاد آتا تھا لیکن اس یاد پر وہ دل مسوس کر رہ جاتے تھے اصولی لحاظ سے قریش کو اس بات کا کوئی حق نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں کو خانہ کعبہ کی زیارت سے روکتے کیوں کہ خانہ کعبہ تمام عربوں کا تھا کوئی قریش کی ملکیت یا جاگیر نہیں تھی وہ صرف اس کے متولی تھے انہیں یہ حق نہ تھا کہ وہ کسی کو کعبہ آنے اور زیارت کرنے سے منع کرتے اصل میں قریش کے رہنمایان کفر اس چیز سے خوفزدہ تھے اگر مسلمان مکہ میں آمد و رفت رکھیں گے تو مسلمانوں اور مشرکین کا میل جول رنگ لائے گا اور مشرک عرب مسلمانوں کا اثر قبول کر لیں گے یہ رہنمایان کفر مدینہ کے اسلامی معاشرہ کے بارے میں طعن و طعنے کی بجائے باتیں پھیلاتے تھے مثلاً یہ کہ تمہوں کے غضب سے مدینہ کی آب و ہوا مسلمانوں کے لئے ایسی ہو گئی ہے کہ وہ بیمار اور لاغر ہو گئے ہیں اور قحط الگ پڑا ہوا ہے انہیں کہ ان کو بھی نہیں مل رہا ہے۔ سب بھوکے مر رہے ہیں عرب مشرکین اپنے ان سرداروں کی اسی طرح کی باتوں پر یقین رکھتے تھے لیکن مسلمان خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے مکہ آسکتے تو وہ لوگوں میں مل جل کر آس پاس کی بات چیت سے اس مبالغہ آمیز پروپیگنڈے کی تعلق کھول سکتے تھے۔

قریش کے جاہلی سردار اس وجہ سے بھی مسلمان کو مکہ آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ مسلمانوں میں خود مکہ میں رہنے والے لوگوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ ان مہاجرین کے اہل قبیلہ اہل خاندان اور دوست احباب مکہ میں تھے وہ اگرچہ جذبہ جاہلیت اور بت پرستیوں کے دباؤ اور اثر کی وجہ سے اپنے ہی لوگوں کے مخالف ہو گئے تھے کہ انہوں نے اسلام کو قبول کیوں کیا لیکن اس مخالفت کی بنیادیں بہت کمزور تھیں اور اب بھی قبائلی رشتوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کئے ہوئے چھ سال گئے۔ ان چھ سالوں میں قریش مکہ نے ہر ممکن کوشش کی کہ مدینہ کی بیٹی کا ریاست ختم ہو جائے لیکن انہیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ انہوں نے پوری قوت جمع کر کے مدینہ پر حملہ کیا لیکن ان جنگوں میں قریش کو ماری نقصان اٹھانا پڑا کہ ان کی کمر ٹوٹ گئی مگر جاہلی عصبیت کی آگ ان میں بھڑک رہی تھی جب وہ تنہا کچھ نہ کر سکے تو یہودیوں سے ساز باز کر دی جنگ خندق میں قریش اور یہودیوں کی یہ ساز باز کھل کر سامنے آئی ورت حال یہ تھی کہ مدینہ کے مسلمان دو دشمنوں سے گھر گئے ایک طرف خیر موں میں یہودی جنگی تیاریاں کر رہے تھے۔ دوسری طرف مکہ میں منصوبہ ہے جا رہے تھے۔ حضور اکرمؐ نے یہودیوں سے صلح مصالحت کی کوششیں کیں اور نہیں ہوئیں اور ان کی ٹرینڈی کا پارہ عروج پر پہنچ چکا تھا۔ مکہ اور قریش کے رویے نے یہودیوں کے حوصلوں کو بلند کر دیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے اور ان کے ساتھی اس دو طرفہ جنگ میں جیت نہیں سکیں گے۔ یہ وہ پس منظر تھا جس میں حضور اکرمؐ نے مکہ والوں سے صلح کا منصوبہ حقیقت یہ ہے کہ سیاست میں جیت ہمیشہ اُس کی ہوتی ہے جو جنگ کے صلح کا بھی چمپئن ہو اور مناسب وقت پر مناسب طریقے سے دشمنوں صلح کے لئے مجبور کرے اور اس صلح کے ذریعے اپنے لئے وقت چھل کر لے مسلمان اس وقت کمزور نہیں تھے وہ طاقت رکھتے تھے تاہم طاقت کا صحیح وقت پر صحیح استعمال ضروری تھا محض طاقت کا سکھ کوئی فائدہ نہیں دیتا اگر اس طاقت کے ساتھ ایک کامیاب ڈپلومیسی ماہر حضور اکرمؐ نے ڈپلومیسی کے ان تقاضوں کو بھانپ لیا وحی الہی ہی لی رہنمائی کر رہی تھی۔

حضور اکرمؐ نے قریش سے مصالحت کے لئے اُن کے اور مسلمانوں کے درمیان باہمی تنازعات پر غور کیا ایک تنازعہ یہ تھا کہ مسلمان خانہ کعبہ زیارت کرنا اور حج و عمرہ کی رسم ادا کرنا چاہتے تھے لیکن قریش کی طرف

کے لئے بڑی خوش خبری تھی مگر وہ حیران تھے کہ ہم کس طرح خانہ کعبہ میں داخل ہوں گے کون ہمیں مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دے گا! لیکن وحی الہی کی صداقت پر سب کو یقین تھا کہ یہ ضرور پوری ہوگی اگر قریش سیدھی طرح مسلمانوں مکہ میں داخل نہیں ہونے دینگے تو جنگ ہوگی اور انھیں شکست ہوگی اور خدا کا وعدہ ضرور پورا ہوگا اس وحی الہی کے آنے پر رسول اللہ نے مناوی کرادی کہ جو لوگ خانہ کعبہ کی زیارت پر چلنا چاہیں وہ تیاری کریں لیکن کوئی شخص جنگ کا ارادہ کرے گھر سے نہ نکلے کیوں کہ حرمت والے چار مہینے شروع ہونے والے ہیں ان مہینوں میں جنگ حرام ہے، قریش بھی اسے حرام سمجھتے ہیں اور مسلمان بھی۔

رسول اللہ آغاز ذی قعد میں اس سمر عمر پر روانہ ہوتے ان کے ہمراہ چودہ سو افراد کی جماعت تھی اور خانہ کعبہ میں قربانی کے لئے ستر اونٹ ساتھ تھے ان میں ابو جہل کی سواری کا اونٹ بھی تھا جو غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا ان جانوروں پر قربانی کے لئے نشانات لگائے گئے تاکہ لوگ انہیں دور رہی سے پہنچان لیں کہ یہ خانہ کعبہ میں قربانی کے لئے پیش ہونے والے جانور ہیں مسلمانوں نے عمرہ کی نیت سے احرام باندھ رکھے تھے اور خانہ کعبہ کے زائرین کی طرح سر کے بال ایک خاص طریقے سے گوندھ رکھے تھے ان کے پاس تلواریں تھیں لیکن نیام میں تلوار لباس پر باندھنا عام دستور کے مطابق تھا چودہ سو آدمیوں کی اس جماعت کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اگر جنگ کا ارادہ کریں گے تو کوئی ان کا ساتھ نہیں دے گا کیوں کہ یہ حرمت والے مہینے ہیں جن میں جنگ کو ناجائز سمجھا جاتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت اپنی وضع قطع، ہمت، ساز و سامان، ہر لحاظ سے زائرین کعبہ کی جماعت معلوم ہوتی ہے لڑنے والا لشکر نہیں اس لئے عام طور پر لوگ ان سے جنگ کرنے نہیں آتے گے۔

مکہ میں سردارن قریش کو جب مسلمانوں کے سفر کی اطلاع ملی تو وہ بڑے پریشان ہوئے انہوں نے دو سو آدمیوں کا لشکر خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل کی سرکردگی میں بھیجا کہ مسلمانوں کو دور رہی کہیں رو لیا جائے اور مکہ کی طرف آنے نہ دیا جائے۔ اس لشکر نے ذی طوی کے مقام پر مسلمانوں کی ناکہ بندی کی رسول اللہ کو عسفان کے مقام

پر اس ناکہ بندی کی اطلاع ملی ایک شخص نے بتایا کہ آپ کے آنے کی خبر سن کر اہل مکہ تطیش میں آگے ہیں وہ کسی قیمت پر آپ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور ان کا لشکر ذی طوی میں ہے یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا۔

"وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَأَنْ لَّيُؤْتِيَنَّكُم مِّنْ فَسْفِيسٍ غَالِبٍ مُّجْتَمِعٍ ۗ" (وہ جنگوں سے برباد ہوتے مگر پھر بھی...) آج اگر وہ مسلمانوں اور عرب زائرین کو طواف و زیارت سے باز رکھے گا کیا بگڑتا۔ قریش بیچ میں سے ہٹ جائیں میں جانوں یا عرب جانیں عرب مجھے ختم کر دیں تو قریش کا مقصد پورا ہوگا، انہیں خوشی ہوگی اگر مجھے غلبہ ہو جائے تو قریش اپنی تعداد کثیر کے ساتھ اسلام میں داخل اگر ایسا نہ ہو تو پھر خدا کی قسم میں حق کے لئے آخر وقت تک لڑوں گا۔ اس موقع پر رسول اللہ فکر مند بھی ہو گئے کیوں کہ آپ نہ جنگی تیاری کے ساتھ نکلے اور نہ جنگ کے خواہش مند تھے آپ کا منصوبہ تو مہاجرین کا منصوبہ تھا یہ صحیح ہے کہ حرمت کے مہینے تھے ان میں جنگ نہیں ہوتی تھی لیکن قریش کا لشکر حملہ کرتا اور بعد میں جھوٹی کہانیاں پھیلاتا کہ فوج کے کسکے پر حملہ آور ہوئے تھے اس لئے مجبوراً دفاع میں جنگ کر پڑی تو لوگ جو اصل حقیقت سے آگاہ نہیں اس الزام کو سچ سمجھ کر جنگ کی صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم بچ کر مدینہ پہنچ جائیں اس سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوگا اور ان جھوٹی الزام سے نقصان الگ پہنچے گا۔ یہ سوچ کر رسول اکرم نے ناکہ بندی کرنے والے کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا اور دوسرے راستے سے مکہ کی طرف روانہ ہوا اور مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر جا پہنچے

### مخزومہ حدیبیہ

مسلمانوں کا قافلہ جا رہا تھا کہ رسول اللہ کی اونٹنی حدیبیہ کے پر خود بخود بیٹھ گئی آنحضرت نے فرمایا یہ تمکان سے نہیں بیٹھی ہے اللہ حکم سے یہاں رکھی ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم بھی یہاں رک جائیں اور حضور نے فرمایا آج اہل مکہ انسانوں کی بھلائی کے لئے مجھ سے شہرہ کا مطالبہ کریں گے میں اسے تسلیم کر لوں گا۔

مسلمانوں نے حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد رسول اللہ کو خبر دی یہاں پانی نہیں ہے آنحضرت نے اپنے لشکر سے تیز نکال کر شخص کو دیا کہ اسے وادی کے کسی کنوئیں میں نصب کر دو۔ جوں ہی

سے کہا تم لوگ ظلم سے باز آ جاؤ مکہ کا دروازہ مسلمانوں کے لئے کھول دو کہ وہ قربانی کر لیں۔ قریش کے سرداروں نے غصہ سے کہا: اے جلس خاموش آخر تو بد و مکر کا سیاست کو سمجھنا تیرے بس کی بات نہیں، جلس نے بھی غصہ میں جواب دیا کہ میرے قبیلے کا کوئی شخص محمد اور ان کے ساتھیوں کو طواف سے روکنے میں شامل نہیں ہوگا اس پر قریش بڑے گھبرائے اور عروہ بن مسعود ثقفی کی قیادت میں ایک نڈ مسلمانوں کے پاس روانہ کیا عروہ بن مسعود ثقفی حکمت و دانائی میں ممتاز سمجھے جاتے واپس آ کر انہوں نے قریش سے کہا۔ اے برادران قریش میں نے کسریٰ و قسیر اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں لیکن محمد کی سی عظمت کسی بادشاہ کی نہ دیکھی ان کے ساتھی ایسے جانثار اور مہذب ہیں کہ آج تک مرصیب نہیں ہوتے، میرا مشورہ ہے کہ تم ان سے مت الجھو اور انہیں کعبہ کی زیارت کر لینے دو لیکن قریش نے ان کی بھی بات نہ مانی۔

حضور اکرمؐ نے دیکھا کہ قریش مسلسل وفد پر وفد بھیجے جا رہے ہیں اور کوئی بات سنیں بنتی معلوم نہیں کہ اصل ماجرا کیا ہے اس لئے سہمتر یہ ہے کہ اپنا قاصد وہاں روانہ کیا جائے جو ان سے منیٰ کن گفتگو کرے اور حالات کا جائزہ بھی لے اس غرض کے لئے خراش بن آیزرائی کو قاصد بنا کر بھیجا گیا قریش نے پہلے تو اس قاصد کی سوا کا اونٹ ہلاک کر دیا اور قاصد کو کچھ لیا وہ اسے کٹی شہید کر دیتے لیکن قبیلہ احابیش کا سروار آڑے آیا اور کہا کہ یہ آدمی میری پناہ میں ہے تم اسے ہلاک نہیں کر سکتے اس طرح ان کی جان بچی۔

رات ہوئی تو قریش کے چالیس نوجوانوں کی جماعت نے حدیبیہ پہنچ کر مسلمانوں پر پتھر اڑا دیا ان سب کو کچھ لیا گیا اور قیدی بنا کر رسول اللہؐ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آنحضرتؐ نہیں جاتے تھے کہ قریش کو جنگ کا کوئی موقع ملے انہوں نے سب کی رہائی کا حکم دیا ان لوگوں کی رہائی سے مکہ کی رائے عامہ اور بھی اس کے حق میں ہو گئی کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے دیا جائے۔

بیعت رضوان

یا کنوئیں سے پانی جوش مار کر ابل پڑا اور سب انسانوں اور جانوروں ب ہو کر پانی پیا۔

مکہ کے وفد سے بات چیت

قریش کو حدیبیہ میں رسول اللہؐ کے قیام کی اطلاع ملی۔ وہ عجیب جگہ میں پڑ گئے، لوگوں کی اکثریت کسی لڑائی بھڑائی کے حق میں نہیں۔ عام خیال یہ تھا کہ حرمت کے ہینے ہیں۔ مسلمان زیارت کعبہ لئے آئے ہیں انہیں اجازت دینے میں کوئی حرج نہیں مگر قریش کے سمجھتے تھے کہ مکہ میں مسلمانوں کا داخلہ پر امن حالت ہی میں لیکن عوام پر اس کا اچھا اثر نہیں پڑے گا وہ چاہتے تھے کہ ایسی بات ہو کہ جنگ کی نوبت بھی نہ آئے اور مسلمان کعبہ کی زیارت اور حج کے بغیر واپس مدینہ لوٹ بھی جائیں اس سلسلے میں ایک آنحضرتؐ کے پاس بھیجئے کا فیصلہ کیا گیا اس وفد کے سربراہہ خزاعہ کے عمرو بن عبدیل بن ورقا تھے انہوں نے آنحضرتؐ کی اور واپس آ کر کہا اے اہل قریش مسلمانوں کو زیارت کعبہ منع مت کرو، وہ صرف زیارت چاہتے ہیں اور انہیں اس روکنا بری بات ہے محمدؐ تو اس کے خواہش مند ہیں کہ چہرے کے لئے باہمی مصالحت ہو جائے اور یہ بلا وجہ کی جنگیں ختم ہوں اور وہ اس میں سچے ہیں قریش نے یہ معقول مشورہ ماننے بجائے بدیل بن ورقا کو سخت دسست کہا، تم باتوں میں نہ۔ اور دوسرا وفد بھیجا اس نے بھی واپس آ کر بدیل بن ورقا کی باتیں کہیں اب قریش نے ایک تیسرا وفد بھیجا اس کا سربراہہ احابیش کا سردار جلس تھا اس قبیلے کے لوگ تیرا نڈازی میں رت رکھتے تھے اور قریش کا خیال تھا کہ بات چیت میں جلس کو جوش کی صورت میں یہ تیرا نڈاز بڑے جوش سے اس کے جلس حدیبیہ پہنچے تو رسول اللہؐ نے فرمایا: خانہ کعبہ کی قربانی کے لئے جو جانور لاتے گئے ہیں وہ ان سے گزاریں جائیں جس نے یہ دیکھا کہ قربانی کے شتر جانور ہو کر کی شدت سے ایک دوسرے پر بدن سے بال نوج نوج کر رہا ہے ہیں اس منظر نے اسے بڑا متاثر کیا وہ آنحضرتؐ سے کوئی بات چیت کے بغیر مکہ واپس پہنچا اور قریش

اب رسول اللہ نے دوسرا قاصد روانہ کیا، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے قریش نے ان سے کہا: اے عثمانؓ آپ ہمارے آدمی ہیں آپ چاہتے ہوں تو اللہ کا طواف شوق سے کریں لیکن محمدؐ کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی حضرت عثمانؓ نے کہا جب تک رسول اللہؐ طواف نہ کریں میں بھی نہیں کر سکتا قریش نے کہا ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ اس سال مکہ میں محمدؐ کو داخل نہیں ہونے دیں گے یہ بات چیت چل رہی تھی کہ اس میں تاخیر ہوگئی اس تاخیر سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا ہے مسلمانوں میں اس سے بڑی بے چینی پھیلی رسول اللہؐ نے فرمایا میں ان سے اس کا انتقام لے بغیر اپنا قدم چھپے نہیں ہٹاؤں گا۔ آنحضرتؐ ایک درخت سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور جہاد کے لئے بیعت کی دعوت دی۔ ہر مسلمان نے آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ جنگ میں موت کو فرار پر ترجیح دے گا اس بیعت کا قرآن مجید میں بھی تذکرہ ہے۔

”جب مسلمان درخت تلے تمہارے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے خدا ان مسلمانوں نے سے خوش ہوا اور اس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا اور ان کو اطمینان عطا کیا اور اس کے بدلے میں ان کو سردست (خیر کی) فتح دی۔ جب تمام مسلمان بیعت کر چکے تو انہوں نے تلواریں میان سے نکال لیں اب وہ جنگ کے لئے بڑھنے والے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے باخبریت ہونے کی اطلاع موصول ہوئی حضرت عثمانؓ نے بتایا کہ قریش کہتے ہیں کہ اس بار تو نہیں آئیں گے مسلمان حرمت والے دنوں میں حج و عمرہ کے لئے مکہ آسکیں گے اس پیغام سے رسول اللہؐ کو اطمینان ہوا کہ قریش بہر حال آمادہ مصالحت تو ہوئے مگر ابھی قریش کے کچھ سردار اس مصالحت کے حق میں نہیں تھے ان کی شہ پڑ خالد بن ولید ایک دستہ لے کر مسلمانوں پر چل پڑے مگر معمولی سی جھڑپ کے بعد خالید بن ولید واپس ہو گئے اور آنحضرتؐ نے مذاکرات صلح کو جاری رکھنے کے لئے قریش سے کہا کہ اپنا آدمی بھیجیں۔ مکہ سے سہیل بن عمرو آئے ان سے بات چیت ہوئی اور آخر میں جو معاہدہ ہوا اس سے مسلمانوں

کے دل ڈوب گئے ان کو یہ گمان ہوا کہ آنحضرتؐ نے خواہ مخواہ کر معاہدہ کیا ہے اور بڑی ذلت آمیز شرائط تسلیم کی ہیں انہیں یہ بھی یقین تھا کہ حضور اکرمؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اس غلط بات نہیں کر سکتے تاہم معاہدہ بظاہر ایسا تھا کہ مسلمان اپنے شرم ناک سمجھ رہے تھے۔

حضرت عمرؓ نے نہ رہا گیا انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کیا آنحضرتؐ خدا کے رسولؐ نہیں ہیں؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا بے شک وہ خدا کے رسولؐ ہیں حضرت عمرؓ نے کہا تو کیا اللہ کے کوہم لوگوں کے مسلمان اور وفادار ہونے میں کوئی شک ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ہرگز نہیں حضرت عمرؓ نے پوچھا: پھر یہ تو ہیں آدمی کیوں ہو رہا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ضبط و تحمل سے کام لو جو اللہ کے رسولؐ ہیں حضرت عمرؓ کی تشفی نہیں ہوئی وہ آنحضرتؐ کی بیعت میں پہنچے اور جو کچھ حضرت ابو بکرؓ سے کہا تھا وہ دہرایا۔ آنحضرتؐ نے کہا عمرؓ میں خدا کا بندہ ہوں اور اس کا رسولؐ ہوں مجھے اس کے خلاف درزی گورا نہیں اور خدا بھی مجھے ضائع نہیں ہونے دے گا حضرت عمرؓ اب چپ ہو گئے مگر دل مسوس کنز ان کی طرف دوسرے مسلمانوں کو بھی یہ معاہدہ گوارا نہیں تھا لیکن سب تقیہ میں چپ تھے جب معاہدہ تحریر کیا جا رہا تھا تو قریش کے آدمیوں نے روئے اور بھی اشتعال انگیز تھا۔ وہ بات بات پر مین میخ نکالتے تھے رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم اہل مکہ کے آدمیوں نے اعتراض کیا۔ ہم حسن و حیم کے قائل نہیں ہیں صرف باسْمِکَ اللّٰہِ لکھا جائے۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ سے کہا ایسا ہی لکھو۔ پھر آنحضرتؐ نے کہا لکھو یہ معاہدہ محمد رسول اللہؐ اور سہیل بن عمرو کے درمیان ہے۔ سہیل نے حضرت علیؓ سے قلم روک لو۔ ہم محمدؐ کو رسول اللہؐ مانتے تو تمہارا ہی کیا تھا محمد بن عبد اللہ لکھا جائے رسول اللہؐ مٹایا جائے حضرت علیؓ میں یہ نہیں مٹا سکتا آنحضرتؐ نے خود اپنے ہاتھ سے رسول اللہؐ الفاظ مٹا دیئے اس فضا میں یہ معاہدہ تحریر ہوا اس کے مطابق (۱) قریشین ایک دوسرے سے دس سال (بعض روایات میں دوسرے



باہے تک جنگ نہیں کریں گے۔

قریش مکہ میں سے جو شخص مسلمان ہو کر اپنے ولی کی اجازت  
بغیر مدینہ پہنچ جائے محمد کو اسے واپس لوٹنا پڑے گا۔

مسلمانوں میں سے کوئی شخص مرتد ہو کر مکہ میں چلا آئے تو اسے  
واپس نہیں کیا جائے گا۔

۱۱) اہل عرب فریقین میں سے جس کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیں تو  
وہ سرفریق اس میں مائل نہیں ہوگا۔

۱۲) مسلمانوں کو اس مرتبہ طواف اور زیارت کعبہ کے بغیر مدینہ  
واپس لوٹنا ہوگا۔

۱۳) مسلمان آئندہ سال مکہ میں ان شرائط کی پابندی کے ساتھ آسکتے  
ہیں۔

۱۔ اسلحہ میں صرف تلوار ہوا اور وہ بھی نیام میں بند ہو۔

۲۔ مسلمان تین روز سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کر سکیں گے۔

اس معاہدہ کے بعد حدیبیہ میں قبیلہ خزاعہ نے جن کے سردار بدیل  
بن ورقاء آنحضرتؐ بات چیت کے لئے آئے تھے رسول اکرمؐ سے باہمی  
دوستی کا معاہدہ کیا اور قبیلہ بنو بکر نے قریش سے معاہدہ وفاداری  
کیا۔

### سہیل بن عمرو کے صاحبزادے

قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو بات چیت کر رہے تھے بات  
چیت جاری تھی کہ سہیل کے صاحبزادے آئے اس عالم میں کہ پیرس  
میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں قریش نے انہیں اسلام لانے کے  
جرم میں قید کر رکھا تھا وہ موقع پا کر بھاگ نکلے اور یہاں پہنچے  
سہیل نے اپنے بیٹے ابو جندلؓ کو دیکھا تو کپڑے کٹھانچے رسید کئے حضرت  
ابو جندل نے فرمایا اے سردار ان اسلام اگر مشرکین مجھے واپس لے گئے  
تو یا مجھے کفر اختیار کرنے پر مجبور کریں گے یا قتل کر دیں گے۔

معاہدہ ابھی تحریر نہیں ہوا تھا اس لئے حضور اکرمؐ ابو جندلؓ کو  
اپنے پاس روک سکتے تھے لیکن معاہدہ کی اسپرٹ کا خیال کر کے اور  
مرضی الہی کے تحت حضور نے فرمایا۔ اے ابو جندلؓ اپنی مصیبت کا  
اجر خدا سے طلب کرو۔ جو تمہارے ساتھ مکہ کے تمام محصورین کے لئے

نجات کی سبیل پیدا کرے گا۔ قریش سے ہماری گفتگو مکمل ہو چکی ہے اس  
میں فریقین نے اللہ کو ضامن قرار دیا ہے میں بدعہدی نہیں کر سکتا  
تمہیں واپس جانا ہو گا رسول اللہؐ کا یہ فیصلہ سن کر مسلمانوں پر غم کا  
پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ منطلوم ابو جندلؓ بے بسی کی حالت میں کھڑے تھے  
اور انہیں واپس کیا جا رہا تھا اس پر سب ملول اور اندر دہ ہو گئے  
اس حالت میں رسول اللہؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ خانہ کعبہ میں  
قربانی کے لئے جو جانور لائے گئے تھے انہیں یہیں ذبح کیا جائے اور  
سرمنڈوائے جائیں اس طرح عمرہ نہیں پرا دا کیا جائے لیکن  
مسلمانوں میں ایک تو غم و اضطراب کی وجہ سے تعمیل حکم کیلئے  
کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ دوسری بات یہ تھی کہ مدینہ میں وحی  
الہی کے مطابق وہ خانہ کعبہ میں قربانی اور عمرہ کے متوقع تھے یہاں  
قربانی اور عمرہ انہیں بے موقع نظر آئی حالانکہ مدینہ کی وحی الہی  
میں یہ تصریح کہیں نہیں تھی کہ مسلمان اسی سال خانہ کعبہ میں داخل  
ہوں گے یہ وحی آئندہ سال کے لئے تھی مگر لوگ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ  
اسی سال پوری ہونے والی ہے اس امید کو دھچکا لگا تھا اور صلح  
نامہ کی شرائط ناگوار تھیں اس لئے رسول اللہؐ کے کہنے پر بھی سرمنڈوانے  
اور قربانی کے لئے مسلمانوں میں کوئی حرکت نہیں ہوتی حضور نے  
دوبارہ فرمایا، سہ بارہ فرمایا لیکن یہی حالت رہی یہ دیکھ کر حضرت  
ام سلمہؓ نے حضور سے عرض کیا مسلمانوں کے دل غمگین ہیں و متاثر  
ہیں آپ خود باہر نکل کر سرمنڈوائیں اور قربانی کیجئے آپ کو دیکھ  
کر سب ایسا کرنے لگیں گے۔ رسول اللہؐ ٹھٹھے ہاتھ نکل کر قربانی  
کی بال منڈوائے اور پھر سارے مسلمانوں نے آنحضرتؐ کی پیروی  
کی اور قافلہ حدیبیہ سے مدینہ واپس روانہ ہوا۔ راستے میں  
وحی الہی آئی۔

(اے پیغمبر! یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی ہم نے کھلم کھلا تمہاری  
فتح کر دی تاکہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرے اور تم پر  
اپنے احسانات پورے کرے اور تم کو دین کے سیدھے راستے پر  
لے چلے اور کوئی تمہارا مانع نہ ہو۔

اس وحی الہی کے نازل ہونے پر حضرت عمرؓ نے حیرت سے پوچھا

یا رسول اللہ کیا واقعی یہ فتح مبین ہے حضور نے فرمایا۔ ہاں یہ فتح مبین ہے لیکن حضرت عمرؓ اور مسلمانوں کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ یہ فتح کیسے اور کہاں سے ہوگی۔

### صلح حدیبیہ - نتائج و اثرات کا جائزہ

معاهدہ کی پہلی شق کے تحت ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا گیا تھا یہ معاہدہ مسلمانوں کے لئے اس اعتبار سے مفید تھا کہ وہ یہودیوں سے فیصلہ کن طور پر نبرد آزما ہو سکتے تھے اور ایسے وقت میں مکہ کے محاذ کی طرف سے خطرہ نہ ہو صلح حدیبیہ کے فوراً بعد مدینہ واپسی پر مسلمانوں نے خیبر کے قلعے فتح کر لئے جو یہودیوں کے طاقت کے مراکز تھے اور فتح خیبر کے بعد یہودیوں سے دوسری جنگیں بھی ہوئیں یہودیوں کے مسئلہ سے قطع نظر حضور اکرمؐ کو عربوں میں تبلیغ اسلام کے لئے امن و امان کی ضمانت دینی تھی۔ جنگ و جدل کی حالت میں نہ تبلیغ ہو سکتی ہے نہ اثر پیدا کر سکتی ہے لوگ ٹھنڈے دل سے حقائق پر غور و فکر کے لئے اسی وقت تیار ہو سکتے ہیں جب امن و امان کی حالت ہو اس امن و امان کی فضا ہی میں باہمی تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں اور دوسروں کو اپنے نقطہ نظر سے متاثر بھی کیا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد بڑا تبلیغی کام ہوا بلکہ صلح حدیبیہ کے دو سال بعد کے عرصے میں اسلام جس قدر پھیلا وہ پچھلے اٹھارہ انیس سال کے عرصے میں بھی نہیں پھیلا تھا۔ خالد بن ولید اور عمرو بن العاص جیسی کئی ممتاز شخصیتیں واقعہ حدیبیہ کے بعد ہی حلقہ اسلام میں داخل دوسری طرف اس امن و امان سے یہ بھی فائدہ ہوا کہ حضور اکرمؐ کو بیرونی ممالک اور عرب ریاستوں کے امرا کو بھی اسلام کی طرف دعوت دینے کا موقع ملا اور گرد و نواح کے بادشاہوں اور سلاطین کو دعوتی خطوط لکھے گئے اور وفود بھیجے گئے اس کے علاوہ امن و امان کے اس عرصے میں معاشرتی اصلاح کے لئے بھی کام کئے گئے مثلاً شراب اسی کے بعد حرام کی گئی معاہدہ کی ایک دفعہ یہ تھی کہ مسلمانوں میں سے جو شخص مرتد ہو کر مکہ چلا آئے وہ واپس نہیں کیا جائے گا غور سے دیکھا جائے تو پیرتہ لوگ اسلامی معاشرہ کے کسی مصرف کے

سہ نہیں تھے بلکہ ان کا مدینہ میں رہنا زیادہ خطرناک تھا اس لحاظ سے یہ شرط مسلمانوں کے مفاد کے عین مطابق تھی کہ جسے اسلام پسند نہیں ہے وہ اسلامی معاشرہ میں نہ رہے۔ معاہدہ کی ایک اہم دفعہ یہ تھی کہ عرب قبائل فریقین میں سے جس سے پسند کریں معاہدہ کر سکتے ہیں دوسرا فریق اس میں رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔ اس دفعہ کے ذریعے پہلی بار اہل مکہ نے مسلمانوں کی سیاسی طاقت اور حیثیت کو باضابطہ طور پر تسلیم کیا اور نہ اب تک انہیں باغی اور سرکش سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے لیکن اب ان کو برابر کا ایک فریق تسلیم کیا گیا جس سے دوسرے عرب قبائل معاہدہ کر سکتے تھے اور یہ بڑی اہم بات تھی کئی عرب قبائل ایسے تھے کہ وہ مسلمانوں سے جنگ و جدل کی پالیسی سے بیزار تھے اور مصالحت سے رہنا چاہتے تھے لیکن قریش انہیں ایسا نہیں کرنے دیتے اب قبائل کو یہ موقع اور حق مل گیا کہ وہ مسلمانوں سے معاہدہ کر میں چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قبیلہ خزاعہ نے مسلمانوں سے دوستی کا معاہدہ کیا اور بعد میں دوسرے کئی قبائل نے اس نوعیت کے معاہدے کئے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کو سیاسی طاقت کی توسیع اور استحکام میں مدد ملی۔ معاہدہ کی ایک اور دفعہ کے رُوسے مسلمانوں کو یہ بھی حق مل گیا کہ وہ آئندہ سال سے زیارت کعبہ کے لئے مکہ میں آ سکیں گے اور یہ واقعی فتح مبین تھی بلاشبہ وہ اس سال زیارت کعبہ سے محروم ہے لیکن وقتی محرومی کوئی چیز نہیں ایک سال کا عرصہ قومی زندگی میں کچھ بھی نہیں ہوتا جنگ و جدل کر کے یا حالات میں تضادم اور ٹکراؤ کی نفرتیں پیدا کر کے مسلمان زیارت کعبہ بھی کرتے تو اس سے اصل مقصد کے لئے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا تھا ایک سال کی محرومی کو گورا کر کے آئندہ سال سے پر امن طریقے پر مکہ میں داخل ہونا ہر لحاظ سے بہتر تھا چنانچہ دوسرے سال مکہ میں مسلمان بڑی شان سے مکہ آئے دو ہزار افراد سو گھوڑوں اور قربانی کے ساتھ اونٹوں کا قافلہ مکہ کی گلیوں سے گزر رہا تھا تو مرد و عورتیں اور بچے مسلمانوں کی صورت دیکھنے کے لئے اُمت پڑ رہے تھے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضورؐ کی اونٹنی کا باگ تھامے ہوئے تھے اور گیت

مدینہ بھیجا اور درخواست کی کہ معاہدہ کی اس دفعہ کو منسوخ کیا جائے اور ابوبصیر اور ان کے آدمیوں کو مدینہ بلوایا جائے۔ رسول اللہ نے قریش کی درخواست مان لی اس طرح یہ دفعہ جو مسلمانوں کی نظر میں شکست اور ذلت کی بات تھی۔ قریش کے حق میں پریشان کن نکلی اور انہوں نے ہی اسے ختم کر لیا

ام کلثوم کا معاملہ

مکہ کے عقبہ بن ابی معیط کی صاحبزادی ام کلثوم مکہ سے بھاگ کر مدینہ آگئی تھیں مسلمانوں نے واپس کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ معاہدہ کی مذکورہ دفعہ کا اطلاق مردوں پر ہوتا ہے عورتوں پر نہیں مسلمانوں کا یہ اقدام وحی الہی کے مطابق قریش نے بڑی بحث و تمحیص کے بعد آخر مان لیا کہ عورتوں پر اس دفعہ کا اطلاق نہیں ہوگا یہ دفعہ فقط مردوں کے لئے رہ گئی تھی اور وہ بھی بعد میں قریش کی درخواست پر ختم کر دی گئی اور وقت نے ثابت کر دیا کہ صلح حدیبیہ جسے مسلمان معاہدہ شکست سمجھ رہے تھے واقعی فتح میں تھی۔

WITH THE BEST COMPLIMENTS

OF

**SHABANA**

**MOTOR TRAINING INSTITUTE**

Ghadially Building, Saddar,

KARACHI

Phone : 513267

لے رہے تھے جس کا مفہوم تھا۔

اس کا نام لے کر ہم داخل ہوتے ہیں جس کے دین کے سوا کوئی دین نہیں اس کا نام لے کر داخل ہوتے ہیں جو محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اے اولاد کفار اس کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ الرحمن نے نبی نازل کر دیا کتاب میں یہ تعلیم دی ہے کہ بہترین جنگ وہ جو اس کی راہ میں لڑی جائے۔

اس منظر نے اہل مکہ کو متاثر کیا اور ان کے دلوں پر مسلمانوں کی عظمت کا نقش بیٹھ گیا یہ کیفیت جنگ و جدل کی حالت میں مکہ میں داخلہ سے نہیں حاصل ہو سکتی تھی حضور نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ خوب سینہ تان کر چلو اور تیز تیز دوڑو تاکہ مخالفین کے اس پر و پگنڈے کی تردید ہو جائے کہ مسلمان بیمار لا عزیا قرہ زدہ ہیں معاہدہ حدیبیہ کی جو دفعہ مسلمانوں کو شاق گزری وہ تھی کہ مکہ کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ پہنچے گا تو وہ مکہ والوں کو واپس کر دیا جائے گا اس معاہدے کے تحت حضرت ابو جندل کی وری واپسی نے مسلمانوں کو اور بھی جذباتی بنا دیا تھا لیکن معاہدہ ہی یہی دفعہ بعد میں قریش کے لئے مصیبت بن گئی۔

ہوایوں کہ مکہ کے ابوبصیر مسلمان ہو کر مدینہ آگئے قریش نے در آدمیوں کو انہیں واپس لانے کو بھیجا حضور اکرم نے معاہدہ کے مطابق ابوبصیر کو ان کے حوالے کر دیا۔ راستے میں ابوبصیر نے موقع پا کر تلوار چھین کر ایک آدمی کو قتل کر دیا، دوسرا بھاگ گیا اس بعد ابوبصیر بحمرہ احمر کے کنارے شام کی شاہراہ پر عریض نامی ایک جگہ میں چھپ گئے اب دوسرے مسلمان بھی پوشیدہ طور سے مکہ سے بھاگ کر مدینہ جانے کی بجائے عیص میں ابوبصیر سے جا ملتے اس طرح یہاں پر مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی جمعیت تیار ہو گئی اور اس جمعیت نے ابوبصیر کی قیادت میں مکہ والوں کی ناکہ بندی کر دی یہ کل ستر آدمی تھے۔ مکہ کا کوئی آدمی یا قافلہ ملتا یہ اس پر ٹوٹ پڑتے اور لوٹ لیتے اب قریش بڑے پریشان ہوئے اس گوریلا جمعیت سے منشا قریش کے بس سے باہر کی بات تھی اور ان کی تعداد میں مسائل اضافہ ہو رہا تھا آخر قریش نے تنگ آکر اپنا وفد

# رسول کائنات

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک ایک قوم اور ایک ایک علاقہ کا نبی بنا کر بھیجا، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ - اور بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا - والی عادِ اِخَاهُمْ هُوًّا - اور ہم نے قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا - والی ثمودِ اِخَاهُمْ هَلْحَا - اور ہم نے قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا - والی مدینِ اِخَاهُمْ شَجِيبًا - اور ہم نے مدین کی طرف حضرت شیب علیہ السلام کو بھیجا - اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے - الی فرعون و ملائکہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی جماعت کی طرف بھیجا - حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے - وَاَرْسَلْنَا ... الخ ہم نے یونس علیہ السلام کو ایک لاکھ یا ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کا نبی بنا کر بھیجا - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ فرماتا ہے **وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ - ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا رسول بنا کر بھیجا - لیکن جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو فرماتا ہے -****

**تَبَرُّكَ الَّذِي نَزَلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا** برکت والی وہ ذات ہے جس نے قرآن کریم کو اپنے عبد مقدم پر نازل فرمایا - تاکہ تمام جہان والوں کے لئے ڈرانے والے ہوں - اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے للعلمین فرمایا - عالمین یہ عالم کی جمع ہے - اور اللہ کے سوا جو کچھ ہے اس کو عالم کہا جاتا ہے - معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے ذرے ذرے کے نبی و رسول ہیں - اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے العالمین ارشاد فرمایا ہے - جیسا کہ قرآن میں ہے

الحمد لله رب العالمين تو معلوم ہوا کہ جس جس چیز کا اللہ رب اس اس چیز کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نبی و رسول ہیں - ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے - **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا - (پک)** اے میرے حبیب ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا - ایک اور مقام پر فرمایا -

**قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَاتٍ لِّكُمْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** لوگو! میں تم سب کو طرف اللہ کا رسول ہوں - الناس میں تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تاقیامت آنے والے سب انسان ہیں - اس آیت سے معلوم ہوا - سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کائنات کے نبی ہیں، وہاں نبیوں کے بھی نبی ہیں، جیسا کہ قرآن میں موجود ہے **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ - اور یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا - جب میں تمہیں کتاب و حکمت میں سے عطا کروں اور پھر تمہارے پاس میرا رسول تشریف لائے جو تمہارے ساتھ ہے اس کی تصدیق کرتا ہوا - لئو منن بہ سے ثابت ہوا کہ تو ضرور بالظن اس رسول پر ایمان لانا اور بالضرورة اس کی مدد بھی کرنا - لئو منن بہ سے ثابت ہوا کہ سائے انبیاء حضور کی رسالت پر ایمان لائے - یہی وجہ ہے کہ حضور کا درجہ اور مرتبہ سائے نبیوں سے بلند و بالا ہے - اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -**

خلق سے اولیا، اولیا سے رسل

اور رسولوں سے اعلیٰ بہار نبی

مسلم شریف کی حدیث ہے - حضور فرماتے ہیں - ارسلت

قال يقومنا انا سمعنا كتبنا انزل من بعد موسى مصداقنا  
 بين يديه يهدي الى الحق والى طريق مستقيم يقومنا اجيبوا  
 داعي الله وامنوا به يغفر لكم من ذنوبكم ويحياكم من عذاب  
 اليم (پت) اور جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف  
 بھیجا جو قرآن سننے لگے۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو کہنے لگے،  
 خاموش ہو جاؤ۔ پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ ایمان لا کر  
 اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے لئے واپس گئے۔ کہنے لگے اے  
 بھائیو! ہم ایک عجیب کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام  
 کے بعد اتاری گئی جو اپنی پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جسے حق اور  
 سیدھے راستے کی رہنمائی کرتی ہے۔ اے بھائیو تم اللہ کی طرف  
 بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے  
 گناہ معاف کر دے گا اور تم کو دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا۔  
 احادیث میں بھی جنات کے ایمان لانے کا ذکر موجود ہے۔ امام  
 مسلم و احمد ترمذی، حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے  
 حضرت عبداللہ ابن مسعود سے۔ لیلة الجن کے متعلق پوچھا تو آپ نے  
 فرمایا کہ ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شب کو ہم نے سرکار کو  
 نہ پایا اور حضور کا اس طرح غائب ہو جانے میں اضطراب و قلق میں  
 مبتلا کر دیا اور یہ رات بڑی بے چینی میں بسر ہوئی۔ صبح کو ہم نے دیکھا  
 کہ سرکار دو عالم غارِ حرا کی طرف سے تشریف لارہے ہیں۔ ہمارے  
 پوچھنے پر سرکار نے فرمایا: "رات جنوں کا قاصد آیا میں اس کے ساتھ  
 گیا۔ میں نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا، اس کے بعد حضور ہم سب کو  
 اس مقام پر لے گئے اور وہاں جنوں کے آگ جلانے کے نشانات  
 دکھائے۔ اس طرح امام ابو نعیم حضرت ابن مسعود سے راوی ہیں کہ  
 وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے ہمراہ مقام برازین پہنچا اور اس جگہ  
 حضور نے ایک خط کھینچ کر فرمایا، یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں ساری رات  
 وہاں بیٹھا رہا۔ صبح کو حضور وہاں تشریف لائے۔ میں نے عرض کی  
 حضور یہ آدازیں کیسی تھیں۔ فرمایا ہذا صور...  
 ... یہ جنوں کی مجھے سلام کرنے اور وداع کرنے کی آدازیں تھیں۔

(خصائص ج ۲ ط ۱۳)

الی الخاق كافة۔ میں تمام مخلوق کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور  
 ایک اور حدیث میں فرمایا۔ ارسلت الی کل احمد واسود۔ میں ہر  
 سرخ و سیاہ کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس طرح مسلم  
 شریف کی ایک اور حدیث ہے: میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے  
 ساری زمین میرے لئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ اور میرے لئے مال غنیمت  
 حلال کر دیا گیا ہے اور مجھے شفاعت کا مرتبہ دیا گیا ہے اور میری صرف  
 اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔  
 قرآن کریم کی متعدد آیتوں اور کاردو عالم کی حدیثوں سے ثابت ہوا کہ  
 حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات کے نبی اور رسول بنا کر بھیجے  
 گئے ہیں۔

جنات کے نبی: جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں  
 کے نبی ہیں وہاں جنات کے بھی نبی ہیں۔ چونکہ یہ مخلوق عموماً انسانوں  
 کی آنکھوں سے مستور رہتی ہے اس لئے ان کو جن کہتے ہیں۔ جن کے  
 وجود کا انکار کفر ہے۔ قرآن کریم سے ان کا وجود ثابت ہے۔ خلق  
 الجن من نار من نار، خدا نے جن آگ سے پیدا فرمائے۔ جنوں  
 میں مرد اور عورت ہوتے ہیں۔ ان میں سلسلہ توالد و تناسل بھی جاری  
 ہے۔ ان میں مسلمان اور کافر بھی ہوتے ہیں۔ ان کی قوت انسان سے  
 زیادہ ہے۔ یہ مسجدوں میں آکر نماز بھی پڑھتے ہیں اور حج بھی کرتے  
 ہیں۔ ان کی خوراک گوبر اور بڑی ہے۔ ان میں نیک اور شریر  
 بھی ہوتے ہیں۔ اکثر شریحین ہی انسان کو ستاتے ہیں۔ جس طرح  
 انسان مکلف ہیں اسی طرح جنات بھی مکلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد  
 فرماتا ہے: ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون، ہم نے  
 جن اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمائے ہیں۔ جنات  
 سے بھی قیامت میں انسانوں کی طرح سوال و جواب ہوں گے۔  
 کافر جن دوزخ میں اور مسلمان جن جنت میں جائیں گے۔ لیکن یاد  
 رکھیں کہ جنات انسان سے افضل نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن  
 نبی نہیں ہوتے۔ جنات کا ایمان لانا اس آیت کریمہ سے ثابت ہے  
 واذ صرفنا اليك نفراً من الجن يستمعون القرآن فلما  
 حضروا قالوا انصتوا فلما قضى ولوا الی قومهم منذرین

جمادات کے نبی: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم کے ساتھ مکہ سے باہر کسی مقام پر گیا۔ . . . . یعنی میں نے دیکھا کہ ہر درخت ڈھبلا اور ہر پہاڑ جڑ بھی راستہ میں آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام عرض کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ السلام علیہ یا رسول اللہ۔ اسی طرح امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور احد پر پر تشریف لے گئے۔ پہاڑ ہلنے لگا۔ حضور نے فرمایا ائت فان علی بنی و صدیق و شہیدان خصائص ج ۲۲ اے پہاڑ ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ پہاڑ حکم پاتے ہی ٹھہر گیا۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں ایک ٹھوکر سے احد کا زلزلہ جاتا رہا رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

نباقات کے نبی: امام ابو نعیم حضرت بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور کی خدمت میں آیا اور ایمان لانے کے بعد اس نے عرض کی کہ مجھے کوئی نشانی دکھائیے تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کیا نشانی چاہتا ہے۔ اس نے عرض کی اس درخت کو بلائیے۔ حضور نے فرمایا جاؤ اس درخت سے کہو تمہیں اللہ کا رسول بلا رہا ہے۔ وہ درخت اتنا سنتے ہی ذالمت

WITH BEST COMPLIMENTS

From

**M. M. SILK MILLS LTD.**

B-19, S. I. T. E. KARACHI.

TEL : 29 29 51  
29 08 32

عن جوانبھا و قطعت عرو . . . . .

علیہ یا رسول اللہ خصائص ج ۲۵

درخت ہلا اور جڑیں زمین سے نکالیں اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کرنے لگا۔ پھر حضور نے درخت کو حکم دیا کہ واپس اپنے مقام پر چلا جائے۔ وہ واپس چلا گیا۔ اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ حضور نے فرمایا اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ اعرابی نے پھر ہاتھ چومنے کی اجازت مانگی۔ حضور نے اجازت دیدی۔ اعرابی نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے۔

حیوانات کے نبی: امام ابو نعیم دبیقی حضرت عبداللہ ابن حنبلہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے اس باغ میں ایک اونٹ تھا۔ فلما راى المنى . . . . . خصائص ج ۱۵۵ جب اونٹ نے حضور کو دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ پھر حضور نے اونٹ کے مالک سے فرمایا تو خدا سے نہیں ڈرتا اس اونٹ نے مجھے شکایت کی ہے کہ اسے بھوکا رکھتا ہے ان تمام قرآن کریم کی آیتوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کسی قوم یا ملک یا گروہ کے لئے نہیں بلکہ حضور قیامت تک کے لئے اور کائنات کے لئے ذرے ذرے کے نبی ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

# مضوراتِ کرم

## صلی اللہ علیہ وسلم

### غیروں کی نظر میں

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ۝ تاریخ کے ابواب تابان اس چیز پر گواہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم کی حالت خراب ہو چکی تھی۔ چاروں طرف کفر و شرک کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں انسانیت دم توڑ چکی تھی۔ شرافت سسک رہی تھی۔ ظلم و ستم پورے شباب پر تھا۔ سنگ و لی کا یہ عالم تھا کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ بے حیائی اور بے غیرتی کا دور دورہ تھا۔ بڑوں کے ادب و احترام اور چھوٹوں کی شفقت و محبت کا جذبہ دلوں سے ختم ہو چکا تھا۔

ایسے نازک وقت میں خدائے قدوس کا دریا ئے رحمت جوش میں آیا اور اپنے گم کردہ راہ بندوں کی دستگیری اور رہنمائی کے لئے امام المرسل ماری السبل و انائے غیوب کل صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ جس وقت وہ آفتاب نبوت وہ مہتاب رسالت اس دنیا کے اب گل میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔ تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس مہر جبین کی آمد سے رشک شمس و قمر ہو جاتا ہے اور وہ درس حیات و یکہ آج تیرہ سو سال کا "طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی آپ کے ارشادات و فرمودات انسانی زندگی کے لئے روشنی کا مینارہ ثابت ہو رہے ہیں اور تاقیامت ہوتے رہیں گے جس کے جامع و اکمل ہونے کا اعتراف نہ صرف اپنوں کو ہے۔ بلکہ غیروں نے بھی جس کا اقرار کرتے ہوئے خراجِ محبتیں پیش کیا ہے۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد اب میں قارئین کرام کی خدمت میں یہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں اگر قبولیت عام حاصل ہوئی ہے۔ تو وہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اپنوں کا... بارگاہ رسالت میں عقیدت کی گردن جھکا کر عقیدت کے پھول پنجاور کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے ایمان کی جان تو آپ ہی سے وابستگی میں ہے۔ لیکن فضیلت و بزرگی اور عزت و عظمت کی معراج تو یہ ہے کہ انہیں بھی آپ کی صفات گوئی اور حق پرستی امانت و دیانت اور صبر و تحمل شجاعت و بہادری و خوش معاملگی کی تعریف کیے ثبوت کے لئے چند غیر متعصب مورخین کے اقوال پیش کرتا ہوں۔

نمبر ۱: میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے بہت اولوالعزم

لوگوں میں شمار کرتا ہوں۔ انہوں نے قبائل عرب سے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر کے ایک بہت بڑی پولیٹیکل جمعی کو سمجھا دیا میں انکی کما حقہ تعظیم و تحکیم کرتا ہوں۔

پر مجبور ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے بنی تھے۔

نمبر ۲: میں نہ سبب اسلام سے محبت کرتا ہوں اور پیغمبر اسلام کو دنیا کے بڑے بڑے مہا پرشوں میں سمجھتا ہوں۔ (لالہ لاجپت رائے)

ڈاکٹر مارگیلوشن

نمبر ۳: جہاں دنیا کے اسلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اور شعبوں میں اس قدر رہین منت ہے۔ وہاں اس میں ممنون احسان ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کے ذریعہ علم و ادب میں ایک جدید طرز کی بنیاد ڈالی اور پاک خیالات اور اعلیٰ حقائق کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔ (محقق جے جے پول)

نمبر ۴: اگر سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان علامتوں کا پایا جانا ضروری ہے کہ وہ ایثار و نفس اور اخلاص نیت کی جیتی جاگتی تصویر ہو اور اپنے نصب العین میں یہاں تک محو ہو کہ طرح طرح کی سختیاں جھیلے انواع و اقسام کی صعوبتیں برداشت کرے۔ لیکن اپنے مقصد کی

نمبر ۱: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان عظیم الشان مسلمین میں سے ہیں۔ جنہوں نے اتحادِ امم کی بڑی خدمت کی ہے انکے فخر کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ انہوں نے ایک وحشی قوم کو نور حق کی جانب ہدایت کی اور اس کو ایک امن و صلح پسند اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنے والی قوم بنا کر اس کو خونی زہی سے روکا۔ اور اس کے لئے ترقی و تہذیب کے راستے کھولے پھر یہ کام صرف ایک فرد واحد کی ذات سے ظہور پذیر ہوا۔ (روس فلاسفر کاؤنٹ ٹالسٹائی)

نمبر ۲: محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی ذات اور قوم ہی کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے ارضی کے لئے رحمت تھے اور انہوں نے ہر قوم کو شش کی کہ ذات پاک کا تفرقہ مٹ جاوے۔ یہی سبب ہے کہ آج اسلام کے اندر ذات و نسل اور قوم کے امتیاز کا نام لیا نہیں ہے۔ (مسٹر ڈی رائٹ مشہور نامہ نگار انگلستان)

نمبر ۳: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت رحم و شجاعت

کا حیرت انگیز مجموعہ ہے۔ آپ کئی سال تک تنہا عربوں کی مخالفت کا مقابلہ کرتے رہے آپ اتنے خوش خلق تھے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے محبت سے پیش آتے۔ غیروں کے ساتھ ہمیشہ شفقت کرتے حقیقت یہ ہے کہ آپ کی عظیم الشان فیاضی و بہادری اور بے غرضانہ محبت بلا شبہ قابلِ تعریف ہے اور آپ کا دین قابلِ تسلیم ہے۔ (مسٹر اسٹینلی اسپنچر آن محمد)

نمبر ۴: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا تو یقین کرتا ہوں لیکن آپ تو تمام انبیاء میں سب سے سچے ہیں۔ (انگلینڈ کا مشہور مسٹر ٹامس کارلائل)

نمبر ۵: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی تھے۔ اگر آپ کی سیرت کا چھری نلر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ توحید و مساوات آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ (لالہ کنور سنگھ چیف جسٹس کشمیر)

# بشکریہ

ایمپائر آپٹیکل کمپنی



اوزنگ زیب پارک، ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون نمبر: 213494



صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
سیرت نبوی  
۵  
تمدنی اثرات

تعالیٰ کی زندہ جاوید کتاب قرآن کریم سے بھی آپ کی عادات اخلاق واضح ہیں جیسا کہ آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔  
آپ کے اخلاق کا حال معلوم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن کریم ہے۔

### سیرت نبوی کی اہمیت

سیرت نبوی کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے یہ نکتہ قابل غور ہے کہ عموماً ایک عظیم شخصیت بیرونی دنیا کو با عظمت نظر آتی ہے۔ مگر اس کے گھروالے جو اس کی اندرونی کمزوریوں سے واقف ہوتے ہیں اس کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جس قدر کوئی شخص مشہور تر اور عظیم تر ہوگا اسی قدر اس کے اندرونی حالات ناخوشگوار ہوتے ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کردار کے دوست دشمن بھی مداح ہے ہیں۔ اسی طرح آپ کے گھروالے عزیز اور رشتے دار آپ کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں کیونکہ آپ کی خانگی اور نجی زندگی بھی اسی طرح بے داغ اور پاک صاف ہے جس طرح بیرونی دنیا کے سامنے آپ کا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ تمام عالم کے لئے قابل تقلید ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ از ابتدا تا انتہا ایک کھلی ہوئی کتاب ہے جس کا ہر کوئی مطالعہ کر سکتا ہے۔ اور رہنمائی کر سکتا ہے۔ آپ کی زندگی کے کسی دور کا حال پوشیدہ نہیں ہے بلکہ آپ کی سیرت مبارکہ کا معمولی سے معمولی واقعہ بھی مستند ذرائع اور عینی شاہدوں کے ذریعے تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔ یہ واقعات ہر طبقہ کے انسان کے لئے اس کے زندگی کے ہر شعبے میں مشعل ہدایت کا کام لے سکتے ہیں۔

آپ کی سیرت مبارکہ کی یہ خصوصیت بھی قابل غور ہے کہ آپ نے اپنی تعلیمات کو پیش کرنے سے پہلے خود ان پر عمل کیا چنانچہ آپ کی تعلیمات کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے کہ جب آپ کی تعلیمات عملی زندگی سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ جسے شرعی اصطلاح میں سنت نبوی کہا جاتا ہے اور چونکہ شریعت میں سنت نبوی کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اسی وجہ سے آپ کے ہر عمل اور ہر فعل کو کامل تحقیق کے بعد کتب احادیث میں محفوظ کر دیا گیا ہے تاکہ اہل اسلام بالخصوص اور اہل عالم بالعموم آپ کی زندگی کو سرچشمہ ہدایت بنا سکیں۔

کتب احادیث سیرت اور تاریخ کی کتابوں کے علاوہ اللہ

کردار عظیم و پاکیزہ نظر آتا ہے

ہماری اس دعویٰ کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ جب آپ کو نبوت عطا ہوئی تو آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ، آپ کے پروردہ چچا زاد بھائی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، آپ کے متبنی غلام حضرت زید بن حارثہ اور آپ کے مخلص ترین اور قریبی دوست حضرت ابو جبر صلیق رضی اللہ عنہ تھے۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ کی سیرت مبارکہ اس قدر اعلیٰ و ارفع تھی کہ جو شخص جس قدر آپ کے قریب تر ہوتا تھا اسی قدر وہ آپ کی عظیم ترین شخصیت سے زیادہ واقف ہو کر آپ پر جلد ایمان لاتا تھا۔ کیونکہ وہ آپ کی پاکیزہ شخصیت سے بے حد متاثر ہوتا تھا۔

بیوی سے بڑھ کر کوئی فرد کسی کی اندرونی کمزوریوں سے واقف نہیں ہوتا ہے لہذا آپ کے کردار میں ذرا بھی کوئی بات ہوتی تو آپ کی ازواج مطہرات میں سے کوئی اس کا تذکرہ کرتیں۔ اس کے علاوہ قبیلہ قریش اور کفار مکہ آپ کے جانی دشمن تھے اور ساری عمر وہ آپ سے برس بیکار رہے وہ بھی آپ کی اخلاقی کمزوری کا کھوج لگاتے اور اسے دنیا کے سامنے اپنی دشمنی کا انتقام لینے کے لئے نمایاں کرتے۔ مگر کسی تاریخی روایت سے ایسا کوئی واقعہ مذکور نہیں ہے۔ اس کے برعکس ازواج مطہرات نے آپ کے جو گھریلو واقعات بیان کئے ہیں ان سے آپ کی عظمتِ کردار اور زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ نیز آپ کے دشمن ابوسفیان نے ہرقل کے سامنے آپ کے بارے میں جو گفتگو کی تھی اس سے بھی آپ کے اعلیٰ کردار کا ثبوت ملتا ہے۔

## کامل شخصیت

عالم انسانیت کے لئے سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ اس لئے اہم ہے کہ آپ کی عظیم ترین شخصیت جامع کمالات تھی۔ آپ کی حیات مبارکہ کا ہر دور ہر عمر اور ہر طبقے کے لئے مشعلِ ہدایت ہے۔ بچے، جوان، بوڑھے مردوزن، سبھی اس سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں مثلاً آپ کے بچپن کا ابتدائی دور ہمارے بچوں اور نوجوانوں کے لئے سبق آموز ہے۔ وہ آپ کے ابتدائی دور سے یہ رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں کہ ناسازگار ماحول کے باوجود ایک صداقت شعار بچہ اپنے عزم و استقلال کی بدولت اپنے اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ

اصول کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ اور ہر حالت میں وہ دیانت داری، حق و صداقت اور شرافت کے اصول کے مطابق اپنی زندگی گزار سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دشمن اور مخالف افراد بھی اسے صادق اور امین کا لقب دے کر خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

آگے چل کر بعثت سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ کے تجارتی مال کی فروخت میں محنت اور دیانت داری سے کام لیا۔ آپ کے اس محنت اور دیانت داری کی بدولت آپ کو اس تجارتی کاروبار میں بہت نفع حاصل ہوا۔ آپ کا یہ طرز عمل ہمارے ان تاجروں کیلئے سبق آموز ہے جو محنت کے بغیر بددیانتی کے ذریعے جلد مالدار بننا چاہتے ہیں اور جنہوں نے گراں فوٹشی اور نفع خوری کو کامیابی کا واحد ذریعہ سمجھ رکھا ہے۔

## عزم و استقلال

جب اسلامی حکومت مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کے علاقے تک محدود تھی تو اس وقت تمام انتظامی امور کے سرکار آپ تھے۔ فتح مکہ کے بعد رفتہ رفتہ تمام اہل عرب مسلمان ہو گئے تھے اس وقت ملکی ضروریات کی وجہ سے آپ نے حکام کا تقرر کیا اور دور دراز کے علاقوں میں مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ان کے لئے الگ الگ حاکم مقرر کئے۔ چنانچہ اسلامی تاریخوں میں مکہ معظمہ، عمان، بحرین، تیملہ اور یمن کے مختلف حصوں کے لئے جداگانہ حکام کے نام مذکور ہیں۔

اس زمانے میں یمن جزیرہ عرب میں سب آباد اور وسیع علاقہ تھا اس کا قدیم تہذیب و تمدن مشہور تھا۔ تجارتی شامراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے اس کا تجارتی کاروبار ترقی پذیر تھا۔ زراعت و صنعت و حرفت کے لحاظ سے بھی اس کی اہمیت تھی۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کے علاقے کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک حصے کے لئے جداگانہ امیر (حاکم) مقرر کیا۔

## تقرر کا معیار

حکام کے تقرر کے سلسلے میں آپ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ وہ یا تو اس علاقے کا سابق حاکم ہو۔ یا وہاں کا بااستثنا رہے۔ وہ

مال حاصل کرنے سے پرہیز کرو۔ (اس معاملے میں)  
مظلوم کی بدعا سے بچتے ہو۔ کیونکہ اس کی بدعا،  
اور خدا کے درمیان کوئی حائل نہیں ہے۔

چونکہ معاذ بن جبل کو ایک مہذب و تمدن علاقے میں قاضی  
بنا کر بھیجا گیا تھا اس لئے وہاں کی مقامی ضروریات اور بدلتے ہوئے حالات کے  
پیش نظر آپ نے انہیں اجتہاد کرنے کے اختیارات بھی دیئے تھے چنانچہ  
سنن ترمذی میں یہ حدیث مذکور ہے:

رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل کو  
یمن کی طرف بھیجا تو آپ نے فرمایا۔

”تم کس بنیاد پر (مقررات) کا فیصلہ کرو گے؟“  
”انہوں نے کہا: ”کتاب اللہ (قرآن مجید) سے۔“  
”آپ نے فرمایا: ”اگر تم کو وہ فیصلہ اس میں نہ ملے؟“  
”انہوں نے کہا: ”سنت رسول سے۔“

”آپ نے فرمایا: ”اگر (سنت رسول اور احادیث سے) یہ (مدد) نہ ملے؟“

”اس پر انہوں نے کہا: ”اس وقت میں اپنی رائے سے اجتہاد  
کروں گا۔“

اس پر آپ نے فرمایا: ”اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول  
کے قاصد کو وہ توفیق دی جسے اس کا رسول پسند کرتا ہے۔“

## خوش اخلاقی کی ہدایت

آپ اپنے حکام کو خوش اخلاقی اور نرمی کی ہدایت فرماتے تھے اور  
انہیں رعایا پر تشدد اور ظلم کرنے سے روکتے تھے چنانچہ جب آپ نے  
ایک صحابی کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر روانہ کیا تو سب  
پہلے ان دونوں کو یہ نصیحت فرمائی۔

”تم دونوں (لوگوں کے لئے) سہولت فراہم کرو اور مشکلات  
نہ پیدا کرو۔ (لوگوں کو اچھے کاموں کی) بشارت دو۔ (ان کو) دشت نہ  
نہ کرو۔ اتفاق باہمی سے رہو۔ اختلافات پیدا نہ کرو۔“

(صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۶۳)

رہی اصولوں کے مطابق مکمل دیانت دار ہو اور خوش اخلاق بھی ہو مسلمان  
نے کے ساتھ ساتھ وہ انتظامی امور کی صلاحیت رکھتا ہو۔

آپ حکام کے تقرر کے لئے مذکورہ بالا صلاحیتوں کو پیش نظر  
رکھتے تھے۔ حاکم کا خالص عربی النسل ہونا آپ کے لئے ضروری نہیں تھا  
اس سلسلے میں آپ عرب و عجم کا امتیاز روا نہیں رکھتے تھے چنانچہ آپ نے  
ہان عجم میں سے بھرام گور کے خاندان کے ایک شخص بازان بن ساسان کو  
مان ہونے کے بعد یمن جیسے اہم علاقے کا گورنر مقرر کیا۔ اس کی وجہ  
یہ کہ وہ پہلے یمن کے حکمران رہ چکے تھے۔ اس لئے انہیں وہاں کے  
انتظامی امور کا بخیرہ حاصل تھا۔ اسی انتظامی صلاحیت کو پیش نظر رکھتے  
ہے بازان کی وفات کے بعد آپ نے ان کے فرزند شہر بن بازان کو  
ان کے علاقے صفا کا حاکم مقرر کیا۔

## حکام کے فرائض

آپ کا ایک خاص اصول یہ بھی تھا کہ آپ کسی مہاجر  
لہان کو کسی علاقے کا حاکم مقرر کرتے تھے تو اس کے ساتھ ساتھ  
انصاری کا لقب بھی فرماتے تھے۔ یہ مسلم حکام ملک کا انتظام کرنے  
ساتھ ساتھ لوگوں کے مقررات کا فیصلہ بھی کرتے تھے اور حرج بھی  
دل کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ان حکام کا سب سے مقدم فریضہ اسلام کی  
اعت و تبلیغ اور اسلامی احکام کی تعلیم و تدریس بھی تھا چنانچہ جب آپ  
حضرت معاذ بن جبل کو یمن کے ایک حصے کا قاضی بنا کر بھیجا تو جس  
ح آپ نے ملکی مصالح کے بارے میں ان کو ہمیشہ قیمت ہدایت دیں اسی  
ح انہیں یہ حکم بھی دیا کہ وہ قرآن کریم اور اسلامی قوانین کی تعلیم دیں۔  
ان کے ذمے یہ فرض بھی عاید تھا کہ وہ یمن میں صدقات کے محصلین  
سے صدقات وصول کریں اور انہیں جمع کر کے مکرز روانہ کریں۔

آپ نے معاذ بن جبل کو یہ ہدایت بھی ارشاد فرمائی  
”تم انہیں سمجھاؤ کہ خدا نے ان پر صبر و قنوت فرما دیا  
ہے جو ان کے امرار سے وصول کر کے ان کے غریبوں  
پر تقسیم کیا جائے گا۔ اگر وہ نسیم کر لیں تو اس  
صدقے کے مال کو وصول کرنے میں، ان کے بہترین

اس کے بعد جب حضرت معاذ بن جبل رکاب میں پاؤں ڈال چکے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے تو چلتے وقت آپ نے انہیں یہ ہدایت فرمائی  
"لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے"

## محصّلین کو ہدایت

زکوٰۃ اور خراج وصول کرنے کے سلسلے میں محصّلین آج  
ہدایت کے مطابق وہ رقوم وصول کرتے تھے۔ آپ نے پہلے ہی سے زکوٰۃ  
کی مقدار اور ان کے شرائط کا باضابطہ تعین کر رکھا تھا۔ اس  
وہ ان احکام و قوانین پر عمل کرتے تھے۔

آپ نے مویشی پر بھی زکوٰۃ مقرر کی تھی اور محصّلین لوگوں کے  
پر جا کر مویشیوں کی زکوٰۃ مویشی کی جنس میں لیتے تھے اس لئے انہیں  
یہ ہدایت فرمائی تھی کہ وہ مویشیوں یا دوسری اجناس میں سے سر  
زکوٰۃ چھانٹ کر وصول نہ کریں۔ اور ایسا عمدہ مال لینے کی کوشش  
عوام کو نقصان یا تکلیف پہنچے۔ بلکہ اوسط درجے کا مال وصول کریں  
ان محصّلین کے لئے قلعی ممانعت تھی کہ وہ رعایا سے  
سرکاری فرائض انجام دینے کے زمانے میں کسی شکل میں لوگوں سے تحفہ  
وصول نہ کریں۔ اس معاملے میں سختی کے ساتھ ان سے باز پرس ہو  
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ان سے محاسبہ فرماتے تھے

## نذرانے کی ممانعت

ایک بار آپ نے ابن اللتیہ نامی ایک شخص کو صدقہ  
کے لئے روانہ کیا۔ جب وہ واپس آئے اور آپ نے اس سے محاسبہ  
نے کہا۔

"یہ آپ کا مال ہے اور یہ مجھے تحفہ میں ملا ہے"  
یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اگر یہ بات ہے تو تم کہو"

یہ تحفہ کیوں نہیں ملا؟

آپ کا اس ارتداد سے یہ منشا تھا کہ جس کسی عامل  
حیثیت سے کوئی ہدیہ یا نذرانہ دیا جائے تو وہ بھی ایک  
ہے اس لئے سرکاری عہدے پر نہتے ہوئے اس قسم کا تحفہ  
قبول نہیں کرنا چاہیے۔

## تشدّد کی ممانعت

آپ نے اپنے حکام اور عام مسلمانوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ وہ  
اپنے ماتحت ملازموں اور رعایا پر سختی نہ کیا کریں بلکہ حکومت کے ٹیکس  
اور واجبات کو بھی تشدد کے ذریعے وصول نہ کریں۔ اور جیسا کہ مذکورہ بالا  
احادیث سے ثابت ہے، آپ انہیں ہر حالت میں نرمی، خوش اخلاقی  
اور سہولت کا رویہ اختیار کرنے کی تاکید فرماتے تھے تشدد اور مظالم سے  
روکتے تھے۔

آپ کا یہ قطعی حکم تھا کہ غیر مسلم رعایا سے بھی جبریہ وصول  
کرنے میں تشدد نہ کیا جائے بلکہ انہیں بھی جبریہ کی رقم اور ریگر  
واجبات کے ادا کرنے میں ہر ممکن سہولت ہم پہنچائی جائے۔ اس سلسلے  
میں صحیح مسلم میں ہشام بن حکیم بن حزام کی ایک حدیث مذکور ہے جس میں  
فرماتے ہیں: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔  
"اللہ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں (لوگوں)

کو عذاب دیتے ہیں"

## محصّلین اور عمال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام حکومت زیادہ وسیع نہیں  
تھا کیونکہ اسلامی مملکت کی حدود صرف آپ کے آخری زمانے میں ہی قائم  
وسیع ہوئی تھی۔ دیگر ممالک کی فتوحات آپ کے بعد ہوئیں تاہم آخر  
زمانے میں آپ نے مسلم اور غیر مسلم رعایا کی سہولت کے لئے جو عمرہ  
انتظامات کئے تھے وہ بعد کے مسلم خلفاء کے لئے مشعل ہدایت بنے۔  
دیگر انتظامات کے ساتھ ساتھ آپ نے یکم محرم ۹ھ سے  
صدقہ، خیرات، جزیہ، زکوٰۃ اور خراج وصول کرنے کے لئے  
ہر قبیلے کے الگ الگ محصّلین مقرر فرمائے۔ جو مختلف قبائل میں گشت  
کر کے صدقات و خراج جمع کرتے تھے۔ وصول کرنے کے بعد وہ تمام

یہ معاملے آپ کے نزدیک اس قدر اہم تھا کہ آپ نے فوراً مسلمانوں کا ایک جلسہ طلب کیا اور لوگوں کو اس قسم کا رویہ اختیار کرنے سے منع کیا۔

## خوبش پوری کا خاتمہ

آپ نے اقربا پروری کا خاتمہ کرنے کے لئے اپنے حاندان اور خاندان بزرگان پر صدقہ لینا حرام کر دیا تھا۔ وہ نہ صرف صدقے کی کوئی چیز نہیں کھا سکتے تھے بلکہ آپ انہیں صدقہ اور خیرات کے عامل اور محصل کی حیثیت سے بھی مقرر نہیں فرماتے تھے کیونکہ صدقے کی خواہ اس مدد سے ادا ہوتی تھی اس لئے ان کا تقرر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آپ نے یہ اصول اس لئے مقرر فرمایا تھا کہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ خاندان نبوت کے افراد اپنے اس تعلق سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ اور ان میں مذہبی تقدس قائم کر کے مفت خوری کی عادت نہ پیدا ہو۔ اس طرح دیگر مسلم حکام اور خلفاء کو بھی یہ نصیحت حاصل ہو کہ وہ بھی اپنے رشتہ داروں کو ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی اجازت نہ دیں۔

## درخواست کی ممانعت

حکام کے تقرر اور انتخاب میں آپ کا یہ اصول بھی مقرر تھا کہ جو لوگ سرکاری خدمت کے لئے خود درخواست پیش کرتے تھے انہیں حکومت کے کسی عہدے پر آپ مقرر نہ فرماتے تھے۔ اس قسم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ دو شخص آپ کے پاس آئے۔ انہوں نے عامل بننے کی خواہش کا اظہار کیا آپ نے ان دونوں کی درخواست نامنظور کر دی اور فرمایا۔

”جو لوگ خود کسی سرکاری عہدے کی خواہش کرتے ہیں ہم ان کو عامل مقرر نہیں کرتے ہیں“

اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اس قسم کی کوئی درخواست نہیں کی تھی اس لئے آپ نے انہیں بلا درخواست مین کا حکم مقرر کر کے وہاں روانہ کیا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۹)

سرکاری ملازمتوں کو بقتدر ضرورت معاوضہ ملتا تھا۔ آپ

نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص معتبرہ تنخواہ سے زیادہ رقم لے گا وہ مال خیانت کا مجرم ہوگا۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ باب ارباق العمال)

## مزدوروں سے سلوک

ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم حکام کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ اپنے ماتحتوں اور عزیز رعایا کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی کا سلوک کریں۔ اس سلسلے میں آپ نے مزدوروں اور محنت کشوں کے بارے میں خاص ہدایات دی تھیں جن کا ذکر کتب احادیث میں مذکور ہے۔ ان میں سے آپ کے چند ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔

- ۱۔ تم مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔
- ۲۔ اس شخص پر خدا کی لعنت ہو جو مزدور کا حق غصب کرے۔
- ۳۔ کسی شخص کو ایسا سخت کام کرنے کا حکم نہ دو جسے تم خود نہ کر سکو اگر کوئی ایسا کام ہو تو اس کام میں اس کا ہاتھ بٹاؤ اور اس سے نرمی کا سلوک کرو۔
- ۴۔ تم مزدور کو اپنے جیسا انسان سمجھو۔ اس پر اس کی طاقت سے زیادہ کام کا بوجھ نہ ڈالو۔ اس کی عزت اور عافیت کا خیال بھی رکھو۔
- ۵۔ غریبوں کے حق کو چھینو، کیونکہ یہ تمہارا ہی کام کرتے ہیں۔ خدا اس بندے کو مرگزا نہیں بخشے گا جس نے کسی مزدور کا حق مار لیا ہو۔

## محنت کی فضیلت

مومن کی نشانی یہ ہے کہ مرتے وقت بھی اس کی پیشانی محنت کے پھینے سے تر ہو۔

۲۔ اس بندے پر اللہ کی رحمت ہو جو اپنی محنت سے روزی کما ہو۔

جس طرح آپ نے مزدوروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا، اسی طرح مزدوروں کو ان کے فرائض بھی یاد دلانے ہیں کہ وہ فرض شناسی دیانت داری اور محنت سے کام کریں۔

دانتوں کے جملہ امراض کے لیے

لحمیات

رجسٹرڈ نمبر ۲۶۰۰۳۰



تیار کردہ :

محمود خان اینڈ سنز

۲۵ - کھانڈ والا بلڈنگ - سینا گنگلی - رنچھوڑ لائن - کراچی

# پیغمبر اعظم کا مشن

صلی اللہ علیہ وسلم

حقیقت کی حیثیت سے تاریخ کے صفحات پر ظاہر ہوتا ہے۔ بنی کے روحانی مرتبے کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ انسانیت کے اس نمونے کا جائزہ لیا جائے جو بنی نے (اپنی میرت اور اپنے تربیت یافتہ اصحاب کے ذریعے) دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور تہذیب کے اس چشمے کا مشاہدہ کیا جائے جو اس کے پیغام سے چھوٹا ہے۔ محمد صلعم کے نصاب العین پر گفتگو کرتے ہوئے ہم یہاں صرف پہلی بات یعنی انسانیت کے اس ایڈیل کا جائزہ لیتے ہیں جو اپنے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس جائزہ کا مقصد اسلامی تہذیب کے ان بنیادی اصولوں کو سمجھنا ہے۔ جن پر تہذیب کی یہ عمارت تعمیر ہوئی ہے اس مقصد کے لئے آگے بڑھنے سے پہلے اسلام کے ایک اہم تصور - ختم نبوت کی تہذیبی قدر و قیمت کو سمجھنا انتہائی اہم ہے۔

ایک بنی کو تو حید کا عرفان حاصل ہونے کے بعد اس کی تلک کی قوتیں انقلاب کا ایک ایسا سرچشمہ بن جاتی ہیں جس کا ہتھامو ادھارا اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کی تجدید نو کا داعیہ رکھتا ہے ان قوتوں کا سرچشمہ زندگی سے منبع حقیقی سے بنی کا ربط ہوتا ہے جس کا ذریعہ "وحی" ہے۔ خالق سے تعلق کا یہ ذریعہ محض انسان کے لئے ہی مخصوص نہیں۔ قرآن میں لفظ "وحی" جس انداز سے استعمال ہوا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کائناتی زندگی کا ایک مشترک ورثہ ہے۔ اگرچہ زندگی کے مختلف مظاہر میں اس کی ماہیت مختلف رہی ہے زمین کے سینے سے پھوٹنے والے پودے کی نمونے ماحول کیساتھ حیوانات کے اعضاء میں تبدیلیاں اور انسان کے اندر پھوٹ پڑنے والے پودے کی نمونے ماحول کے ساتھ حیوانات کے اعضاء میں تبدیلیاں اور انسان

محمدؐ کی عرش عظیم کی بلندیوں تک پہنچ کر دنیا میں واپس تشریف لے آئے۔ خدا کی قسم! اگر میری وہاں تک رسائی ہو جاتی تو پھر کبھی واپس نہ لوٹتا۔ مشہور صوفی حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کا یہ ایک جملہ بنی اور صوفی کی دلی کیفیات کے نفسیاتی فرق کے اظہار کے لئے اقوال صوفیاء کے پورے خزانے میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ صوفی عرفان توحید کے مراقبے میں غرق رہنا چاہتا ہے۔ اور اگر وہ مراقبے کے عالم سے عالم ہوش میں آئے تب بھی اسے مجموعی حیثیت میں انسانیت کی خدمت ممکن نہیں۔ اس کے مقابلے میں عرفانی کیفیت سے بنی کا عالم انسانیت کی طرف واپس آنا تعمیر ہی مقاصد کا حامل ہے۔ مشاہدہ توحید کے بعد بنی وقت کے بہتے ہوئے دھارے میں اٹل چٹان کی طرح کھڑا ہو کر تاریخ کا رخ موڑ کر انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا حامل ایک نیا عالم پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔ صوفی کے لئے مراقبے میں مشاہدہ انوار کی سعادت ساری جدوجہد کا آخری حاصل ہوتا ہے، لیکن یہی کیفیت بنی کو وہ شعور عطا کرتی ہے جس کے نتیجے میں اسے دنیا کو بدل دینے والی اعتماد کی وہ نفسیاتی قوت ارادی حاصل ہوتی ہے جو زندگی کی مکمل قلب ماہیت کے ذریعہ آدمی کو انسانیت کا ایک مکمل پیکر عطا کرتی ہے مشاہدہ کی ہوئی روحانی حقیقتوں کو عملی زندگی کی بنیادی قوت کی حیثیت میں دیکھنا بنی کی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے اور یہ تمنا اپنے مشن کی تکمیل میں پیش آنے والی مشکلات کے مقابلے میں ایک آہنی عزم کا روپ ڈھال لیتی ہے۔ یہ خواہش اپنی شدت اور ان سنگین حقائق کا موازنہ کرتی ہے۔ جن سے حصول مقصد کے لئے سامنا ہوتا ہے۔ حقائق کی اس دشوار گزار راہ سے گزرتے ہوئے بنی خودی کو پہچانتا ہے اور ایک عظیم

کا نتیجہ تھے۔ جن کے ذریعے ان پر اگندہ مذہبی تصورات اور رسومات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی جو کسی ٹھوس بنیاد سے محروم تھے یہی وجہ ہے کہ یہ فلسفیانہ تصورات زندگی اٹل حقیقتوں کی جانب ہماری رہنمائی سے قاصر ہیں۔

اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو پیغمبر اسلام کی حیثیت قدیم اور جدید دنیا کے درمیان ایک پل کی سمجھے جہاں تک آپ کے مہذب علم و وحی کا تعلق ہے۔ وہ قدیم ہے لیکن اس علم کی روح جدید ہے آپ کی ذات میں زندگی کو معلومات کے دیگر ذرائع ملے ہیں جو ارتقا کی جدید راہوں کی جانہ رہنمائی کر سکیں۔

کے اندر بھٹ پڑنے والا ہدایت کا نور یہ سب اس پر اسرار اشارے وحی کی مختلف صورتیں ہیں۔ ماہیت کے ظاہری اختلاف کا سبب ہدایت وصول کرنے والوں کی فطرت اور ضروریات کا فرق ہے۔

انسانی تاریخ کے ابتدائی دور میں روحانی قوتوں نے نبی کے شعور کا روپ دھارا جس کے ذریعے انسان کو کائناتی حقیقتوں کا علم اور فکر و عمل کے لئے رہنمائی عطا ہوئی۔ مشاہدات و تجربات سے حقائق کا اندازہ کرنا ایک قابل فخر صفت ہے۔ اس صفت کے ذریعے ہی انسان مقصود کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جب یہ صفت پیدا ہو جائے تو علم کے دیگر ذرائع کی مدد سے اس میں مزید مضبوطی پیدا کرنی ضروری ہے اس میں شک نہیں کہ دور قدیم میں بعض عظیم فلسفیانہ نقطہ ہائے نظر مجر و ذہنی کاوشوں

WITH BEST COMPLIMENTS

FROM

**RABCA POULTRY FARM**

KORANGI, KARACHI

WITH THE BEST COMPLIMENTS FROM

**Haji Haroon & Sons**

Silk, Cotton, Curtain, Cloth Merchants, Table Cloth, Bed Sheets,  
Towels, Cushions, JANAMAZ and all kinds of hosiery

Shop No. 1-2, Corner Shop Bohri Bazar, Saddar, Karachi

Phone : 51 21 66



# جشن میلاد النبی ﷺ

ہے مومنین کے لیے، کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی وجہ سے ہوا، تو چاہیے کہ اس پر سب خوشیاں منائیں، یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جو لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔

کیا یہ نزول رحمت یعنی نزول قرآن مجید پر خوشیاں منانے کی ہدایت نہیں ہے؟ اس کی تو ہر نعمت اور ہر رحمت اپنے بندوں سے شکر نعمت و رحمت کی متقاضی ہے، البتہ خدا نے اپنے رسول کے ذریعے شکر ادا کرنے اور خوشی منانے کا طریقہ بھی بتایا ہے، لہذا جو بتایا گیا ہے اسی کے دائرے میں رہ کر، اور جو سکھایا گیا ہے، اسی آداب کو بہت کر، اور جو مقاصد و عزائم ہمارے لیے مطلوب حیات ٹھہرائے گئے ہیں ان کو نازہ کر کے خوشی منانی ہوگی۔

## تذکار رسول اور قرآن

اللہ نے قرآن مجید میں اپنے صالح بندوں اور رسولوں کا ہر بار تذکرہ کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تم بھی ان کو یاد کرو اور جو کچھ تم نے ان سے پایا ہے وہ دوسروں تک پہنچاؤ۔

وَاذْكُرْ عَبْدًا نَّابِلًا إِذْ نَادَى رَبَّهُ انِّ مَسَّنِي الشَّيْطَانُ بِنَصْبٍ  
وَعَذَابٍ. (ص: ۱۴۱)

اور یاد کرو میرے بندے ایوب کو، کس طرح پکارا تھا، اس نے اپنے پروردگار کو کہ الہی مجھے شیطان نے تکلیف دیا اور گادی ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدًا نَّابِلًا إِذْ نَادَى رَبَّهُ انِّ مَسَّنِي الشَّيْطَانُ بِنَصْبٍ  
وَعَذَابٍ. (ص: ۱۴۱)

"اور یاد کرو ہمارے بندوں، ابراہیم واسحق و یعقوب کو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے بننے،

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ (مریم: ۱۶) اور یاد کرو کتاب میں، مریم کو،

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اسْمَاعِيلَ، الَّذِي كَانَتْ صَادِقَ الْوَعْدِ (مریم: ۵۴)

حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت تذکرے اور تذکیر کا نام مجلس میلاد ہے۔ اس تذکرے اور تذکیر کے ساتھ ہی دلوں میں مسرت و سرخوشی کے جذبات کو دہلیں لیں۔ یہ شعور بیدار ہو کہ کتنی بڑی ت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرفراز کیا اور اس کا اظہار بھی ختم الرسول کی ت و اطاعت اور خداوند بزرگ و برتر کی حمد و شکر کی صورت میں ہو اور اسی طور پر ہو، تو یہ عید میلاد النبی ہے۔

عید کے معنی خوشی کے ہیں عید الفطر اور عید الفصحی بھی خوشی کے ہیں، لیکن اس سے بھی ہر شخص آگاہ ہے کہ اس کا مطلب صرف خوشی منانا نہیں ہے۔ بلکہ صوم رمضان کی بحسن و خوبی ادائیگی کا اور بھوک سے سو دگی کی طرف آنے، اس کے مقاصد کو سمجھنے کا اور ساتھ ہی حق و باطل کے لیے اولین تصادم میں ظفر مند ہونے کا شکرانہ ہے اور عید الفصحی میں یاد نازہ ماجاتی ہے اس کی کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اپنے صاحبزادے کو حق کی راہ پر قربان کرینے پر آمادہ ہو گئے اور اس امتحان میں عملی ثبوت دے کر کامیاب ہوئے!

یہ دونوں عیدیں، صرف عیدیں نہیں ہیں کہ ہم جس طرح چاہیں خوشیاں منائیں اور جو چاہیں کر لیں، یہ عیدیں مسلمانوں کی خصوصی طرز کی ترجمان اور عظیم ابراہیمی کو اجتماعی طور پر نازہ دم کرنے کی مقررہ تاریخیں ہیں۔

ایک عید بمعنی روز مسرت و سرخوشی ہے، قرآن مجید ہم پڑھتے تو ہیں لیکن اس پر غور کم ہی کرتے ہیں کہ قرآن مجید شروع سے آخر تک اپنی ایک ایک آیت میں نیا سبق اور نئی تعلیم دیتا ہے مثلاً سورہ یونس کی آیت ۵۵ پڑھتے یا ایہا الناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم وشفاء لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ فَمَنْ لَّمْ يُفِضْ لِّلَّهِ وَرِجْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ۔

"لے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت آگئی! وہ جو دلوں کی بیماریاں دور کرنے والی شفا ہے، اور ہدایت ہے، اور رحمت

” اور یاد کرو، کتاب میں اسماعیل کو جو وعدے کا سچا تھا۔“

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكُتُبِ أَوْرِيسُ نَزَّلْنَا لَكَ إِذْ كَانَ صِدْقًا نَبِيًّا (مریم: ۵۶)

اور یاد کرو، کتاب میں اوریس کو جو سچا نبی تھا۔“

وَإِذْ كَرَّعَبْدُ نَادَا وَذَا لَيْدًا (ص: ۱۷)

اور یاد کرو، ہمارے بندے داؤد صاحب قوت کو۔“

وَإِذْ كَرَّ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْزَلْنَا قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ (الاحقاف: ۲۱)

اور یاد کرو عَاد کے بھائی کو جس نے اپنی قوم کو احقاف میں (انجام کے

نتائج سے) ڈرایا تھا۔“

وَإِذْ كَرَّوَالنَّمِطِ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ

وَالْحِكْمَةِ (البقرہ: ۲۳۱)

” اور تم سب یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی اور جو کچھ تم پر کتاب

و حکمت کی صورت میں نازل کیا گیا۔“

وَإِذْ كَرَّوَالنَّمِطِ اللَّهُ عَلَيْكُمْ أَعْدَاءُ فَالْتَفُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَ

صَبَحْتُمْ بِبُعْتَبِ أَنْحَوَانَا (آل عمران: ۱۰۳)

اور تم سب یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی جب تم ایک دوسرے

کے دشمن بنے، تو اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم سب اس کی نعمت کی وجہ

سے بھائی بھائی ہو گئے۔“

فَإِذْ كَرَّوَالنَّمِطِ اللَّهُ لِعَلَّكُمْ تَفْلُحُونَ (الاعراف: ۶۹)

” اور تم سب یاد کرو اللہ کے احسان کو، شاید تمہارا سبب بھلا ہو۔“

كَذَلِكَ فَفَقَّ عَيْدُكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ (طلہ: ۹۹)

یوں سنا تے ہیں ہم تمہیں کچھ احوال ان کا جو پہلے گزرے ہیں۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ

آدَمَ (مریم: ۵۸)

وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا، انبیاء میں سے جو آدم کی اولاد ہیں۔

اس لیے ان تمام انبیاء و مرسلین کا تذکرہ کرنا اور نعمت الہی کو یاد کرنا

ہمارے لیے ضروری ہے۔ یہ آلاء اللہ ہیں یعنی اللہ کے احسانات اور

انہیں کے تذکرے میں ہماری فلاح ہے۔

یہ سمجھنا کہ نبوت تو چالیس سال کی عمر میں ملی تھی، اس لیے جب سے

نزول قرآن ہوا، بس اس وقت سے نبی کو یاد کیا جائے۔ صحیح نہیں ہے اللہ

نے جن لوگوں کو منصب نبوت و رسالت پر نازل کیا، ان کو شروع سے منتخب کیا تھا۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ

عَلَى الْعَالَمِينَ (آل عمران: ۳۳)

یقیناً اللہ نے جن لیا اور خاص کر لیا آدم کو اور نوح کو آل ابراہیم

کو اور آل عمران کو جہان سے۔“

لہذا ان کا بچپن بھی قابل توجہ ہے اور جوانی بھی قابل تذکرہ

ہے اور ان کی ولادت بھی، یہ دوسری بات ہے کہ ہمیں ان میں سے اکثر کی

تاریخ ولادت کا کوئی علم حاصل نہ ہو، قرآن مجید میں ہے۔

وَدَهَبْنَا لِإِدَاؤِ سُلَيْمَانَ نَعْمَ الْعَبْدُ (ص: ۳)

” اور عطا کیا ہم نے داؤد کو سلیمان، بہت خوب بندہ۔“

وَدَهَبْنَا لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَوَعَقُوبَ (الانبیاء: ۶۷)

” اور عطا کیا ہم نے اسے اسحق، اور یعقوب۔“

وَلَبَّيْكُمْ بِأَسْحَقَ ابْنِ إِسْحَاقَ (القنات: ۱۱۲)

اور بشارت دی ہم نے اس کو اسحق کی کہ نبی ہوگا صالحین میں سے

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلِيَّ ابْنُ أَبِي سَمْعَانَ (ابراہیم: ۳۹)

” اور تمام حمد و ثنا اس خدا کے لیے ہے، جس نے مجھے بڑھاپے

میں اسماعیل اور اسحق عطا فرمائے۔“ یہ حضرت ابراہیم کا شکر ہے۔

يَذَكِّرُنَا إِنَّا لِلَّهِ أَشْرَكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ (مریم: ۱۷)

اے ذکریا! ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں ایک فرزند کی، جس کا نام

یحییٰ ہوگا۔“

إِنَّ اللَّهَ يَبْشُرُكَ بِبِحَبِيئٍ مُّصَدِّقًا لِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا

وَخَصُورًا وَخَبِيًّا (آل عمران: ۳۹)

بے شک اللہ تمہیں بشارت دیتا ہے یحییٰ کی، جو گواہی دینے والا ہوگا

کلمہ اللہ کی، اور سردار ہوگا حضور ہوگا اور نبی ہوگا۔“

وَبَشِّرْنَا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنَ الْبَعْدِ اسْمُهُ أَحْمَدُ (ص: ۱۷)

اور حضرت عیسیٰ کی زبان سے یہ کہلوا یا گیا کہ: ” اور میں بشارت دینے

والا ہوں ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد، اور اس کا نام احمد ہے۔“ یہ

بے بشارت کسی فرزند کی نہیں، رسول کی ہے۔“



کئے، اور اسکو روشنی میں اپنے معاشرے کے عمل کو پرکھا، اور اپنی زندگی مرتب کی  
 آج اپنے معاشرے سے چاہئے تو یہ پوچھ سکتا ہے کہ میلاد النبی کا جو  
 اہتمام کیا جاتا ہے، کیا قرآن مجید میں اس کا کوئی حکم ہے یا سنت رسول  
 میں اور عمل صحابہ میں اس کی کوئی مثال موجود ہے؟ مگر اس کا جواب کسی  
 دوسرے سے حاصل کرنے کی بجائے اسے خود بھی غور کرنا چاہیے کہ جو لباس  
 وہ پہنتا ہے، جو کھانا وہ کھاتا ہے جس طرح کے گھر میں رہتا ہے یا جس  
 طرح تعلیم حاصل کرتا ہے، اس کا حکم قرآن مجید میں کیا ہے یا سنت  
 رسول اور عمل صحابہ میں اس کی کوئی مثال موجود ہے یا نہیں؟ یہ بات  
 اگر آپ اس سے کہتے تو وہ کہے گا۔ اور اسے یہی کہنا چاہیے کہ لباس  
 میں، کھانے میں، گھر کی تعمیر و آرائش میں یا تعلیم کے طرز و اسلوب میں  
 بنیادی چیز وہ مفہود ہے جو لباس، غذا، رہائش اور حصول علم کا ہے۔  
 موسم کے لحاظ سے، حالات کے اعتبار سے ان کی ظاہری صورت بھی بدل بھی  
 سکتی ہے، مگر مقصود نہیں بدلے گا۔ اگر مقصود بدل گیا، اور اس کی  
 کوئی صورت بنیادی قانون متضاد ہو گئی، تو قرآن و سنت کی نظر میں  
 وہ صورت ناپسندیدہ اور ممنوع ٹھہرے گی، مقصود اور وسائل کے فرق  
 کو نہ بھولنا چاہیے، اس کی ایک مثال یوں لیجئے کہ آدمی لباس پہنتا ہے،  
 جس کے تین مقاصد ہیں۔ (۱) سردی سے جسم کو محفوظ رکھنا (۲) زیب  
 و زینت اور خوشنمائی پیدا کرنا۔ (۳) ستر پوشی کرنا، اسلام نے ستر پوشی  
 کو مقصود اصلی قرار دیا ہے، اب اگر کوئی لباس ایسا ہو جو اس مقصد کو پورا  
 نہ کرے تو اسلام کی نظر میں قابل گرفت ٹھہرے گا، ورنہ مقصود اصلی  
 کو جرحت پہنچانے بغیر سردی سے بچنے اور خوشنمائی و زیبائی پیدا کرنے  
 کی ہر صورت پسندیدہ ہے، اور مستحسن ہے۔

یہی حال مختلف علوم و فنون کے ہیں، جو مسلمانوں نے ایجاد کئے  
 اور ان کو ترقی دی، یہی حال کھیتی باڑی کے آلات کا جنگ کے آلات،  
 سواری کا اور دوسری ضروریات زندگی کا ہے، یہی حال تاریخ اور اس  
 کی پیش کش کا ہے اور یہی حال تذکار انبیاء اور تذکار رسول مقبول کے طریقوں  
 اور سیرت طیبہ کے بیان کا ہے۔

یہاں ایک بات ضمنی طور پر عرض کرنے کی ہے کہ قرآن مجید میں  
 جو "امرو نواہی" ہیں کہ یہ کرو اور نہ کرو، وہ تعمیل کی چیزیں ہیں، احکام

پر غور نہیں کیا جاتا، ان کی تعمیل کی جاتی ہے، ان کے علاوہ جو باتیں  
 ہیں وہ غور و فکر کی ہیں، قرآن مجید نے آسمان سے زمین تک گرد و پیش  
 کی بے شمار چیزوں کا تذکرہ کر کے ان پر غور و فکر کی دعوت دی ہے جب  
 مسلمان آزاد تھے۔ ان کے اذہان شگفتہ تھے، ان کی نفسیات پر وہ دباؤ  
 نہ تھا جو ذہنی محکومی سے پیدا ہوتا ہے، تو انہوں نے کائنات پر اور اس  
 کی بے شمار چیزوں پر غور و فکر کیا، نئے نئے علوم و فنون وضع کئے، ایجاد  
 کیں، یا پہلے کے علوم و فنون کو اپنی فکر و نظر کی روشنی میں صحیح رخ پر  
 لگایا، لیکن جب سے یہ عالم بدلا، غور و فکر کی اصل چیزیں چھوڑ دیں، غور و  
 فکر کا سارا زور ان چیزوں پر صرف کرنے لگے جو غور و فکر کی نہیں، تعمیل کی چیزیں  
 ہیں اور اس طرح علم و دانش کا سرمایہ اور وہ صلاحیت خدا نے بخشی  
 تھی، بے عمل ضائع ہوئی، یہ گھرانے یا بدول ہونے کی بات نہیں ہے صرف  
 وہ قوت تمیز پیدا کرنی چاہیے جو واضح کرے کہ علم و دانش کے سرمایے کا  
 اور غور و فکر کی صلاحیت کا صرفہ کہاں ہو تو بر محل ہوگا اور کہاں ہو تو بے محل  
 ہو جائے گا اور یہ کوئی شکل نہیں ہے۔

## عہد رسالت میں تذکار رسول

عہد رسالت میں تذکار رسول کا جو طرز تھا وہ بعد کے زمانے  
 میں فطرۃ بدلا۔ مگر تذکار رسول نہیں بدلا۔ صرف اس کا طرز بدلا، صحابہ کی  
 مجلس میں مثلاً "حمدًا شاکرًا رسول اللہ والذین معہ" کی ایک آیت  
 کا دنیا بھی کافی تھا اور یہی ان کے لیے تذکار رسول تھا، سارا قرآن  
 روشن ہو جاتا تھا۔ وہ اس آیت میں حضور اکرم کو اٹھتے بیٹھتے، چلتے  
 پھرتے دیکھتے لکھتے تھے، لیکن ان لوگوں کے سامنے، جن کو حضور کی زیارت  
 کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا، تذکار رسول مقبول کا حق تو ادا ہونہیں  
 ہو سکتا تھا جب تک پوری تفصیل سے تمام باتیں بیان نہ کی جاتیں۔  
 یہی سبب ہے کہ صحابہ نے حضور کی ایک ایک بات محفوظ کی، حلیہ مبارک  
 تک وضاحت سے بیان کیا۔

قرآن مجید میں انبیاء مرسلین کا تذکرہ نہ صرف یہ کہ اللہ نے خود  
 کیا ہے بلکہ حکم دیا ہے کہ ان کو یاد کرو اور دوسروں کو یاد دلاؤ، اس لیے ناممکن  
 تھا کہ مسلمان جب مسلمان تھے اور صاحب ایمان تھے اور رسول مقبول کا تذکرہ

حق، تبلیغِ اِدامِ دُنُو اِی، تذکارِ رسول اور وعظ و پند بھی تھا اور تحدیثِ نعمت بھی (اور یہی وہ لفظ ہے۔ جہاں سے راویانِ حدیث کے لیے محدث کی اصطلاح نکلی) یہ تاریخ بھی ہے اور اسوہ بھی ہے۔ بلکہ اسوہ حسنہ جس کی طرف متوجہ ہونے کی تاکید قرآن مجید نے کی ہے۔ تاریخ یہ ہے کہ حضور کب پیدا ہوئے؟ وہ زمانہ کونسا تھا؟ آپ کے ظہور سے پہلے عرب کا اور ساری دنیا کا حال کیا تھا؟ ماضی میں دنیا کا حال کیا ہے؟ اسلام کیا ہے؟ کب سے شروع ہوا، نبوت کا منصب کیا ہے؟ نبی کی شخصیت کیا ہوتی ہے؟ انبیائے نو کیا لائے؟ اور ان کی قوموں کے کردار

اختیار کی؟ اور راہِ ہدایت دکھانے میں انبیاءِ مرسلین کو کن کن مشکلات مصائب و آفات سے گزرنا پڑا؟ حضور تشریف لائے تو کیا لائے؟ کس طرح پیغام پہنچایا؟ کیا تعلیم دی؟ وہ تعلیم کتنی جامع تھی؟ حضور کی طبیعت و سیرت کیا تھی؟ وہ اوصاف کیا تھے، اور اخلاق کیا تھے، جن کی بنا پر حضور انسانِ کامل تھے؟ تعلیم دی تو کس طرح دی، اور زندگی کے تمام شعبے کا احاطہ کیا تو کس طرح کیا؟ فکر و نظر کی اصلاح اور اخلاقِ کردار کی تربیت دی تو کیسے دی؟ یہ اسوہ ہے!

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی

رضی اللہ عنہم، حضرت بلال حبشی، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوذر غفاری اور دوسرے صحابہ و صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی نشستوں میں اپنی محفلوں میں اپنے اجتماعات میں حضور اکرم کی تعلیم اور سیرت کے بیان سے پہلو تہی نہیں کر سکتے تھے، عہدِ نبوت کے بعد جب وہ لوگ معاشرہ اسلامی

میں داخل ہوئے، جنہوں نے حضور کو دیکھا تک نہ تھا، اور ان کے اخلاق و کردار اور تصورات و افکار اور ایمان و ایقان میں وہ قوت نہ تھی جو صحابہ میں تھی، تو اس کا فطری تقاضا یہ تھا کہ حضور کی سیرت، حضور کی تعلیم کا طریقہ اور اسوہ پوری قوت سے ان کے سامنے لایا جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات اور خواجہ حسن بصری کے مواعظ بیان سیرت کے سوا اور کیا ہیں؟ جس طرح حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء کا تذکرہ قرآن مجید نے لوگوں کی ذہنی و فکری اصلاح کے لیے کیا اسی طرح مسلمانوں نے سید المرسلین کی ذاتِ گرامی کو مرکزی حیثیت سے پیش

نیفر رکھ کر تمام انبیاء اور ان کی تعلیم کا بیان شروع کیا، حضور اکرم کی شخصیت نزد دل و دل کا آغاز، پیغامِ ربانی کی آمد، تلاوتِ قرآن، تبلیغ و ہدایت، قبول دعوت، مخالفت

تھے، اس کے علاوہ مسلمانوں کو چوں کہ ہمیشہ جمعیت و تنظیم کی اجتماعی زندگی نے کا حکم ہے، اس لیے ہر معاملے میں انہوں نے اجتماعیت کو پیش نظر رکھا، حدیثِ نعمت "کا حکم خود حضور اکرم کو ملا تھا کہ **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ**، پندرہ گار کا تذکرہ کرو، اسے دوسروں سے بیان کرو، ظاہر ہے کہ حضور کی بت میں تمام مسلمان اس حکم کے تحت آگئے، صحابہؓ کو اس کا علم تھا، مسلمانوں بلکہ سارے دنیا کے انسانوں پر اس سے بڑا انعام ربانی اور کیا ہے کہ اس نے **وَرَأَى كَرَمَ مُحَمَّدٍ رَسُولَ اللَّهِ كَوْجِيحًا**۔

**لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران: ۱۰۴)**

"بے شک احسان کیا اللہ نے ایمان والوں پر کہ انہیں میں سے ایک رسول ان میں اُٹھایا، جو تلاوت کرے۔ اللہ کی آیات ان کے سامنے اور ان کے نفوس کو پاک صاف کر کے نکھارے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔"

اور حجتہ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو جو حضور نے آخری بار مخاطب فرمایا اور ہدایات دیں، تو اختتام پر یہ فرمایا **فَلْيُبَلِّغُوا الْبَلَاغَ الْمَشَاهِدَ الْغَائِبِ** "جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان ہدایات کو لوگوں تک پہنچائیں جو حاضر نہیں ہیں، اور اس حکم کی تعمیل صحابہ نے اہتمام کے ساتھ کی۔ **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا) وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي فَرَضِيَتْ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا** اور اپنی نعمت پوری کر دی تم پر تمہارے لیے اسلام کو دین بنا کر خوش ہوں (یہ اعلان ربانی بھی اسی زمانے کا ہے، اور یہی وہ اکمالِ دین و اتمامِ نعمت ہے جس کی تحدیث "ضروری ٹھہری، لہذا مسلمانوں نے ہر زمانے میں تحدیثِ نعمت کی، جو تذکارِ رسول کے بغیر ممکن ہی نہیں، چنانچہ اہل تحقیق کو حضرت حسان بن ثابت جیسے بلند مرتبہ صاحبِ شعر و شعور صحابی نے بیان بھی کیا ہے کہ اللہ نے حضور کو ایسا قرب بخشا کہ موزن ہر روز پانچ وقت اللہ کے نام کے ساتھ حضور کا نام پکارتا ہے۔

روایت احادیث یا سماع احادیث کا جو طریقہ ابتدائی زمانے میں تھا، اس کو آپ استاد کی تقریر کہہ لیں، مگر اس کے ساتھ ہی بلاغ

کا زور، جدوجہد، مصائب کا مقابلہ، غم استقامت، اہل ایمان کی تعلیم و تربیت، ان کی عملی زندگی، ان کی عبادت پرمانت، ان کے اخلاق و کردار، خدمت خلق کا جذبہ، پھر ہجرت اور ترک وطن، ایمان والوں کو نظام میں پرو کرنا ایک متحد و مضبوط ملت کے ساپنے میں ڈھالنا، پھر اس ملت کا ایک مثالی معاشرہ بنانا اور اس کے قواعد مرتب کرنا، معاشی حکومت کا قیام اور اس کے قوانین کی ترویج کرنا، حتیٰ و باطل کا انصاف، عزت و معاہد اور معاہدات کے اصول، گرد و پیش کے فرماؤں کو دعوت اسلام یا تہمتیں جو صحابہ کے سامنے تھیں۔ اور تاہین یعنی دوسری نسل نے اپنے بزرگوں سے سنی تھیں۔ اور جانی تھیں، اسی کا یہ اثر تھا کہ بات تقریب سے مخیر کو پہنچی، ایک طرف تفسیر سامنے آئی، دوسری طرف احادیث نبوی کے مجموعے مرتب ہوئے تیسری طرف قرآن مجید سے، اس کی تفسیروں سے اور احادیث کے مجموعے سے اصول تواریخ اور قوانین زندگی متبسط ہوئے جن کے مجموعے کا نام فقہ ہے (جو لیتفقہو انی الدین) کے لفظ قرآنی سے ماخوذ ہے، چوتھی طرف نمازی لکھے گئے، سیرت کی کتابیں تیار ہوئیں، پھر ان کی بھی مختلف شاخیں نکلیں، پانچویں طرف تزکیہ نفس مجاہدہ و ریاضت، اور طبیعت اخلاق و کردار پر توجہ ہوئی، جسے کہتے ہیں، اور بعد میں جسے تصوف کہا جانے لگا، نسبتیں کہی گئیں، قصائد پہلے بھی لکھے جاتے تھے، مگر لغتیں نہ تو امر القیس کے قیام سے کوئی مناسبت رکھتی ہیں، نہ مدیح کے وجم سے عرفی نے اسی نکتے کو واضح کیا ہے۔

شعراء کہ نتوان بیک آہنگ مردون

نعت شہ کوئین و مدیح کے وجم را،

ھوشیار، خبردار! نعت شہ کوئین اور مدیح کے وجم کے فرق سے

غافل نہ ہونا، ان دونوں کا رنگ، جڈا ڈھنگ، جڈا آہنگ جدا۔ اس کے لیے طلاوت لسان کی جگہ صداقت بیان "فردری ہے۔ ہنگامہ وہم و گمان کی جگہ، جوش ایمان و ایقان اور آشفستگی و شوریدہ سرری کی جگہ، محبت و شفقتی درکار ہے، مدیح کے وجم، یعنی بادشاہوں اور فرماؤں کی شان میں جتنا مبالغہ کرو حسن سمجھا جاتا ہے مگر یہاں کوئی بات خلاف واقعہ ہرگز نہ ہو، یہاں ذرا سا مبالغہ بھی مراسعہ ہو جاتا ہے، اسی لیے نکر کی پختی، نظر کی وسعت اور علم و خبر اور قوت تیز مطلوب ہے نعت شہ کوئین بڑی نزاکت احساس اور بیداری شعور چاہتی ہے۔

نعت شہ کوئین

نعت کے یہ اصول صحابہ کے طرز کلام سے ماخوذ ہیں، تہذیب حسان بن

ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زہیر، حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے دور سے لیکر امام ابو حنیفہ، شیخ اکبر محمد بن ابی حنیفہ، ابن عربی اور بوہیری سب اسی خصوصیت کے حامل رہے ہیں، اور یہی خصوصیت آج تک ہر زبان کی نشرو نظم میں جاری و ساری ہے۔ اب دیکھئے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے حضور اکرم کے سامنے یہ نعت پڑھی اور اجازت لے کر پڑھی۔

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتُ فِي الظَّلَالِ وَفِي

مُسْتَوْدِعِ حَيْثُ يَخْصِفُ الورقُ

"اُس دنیا میں آنے سے پہلے آپ ساہ خاص میں تھے اور اُس

نزل محفوظ میں، جہاں بتوں سے بدن ڈھاپنے گئے تھے، (یعنی جنت میں)

فَمَهْبَطُتِ البَلالِ دَوْلِ البَشْرِ

أَنْتِ وَلَا مُطْعَمَةٌ وَلَا عَلَقُ

پھر آپ اس جنت سے اترے اور بستوں میں پہنچے، حالانکہ

ابھی آپ نہ تو "بشر" ہی تھے نہ مضغہ "گوشت" نہ "لہو کی بوند"

بَلْ لَطْفَةٌ تَرْكِبُ السَّفِينِ وَقَدْ

الْجَمُّ سُرّاً وَأَهْلَهُ الْفَرْقُ

"بلکہ وہ ماء مقطر جو کشتیوں میں سوار تھا، اُس وقت جب پانی

کی موجیں پہاڑ کی چوٹی کو چھوری تھیں اور باشندگان سرزمین ڈوب

چکے تھے"

تَنْقُلُ مِنْ صَالِبِ الی سَرْحِمِ

اِذَا مَضَى عَالِقُ بَدَا طَبِقُ

یہ ماء مقطر سلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتا رہا اور جب ایک عالم

اسی طرح گذر چکا تب سطح زمین ابھری اور احوال پیدا ہوئے جن میں جماعتیں

نمودار ہوئیں۔

وَرَدَتْ نَارُ الحَمِيمِ مُكْتَمًا

فِي صُلْبِهِ أَنْتِ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

آپ آتش خلیل میں بھی اترے، چھپے ہوئے ان کے سلب میں آپ

ہی تو تھپتھپاتی تھیں، وہ بھلا کس طرح جلتے،

حتیٰ احتویٰ بیدتھ المہین من

خندین علیآء تحتھا النطق

یہاں تک کہ آپ کی حفاظت آپ اس محافظ گھرانے نے کی جو خند

ی بلند مرتبہ خاتون کا ہے۔ وہ بلند مرتبہ خاتون کا دامن قدموں میں لوثا تھا

س خاتون کی شان و شوکت پر تھی، وہ قبیلہ خند تمام قبائل میں سب سے

داثر و افضل تھا، (خند ام ولد بن الیاس کا لقب ہے جو بیت اویہ

پشت میں حضور اکرم کی وادی تھیں)

فَذَحْنُ فِي ذَالِكَ الْيَضْبَاءِ وَفِي التَّوْبِيرِ

وَسَبَلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

"تو اب ہم لوگ سب اسی روشنی اور اسی نور میں ہیں اور اور رشاد

تعمامت کی راہیں نکال رہے ہیں۔

یہ نعمت وہ ہے جو حضور اکرم کے سامنے پڑھی گئی اور اُسدا الفابہ" ہیں

س کا تذکرہ بھی ہے کہ اس پر حضور نے کلمات تحمیں فرمائے حضور اکرم کی طرف

سے اگر اس کی تحمیں ہوتی تو اس کے معنی ہوتے کہ جو کچھ ان اشعار میں کہا گیا ہے

ان کی بھی تصدیق ہوگی ورنہ کسی پہلو سے بھی ان اشعار میں کوئی نقص ہوتا تو

نہ ضرور وہیں اس کی تصحیح فرمائیے، جس طرح کوٹ ابن زہیر جیسے شاعر بن شعر اصلاح

فرمادی تھی اکب نے اپنے مشہور قصیدے میں جب یہ شعر پڑھا۔

ان الرسول لسيفٌ يستضاء به

مهتد به من سيوف الهند مسؤل

"یہ رسول وہ چمکتی سیف ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

یہ ہند کی بنی ہوئی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی تلوار ہیں۔

تو حضور نے اس شعر کی یوں تصحیح فرمائی کہ "سیوف الخند کی جگہ

سیوف الہند کہو اور جب سے اس قصیدے میں یہ شعر اسی تصحیح کردہ

صورت میں پڑھا جاتا ہے، ہند سے مراد ہندوستان نہیں ہے، خود عربوں

کی سرزمین میں ایک علاقہ ہند کہلاتا تھا، جہاں کے لوہے کی تلوار بڑی جوہر

سمجھی جاتی تھی، ہند میں عورتوں کا نام بھی ہوتا ہے۔ حضور کی طرف سے

اصلاح کا مقصد یہ تھا کہ نبی کسی خطے سے وابستہ نہیں ہوتا، اس کی ذاتگی

صرف اللہ سے ہوتی ہے۔

عہد رسالت سے بعد کئی صدیاں گزر چکے پر ۱۳۵ھ میں شیخ اکبر

محمد الدین عربی نے بھی ایک نعت کہی۔ دیکھئے اس میں کیا ہے؟

الابابى من كان مدكا وسيدا

وادمر بين الماء والطين واقف

ارے میرے ماں باپ خدا ہوں اس پر کون تھا جو اس وقت

بھی بادشاہ اور سردار تھا جب آدم ابھی مٹی اور پانی کے درمیان

ٹھہرے ہوتے تھے؟

فذاك رسول الا بطحي محمد

له في العلامه قديدا قطارون

وہی رسول ابھی محمد، جن کو سر بلندی کا ہر مجد و شرف حاصل ہے

قدیم بھی اور جدید بھی؟

انى بزمان السعد فى اخير المدي

وكانت لدا فى صل عصر موافق

وہ آخری زمانے کی نیک سلامت میں تشریف لائے لیکن ان کو

ہر زمانے میں ہر ایک تمام وقتوں حاصل رہا۔

انى لانكسار الدهو بحو صدق

وكانت له فى صل عصر وهو امرن

"وہ آئے، دہر کو اس طرح تڑنے کے لیے کہ اس کا ایک ہی حصہ کسی

طرح مزین و سرد ہو جائے اور اس پر تو زبانیں، ان کی شاخوں ہیں اور عظیم

ربانی بھی شاداں؟

اذ ارام امرا يكون خلافه

و ليس لذاك الامر فى الكون صائر

وہ اگر کسی چیز کا امدادہ کر لیں وہ چیز ان سے برگشتہ ہو جائے تو

یقیناً روہ کہ پھر اس کائنات میں کوئی اس کا پوچھنے والا نہیں۔

کیا حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب کی فکر سے اس نگر ایک نکتہ

نظر نہیں آتا؟

### سرکاری مجلس مولود

عہد عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج ہوا تو اس

کے ایک سردار ابن ابوقوزامی نے ۳۴۷ھ میں دمشق کو فتح کیا اور خلیفہ مقتدر

ہام اللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام خطبہ پڑھوایا۔ یہ وہی خلیفہ ہے جس کے زمانے میں دوسری طرف یوسف بن تاشقین کو عروج ہوا اور اس نے درخواست بھیجی کہ جس قدر ملک یسرب قبضے میں ہے اس کی سند مجھ کو دے کر سلطان کالقب اور "امیر المؤمنین" کا خطاب عطا کیا گیا اسی یوسف بن تاشقین نے شہر اترش کی بنیاد رکھی تھی، جو آج تک اس کی یادگار ہے بلکہ اس دور کی بھی، سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنی جہات سے فارغ ہو کر سالہا سال کے بعد جب بغداد پہنچا تو یہ ۴۸۴ھ تھا، اس نے ۴۸۵ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی، اس کا بڑا چرچا ہوا، یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی اس لیے تاریخ کے صفحات میں اس کو جگہ ملی، اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مجلس مولود اور تذکار رسول مقبول کا آغاز ہمیں سے ہوا۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عید میلاد النبی کا آغاز قیام پاکستان کے بعد ہوا، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ قیام پاکستان سے پہلے مجالس میلاد النبی لکھنے اہتمام سے منعقد کی جاتی تھیں، ماہ مبارک ربیع الاول کی چھوٹی بڑی مجلسیں تو الگ رہیں۔ یہ حال تھا کہ موقع مسرت کا ہو یا غم کا، مسلمان تذکار رسول ہی کے دامن کا سہارا لیتے تھے کوئی اپنا مکان بنا کر تیار کرتا تھا تو اس کا افتتاح بھی مجلس میلاد سے ہی ہوتا تھا، مسلمان اس کو ہمیشہ موجب برکت و سعادت سمجھتے رہے، دوسرے فیوض اس سے جو حاصل ہوتے تھے وہ بلبلیہ ہیں، مسلمانوں کو حضور سے والہانہ محبت ہمیشہ رہی، وہ میلاد کی مجلسوں کی مجلسوں کے علاوہ ماہ رجب میں شب معراج، ماہ رمضان میں ستائیسویں رات "شب قدر" کا اہتمام بھی ای جوش و خروش سے کرتے تھے، صی کہ وہ ماہ سفر کے "آخری چہار شب" کو بھی نہیں بھولتے جس دن حضور نے غسل صحت فرمایا تھا۔

اس بر عظیم میں جب مسلمان امتیاز میں مبتلا ہو کر غیروں کے محکوم ہو گئے ان کی قومی و ملی زندگی کی ایک ایک چیز درہم برہم کر دی گئی، بالخصوص ۱۸۵۷ء کے بعد جب مسلمانوں کو من حیث القوم باغی قرار دے دیا گیا، ان کے علماء و زعماء پر مقدمات بنواد چلا کر ان کو پھانسی دی گئی یا کالے پانی بھیجا گیا اور عام طور پر مسلمانوں کو دہشت زدہ کیا گیا تو اس کے ساتھ ہی ایک کوشش دشمنوں نے یہ بھی کی کہ حضور اکرم کی ذات گرامی پر حملے کئے اور سیرت طیبہ

کو توڑ ٹور کر پیش کیا جائے تاکہ اسلام کی طرف سے مسلمانوں کے دلوں شکوک و شبہات پیدا ہوں اور حضور اکرم سے جو والہانہ و روحانی اور وابستگی ہے، وہ کسی طرح کمزور ہو، میکالے کی تعلیم اسکیم کے ماتے میں مشنریوں نے جو کچھ اندر اندر کیا وہ تو ان کا ہے، انہوں نے اسلام خلاف بر ملا رسالے لکھنے شروع کئے، مناظرے کے جلسے منعقد کرنے لگے ہندوؤں کو بھی انہوں نے اپنے نقش قدم پر لگا لیا۔ آریہ سماجی بھی کمر باندھنے لگے میدان میں آگئے۔ متشہقین نے اپنی زندگیاں اس مقصد کے لیے وقف کیں، اور یہ سلسلہ تو آج تک جاری ہے۔ قرآن نے کہا تھا۔

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هَدَىٰ اللَّهُ هَوًّا لَّهُدًى (البقرہ: ۱۲۰)

یہود نصاری تم سے خوش نہیں ہوں گے۔ جب تک تم ان روش پر ان کے ماتحت نہ آ جاؤ (مگر) کہہ دو کہ اللہ کی طرف سے جو ہدایت ہے۔ وہی اصل ہدایت ہے۔

یہ عالم الغیب کی طرف سے انتباہ تھا، اور ہم نے دیکھا کہ ان طرف سے مسلمانوں کے ایمان و ایقان اور محبت نبوی میں خلل ڈالنے کی کوششیں بھی نہیں رکیں، یہود نصاری ہی نہیں مشرکین کے بارے میں بھی خبردار کیا گیا تھا۔ دوسری آیت ملاحظہ کیجئے۔

لَتَبْلُوَنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَالْأَنْفُسِكُمْ ۖ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا كَيْتًا ۗ (ال عمران: ۱۸۶)

یقیناً تم آزمائشوں میں پڑو گے اپنے جان کی اور مال کی بھی ضرور ضرور سنو گے تم ان لوگوں کی طرف سے، جن کو تم سے پہلے کتاب لگی ہے اور ان لوگوں کی طرف سے بھی، جو مشرک ہیں۔ بہت اذیہ ناک باتیں۔

یعنی اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب، خالق افتاد طبع ہے کہ یہ اپنی افتاد طبع سے ہلا آنے والے نہیں چنانچہ ہم نے دیکھا کہ ان کی طرف سے کیا کیا کچھ نہ ہوتا رہا۔ اور کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے بہر حال طرز عمل کے پہلے علمبردار بر عظیم میں ڈاکٹر اسپرنگر تھے، جو اس زمانے میں دہلی کا لے اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے سربراہ تھے ان کا حملہ



ہما میلاد خواں نے پڑھا کہ "ملک سراندیپ میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبر پر ایک درخت ہے جس کے ہر پتے پر کالہ اکالا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ ہر روز ٹوٹ کر قبر پر گرتے ہیں، انہیں سراندیپ کا حاکم احتیاط کے ساتھ بٹور کے دفن کرا دیتا ہے۔ اس روایات کو سنکر مولوی خدا بخش نے میری طرف دیکھا اور میں نے ان کی طرف دیکھا اور اسی وقت تہہ کر لیا کہ موجودہ طریقے میں قطعی اصلاح کرنی چاہیے۔"

اس میلاد خواں نے یہ روایات کسی کتاب ہی سے پڑھی ہوگی مولود سعیدی اور مولود شہیدی نام کی کتاب میں اس زمانے میں موجود تھیں ان کے علاوہ بھی ہوں گی۔ مگر ظاہر ہے کہ میلاد خواں کوئی صاحب علم نہ تھا ورنہ کسی کتاب میں ایسی بات موجود بھی تھی تو اس کی اصلاح کر لیتا، میلاد کی تقریب کا رواج بہت تھا۔ ہو سکتا ہے اس سے مختلف طرح کے لوگوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہو۔ ایک تو خود میلاد خواں نے کہ اس منصب کی اہلیت نہ ہونے کے باوجود یہ جہالت کی، بازار میں کھڑے بکے چلتے ہیں لیکن ان کے ہی سہارے کھوٹے بکے بھی چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہرزانے میں ہوا ہے دوسرے وہ شخص جس نے میلاد خوانی کے لیے ایسی کتاب لکھی، اس میں بھی دو قسم کے اشخاص ہو سکتے ہیں۔ (۱) وہ جس نے مالی فائدہ اٹھانے کے لیے کتاب لکھی اور جہاں تہاں سے جو کچھ اس کی رسائی میں تھا سمیٹ کر اس میں درج کر دیا، کتاب فروخت ہوگی یہی اس کا مقصد تھا (۲) وہ جس نے سیاسی فائدہ اٹھانے کے لیے ایسی کتاب لکھی یا کسی کو ایسا مواد دیا تاکہ عوام کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوں۔ یہ وہی زمانہ ہے جس میں مسلمانوں کے ذہنوں پر چھاپہ مارنے اور پراگندہ فکر و خیال میں مبتلا کرنے کے لیے فوج در فوج لوگ نکلے ہوئے تھے، بڑا روپیہ صرف ہو رہا تھا اور حکمرانوں کی سرپرستی میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔

بہر حال یہ واقعہ ان بزرگ کا بیان کردہ ہے جنہوں نے تحریک سیرت شروع کی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کا جو شیرازہ بچھریا گیا تھا اس کو بیٹنے کے لیے کئی نثریں لکھی گئیں بعد دیگرے وجود میں آئیں، ایک تحریک

سے بھی پہلے شروع ہو چکا تھا، ان کی تحریری ہم اور میکالے کی تعلیمی اسکیم دونوں نے قدم تقریباً ساتھ ہی بڑھائے تھے، پھر صوبہ یوپی کے لیفٹننٹ گورنر سر ولیم میور نے ہندوستان میں بیٹھ کر اور ان کے معاصرین ڈاکٹر جے لے مور، ڈاکٹر ویل، وان کریمر، برتھامی، سینٹ ہیلر، نوٹیلر، دلہانز، گولڈسیر، رینیاں نے پھر بعد میں پروفیسر مارگولیس، وغیرہ نے یورپ میں بیٹھ کر یکے بعد دیگرے بڑی عظمت و جانفشانی سے عالمانہ روپ میں اپنا کام کیا۔ عام مشنریوں کا جواب دینے کے لیے مولانا دامت اللہ کیرانوی، ڈاکٹر پرفخان، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رحم علی، مولانا غیاث رسول چچا کوئی وغیرہ نکلے اور انہوں نے دنیاں شکن جواب دیے۔

ان کے رسالے آج بھی موجود ہیں، یہ گہرے علم کے لوگ تھے لیکن پھر یہ سوچا گیا کہ اس زمانے میں جب مسلمانوں کو دہشت زدہ کر کے رکھا گیا ہے۔ ان میں اتنا دم کہاں ہوگا کہ کوئی گورنر سے ٹکر لینے کی جرات کرے گا، سر ولیم میور نے "لائف آف محمد" کے نام سے اپنی کتاب لکھی تھی، مگر اس کا جواب سر سید احمد خان نے دیا، انہوں نے بڑی عظمت اس سلسلے میں کی خاص طور پر لندن گئے "اور خطبات احمدیہ" لکھی، پھر مولوی چرلس علی نے بھی "محمد دی پرافٹ" انگریزی زبان میں لکھی، اس کوشش میں یہ بھی ہوا کہ جن نکات کا کھل کر جواب دینے میں زحمت ہوئی وہاں کوئی تاویل کر دی یا کسی حدیث کو ناقص اور لاوی کو چھوڑ کر فرار سے دیا۔ مگر جواب بہر حال دیا خاموش نہیں ہوتے،

## ہندوستان میں تحریک سیرت

مسلمانوں کے معاشرے کا حال روز بروز خراب ہوتا جاتا تھا علم سے دوری بڑھتی جاتی تھی، خود مسلمان سیرت طیبہ کو بھولتے جاتے تھے، ان حالات میں جس کسی نے کتابی صورت میں شہرت کے نام سے جو چاہا لکھ دیا، کوئی گرفت ہو نہیں سکتی تھی، پھر بکتا ہیں یا ان کتابوں کی باتیں میلاد کی محفلوں تک پہنچنے لگیں۔ زبانی بیان کرنے کا رواج ان دنوں نہیں تھا، حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے محب مخلص مولوی خدا بخش خاں دہلی اور بانی ادنیٹل لائبریری ٹینڈے کے ساتھ میلاد کی ایک تقریب میں شریک

دیوبند، ایک تحریک علی گڑھ، ایک تحریک ندوہ ایک تحریک سیرت،

حضرت مولانا شاہ سیلان چلواری نے ۱۳۲۰ھ میں تحریک

باقاعدہ متروک کی، اب سے کوئی اکانوے سال قبل یعنی ۱۸۸۰ء کے لگ

ہبگ اپنی ہستی چلواری شریف میں اس کا آغاز کیا۔ لیکن اس سے بھی پہلے مولوی

خدا بخش خاں وکیل نے محفل میلاد کا اہتمام کیا۔ اور وہاں حضرت شاہ

صاحب نے پہلی مرتبہ سیرت طیبہ زبانی بیان کی۔ اسے بسم اللہ کہیے۔

خدا بخش کا بڑا احسان جہاں علمی دنیا پر یہ ہے کہ ایسا مادہ کتب

خانہ قائم کر دیا۔ وہاں یہ احسان بھی کم نہیں ہے۔ اس اہم اصلاحی

مہم میں وہ حضرت شاہ صاحب کے ساتھ آگے بڑھے اور اصلاح

کی بنیاد قائم کرنے میں پیش پیش رہے۔ اصل یہ ہے اس زمانے میں بشیر

لوگ حساس تھے اور اپنے فرائض سے غافل نہیں رہتے تھے، انہیں

اپنے قومی تشخص اور ملی خصوصیات کے تحفظ کا خیال رہتا تھا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کی ہے کہ عام مسلمانوں کی،

پراگندہ حالی و پریشان خیالی اور کم علمی و بے خبری کی وجہ سے جو حال

ہو گیا تھا اور جو ہوتا جاتا تھا اس کی ایک دردناک مثال اوپر کا واقعہ

ہے، اس سے متاثر ہو کر ان دو بزرگوں نے اصلاح کا قدم اٹھایا اور

تذکار رسول کا وہ مفید طریقہ وضع کیا۔ جس سے حضور اکرم کی ولادت

بچپن اور جوانی، حضور اکرم کے اخلاق و اوصاف، نبوت درمالت حضور

اکرم کا مرتبہ بلند، سیرت طیبہ اور سنت و طریقت وغیرہ کا علم ہر مسلمانوں

کو ہو جائے، کیوں کہ جب تک اس پر نظر نہ ہوگی۔ خود اس کی سیرت

درست نہ ہو سکے گی، انہوں نے طے کیا مجلس میلاد بار بار ہو اور حضور اکرم

کی زندگی کے مختلف پہلو اچھی طرح نظروں کے سامنے آئیں اور آتے رہیں۔

حضرت شاہ سیلان چلواری نے ۱۳۲۰ھ میں زبانی بیان سیرت

کا سلسلہ ماہ مبارک ربیع الاول سے شروع کیا، چاند رات سے شب

دو روز ہر روز بیان سیرت ہوتا تھا۔ اور اس سگن کے ساتھ اس کا اہتمام

انہوں نے کیا۔ ۱۳۲۰ھ سے ۱۳۹۳ھ اس کا سلسلہ ٹوٹا نہیں، وہ ذہن تیار

کر دیا جو بڑا مفید سمجھا کر اسے ادا کرتا ہے۔ قصبہ چلواری شریف تحریک

سیرت کا مرکز بن گیا۔ اور وہاں سے یہ آواز سارے صوبے میں اور پھر

سارے برعظیم میں خبر سے رنگون تک گونجی، انہوں نے انجمن اسلامیہ ٹیپنہ

مسلم کونکیشنل کانفرنس، انجمن حمایت اسلام لاہور، اور اجلاس ندوۃ العلماء

سب کو سیرت طیبہ کا پلیٹ نام بنا دیا۔ ان کے بیان سیرت کی ترتیب

و تنظیم یہ تھی۔

(۱) رسول اللہ کی زندگی نبوت، نزول وحی، تبلیغ، غزوات

اور دوسرے تمام اہم واقعات کا بیان زبانی تسلسل کے ساتھ اور تفصیل

سے ہو۔

(۲) تمام اسرار، انساب، مقامات اور سنین کی پوری تعیین

کی جائے۔

(۳) تاریخی واقعات کا صرف حوالہ نہ دیا جائے بلکہ قرآن سے

حدیث سے، عقل و درایت سے، رجال سے اور اصول جرح و تعدیل

سے اور معیار سیرت کے نقطہ نگاہ سے تبصرہ تنقید بھی ہو۔

(۴) سیرت کی تفصیل پیش کی جائے، وہیں قدم قدم پر اپنی سیرتوں

کو سیرت طیبہ کے آئینے میں دیکھ دیکھ کر سنبھالنے اور سنوارنے کی تلقین

بھی کی جائے۔

(۵) یہ بیان محض خشک لیکچر نہ ہو بلکہ محققانہ و متکلمانہ انداز

کے ساتھ عارفانہ شفقتی سوز و گداز اور بر محل اشعار مثنوی سے

روحانی تاثیر کام قع بن جائے۔

یہ ایک بامقصد اقدام تھا۔ بڑی کامیابی ہوئی۔ برعظیم کا گوشہ گوشہ

گونج اٹھا۔ عیسائیوں اور آریوں کے تحریری و تقریری حملوں اور مناظرے

کے جلسوں کا زور بھی اس سے ٹوٹا اور یہ فکر دلیں میں جاگزیں ہوئی کہ

اسلام کی تاریخ اور سید المرسلین کی سیرت طیبہ پوری صحت و سند کے

ساتھ مرتب کی جائے۔ حضرت شاہ صاحب نے میلاد خوانی جہاں خستم

کی اور زبانی بیان سیرت کا طریقہ رائج کہا اور وہاں ابتدا میں ان کے

صاحبزادے مولانا شاہ حسن میان چلواری نے نئے انداز کی میلاد خوانی

کتاب لکھی کہ اگر کتاب دیکھ کر پڑھنے والے چاہیں، تو اس کو دیکھ کر پڑھیں

یہ کتاب ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی پھر ۱۹۱۲ء قاضی سیلان منصور پوری

کی کتاب "رحمتہ للعالمین" منظر پر آئی اس کے بعد ۱۹۱۵ء میں علامہ شبلی

و علامہ سید سلیمان ندوی کی کتاب "سیرۃ البنی" کی جلدیں شائع ہونے

لگیں۔ ان کے علاوہ بھی آردو انگریزی میں مسلمانوں نے سیرت نبوی

مدت و راز سے ان کی کوشش جاری ہے کہ حضورؐ کی محبت مسلمانوں کے قلوب سے کسی طرح نکل جائے۔

میلاد کی محفلوں میں احتتام و پرصلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اللہ نے بڑی اہمیت کے ساتھ ہدایت کی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب ۵۶)

”اللہ اور اس کے فرشتے سب نبی مکرم پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی درود و سلام بھیجا کرو“

حدیث نبوی میں ہے کہ جب میری امت کا کوئی فرد مجھ پر درود و سلام بھیجتا ہے تو وہ مجھے اسی طرح پہنچا یا جاتا ہے جس طرح وہ درود و سلام بھیجتا ہے یعنی اس کے اعضاء و محبت کی سب کیفیتیں پہنچائی جاتی ہیں یہی سبب ہے کہ صحابہ جب کبھی نعت کہتے تھے یا تذکار رسولؐ کرتے تھے تو صلوة و سلام ضرور بھیجتے تھے اور اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ درود و سلام نماز کا جز ہے۔ لہذا میں مسلمانوں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہم کھڑے ہوئے انتہائی عزت و احترام اور شفقت و گریہ و گدگدگی کے ساتھ پڑھیں درود و سلام ان تمام کیفیتوں کے ساتھ حضورؐ تک پہنچے گا، اور پھر انہوں نے وہ اشعار پختے جو حضورؐ اکرمؐ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت زبان پر تھے کہ:

طلم الہدر علینا من ثننات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا اللہ داع

اور پھر اسی طرح کے اشعار لوگوں نے خود بھی تصنیف کئے اور اس کے ساتھ ہی یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک: یا حبیب سلام علیک۔ صلوات اللہ علیک کی تکرار کی، یا نبی سلام علیک، الثننات سے ماخوذ ہے جو ہر نماز میں ہم آپؐ پر پڑھتے ہیں۔ الثننات اللہ والصدقات والطیبات۔ السلام علیک ایھا نبی اور صلوات اللہ علیک ماخوذ ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علیٰ نبی سے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ اجمعین بوجہ تبارک یا ارحم الراحمین!!

قر و مطولی کتابیں لکھیں، پہلے بھی اور بعد میں بھی، ان کتابوں نے آیات کا مفید دستہ ذخیرہ اور قابل اعتماد و دل نشیں مجموعہ ہتیا کر دیا۔ بزرگمیں اس تحریک سیرت نے زبانی و سیرت کا رواج اتنا کیا کہ اب کتاب دیکھ کر کوئی میلاد خوانی نہیں کرتا،

## نار رسولؐ اور جدید تقاضے

اس بیان سیرت میں جسے میلاد النبیؐ یا ”مولد شریف“ کہتے ہیں۔ عہد حاضر میں تھوڑی سی ترمیم کی اور ضرورت ہے۔ بیان سیرت ریفہ مذکار رسولؐ کا ایک وسیلہ و طریقہ ہے مقصود نہیں بدل سکتا نہ طریقہ میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ برابر ہوتی رہی ہے۔ بزرگوں کا ہے۔ تکلم و الناس علی قدر عقولہم لوگوں سے گفتگو کے فہم کے مطابق کرو، گفتگو کا لہجہ، الفاظ و اصطلاحات اور مباحثہ رخ بدلنے کی ضرورت ہے۔ جب مذہبی تاریخ کا زور تھا تو مسلمانوں اپنی تاریخ اور توریث و تلموز بور و اسفار اور انجیل کے مباحثہ پوری قدرت کے ساتھ گفتگو کی، جب فلسفے کا زور بندھا تو مسلمانوں فلسفے کی زبان میں گفتگو کی، منطقی بحثیں کیں، عقلی موٹگانیاں سامنے آجیب سائنس اور سیاست اور معاشیات کا دور ہو تو سائنس و سیاست معاشیات کی زبان میں تقریر ہونی چاہیے، قرآن مجید، جن چیزوں پر غور و فکر کی دعوت بڑی تاکید کے ساتھ دی ہے، ان چیزوں پر سیر حاصل نہیں تبھرے اور تنقید میں ہونی چاہئیں۔

میلاد کے جلسوں کا مقصد ایک یہ بھی ہے اور مقصد ہے کہ حضورؐ کی ذات گرامی کی محبت سے اود و الہانہ محبت سے مسلمانوں کے سائبریز ہو جائیں، بیخود حضورؐ اکرمؐ فرمان ہے کہ ”تم مؤمن ہو نہیں سکتے تک میں تم کو تمہارے مال باپ سے، اولاد سے اور ہر محبوب چیز سے محبوب تر نہ ہوں۔ اور یہی بات اللہ نے مسلمانوں سے قرآن میں کہی ہے کہ النبیؐ اولیٰ باطو منین من انفسہم (احزاب ۶) تمہارے درجہ مو منین کے لیے اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ اور اس محبت کی پرورش مسلمانوں کی اپنی بقا کے لیے ضروری ہے مسلمانوں سے زیادہ اس حقیقت کو ان سے حریف سمجھتے ہیں۔ اس لیے

# بلیک برڈ ایک بے نظیر قسم



• روانی میں بیٹیاں  
• بیرونی ملکوں میں  
• بھی بے حد مقبول  
• تین پشتوں سے جانا پہچانا

• خوبصورتی میں لا جواب  
• برسوں کا آزمایا ہوا  
• بچوں اور بڑوں کا  
• یکساں محبوب

منانے والے:

کنگے کڈ پین مینوفیکچررز  
کراچی ۱۵، فون: ۶۱۱۳۸۲

۲۲۳۶۲۶

سول ایجنٹ: سلیم اینڈ کمپنی  
عقب بکشی بلڈنگ، فیسو اسٹریٹ، میرٹھ روڈ، کراچی فون

# فضیلت محمدک صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل وعلیٰ  
آپ جملہ انبیاء کے سردار اور سرتاج ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ  
مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ  
دَرَجَاتٍ

یہ رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض  
پر فوقیت دی ہے!

ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کسی کے درجے کسی اور  
بلند فرمائے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کا ذکر فرمایا ہے کہ  
ان میں جنہیں ہم نے مدارج و مراتب کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فضیلت  
ہے۔ منصب رسالت میں تو سارے رسول برابر و یکساں ہیں مگر مدارج  
ترب کے لحاظ سے بعض رسولوں کو دوسرے رسولوں پر فوقیت اور برتری  
دی ہے مثلاً خدا نے فرمایا۔

مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ

ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا

یہ اشارہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی طرف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ  
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر کلام فرمایا۔ اور اس کے آگے  
ما ارشاد ہے۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ

اور کئی وہ ہے جسے سب پر درجات میں بلندی عطا کی۔

یعنی ایک ذات بابرکات ایسی بھی ہے جو ان تمام رسولوں سے درجہ  
سا بلند و بالا ہے۔ اور جسے سب رسولوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے

خدا نے یہ کس کے لئے فرمایا۔

روح البیان میں ہے إِنَّهُ ارَادَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا فَتَنَهُ هُوَ الْمَفْصَلُ عَلَيْهِمْ هَمًّا - اس (اور رفع  
بعضہم درجات سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔  
اس لئے کہ رسول نے سارے رسولوں پر فضیلت پائی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرام آپس میں  
انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں  
تشریف لے آئے۔ آپ نے سنا کہ ایک صحابی کہہ رہے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام  
کو اللہ نے خلیل بنایا ہے۔ دوسرے نے کہا، اور موسیٰ علیہ السلام سے  
اللہ نے کلام فرمایا ہے۔ تیسرے بولے عیسیٰ علیہ السلام کلمتہ اللہ اور روح اللہ  
ہیں، چوتھے گویا ہوئے اور آدم علیہ السلام کو اللہ نے جن لیا ہے۔ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف لائے اور فرمایا میں نے تمہاری گفتگو  
سنی، ابراہیم علیہ السلام واقع خلیل اللہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام واقعی  
کلیم اللہ ہیں، عیسیٰ علیہ السلام واقعی روح اللہ ہیں اور آدم علیہ السلام  
بھی واقعی اللہ ہیں لیکن

أَلَا وَإِنَّا حَبِيبُ اللَّهِ

خوب یاد رکھو میں اللہ کا حبیب ہوں۔

اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برتری ثابت  
ہوئی ہے اس لئے کہ حبیب اللہ کا درجہ کلیم اللہ اور خلیل اللہ سے اس  
ارفع ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے ماتحت لغات شرح مشکوٰۃ میں ہے

هَرَجَامَةٌ لِلْحَبِيبِ وَالْحَبِيبُ وَالْحَبِيبُ وَالْحَبِيبُ

وَالْمَنَاجَاتُ مَعَ شَيْئٍ رَأَى لَمْ يَثْبُتْ

لِاحِدٍ وَهُوَ كَوْنُهُ مَحْبُوبٌ لِلَّهِ

بِالْمَحَبَّةِ الْخَاصَّةِ الَّتِي مِنْ خِوَاصِّهِ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی لفظ حبیب خلت تکلم ، اصطفا اور مناجات سب کا جامع ہے۔ مع ایک ایک ایسی چیز کے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں اور وہ ہے "اللہ کا محبوب ہونا" ایک ایسی حجت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ مطلب کہ کوئی پیغمبر خلیل ہے کوئی کلیم اور کوئی نبی۔ مگر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "حبیب" ہیں۔ اور حبیب وہ ہے جو خلیل بھی ہو، کلیم بھی ہو۔ نبی بھی ہو اور مصطفیٰ بھی۔ گویا جو جامع الصفا ہو یعنی

آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تنہا داری

کا منظر حبیب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و برتری کا اندازہ قرآن پاک کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھی گزرے ان میں ہماری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرح ممتاز نظر آتے ہیں۔ خداوند کرم نے جب بھی کسی پیغمبر کو نازل فرمایا تو اس پیغمبر کا ذاتی نام لے کر پکارا مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا۔

یا آدَمُ اسکن انت و زوجک الجنة  
اے آدم کہہ کر نازل فرمایا۔

حضرت ذکریا علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا  
یا ذکریا نبشربک بغلام اسدہ حیوی  
اے ذکریا فرمایا

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا  
یا یحییٰ خذ الكتاب بقوة اے یحییٰ فرمایا بخیر  
ابراہیم علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا یا ابراہیم قد صدقت  
السرؤیا اے ابراہیم فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا  
یا موسیٰ انی انا ربک اے موسیٰ کہہ کر نازل فرمایا۔  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا یا عیسیٰ انی متوفیک  
و ما افعلک ایت اے عیسیٰ فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ کسی نبی اور  
رسول کو جب بھی خدا نے پکارا تو اس کا نام لے کر پکارا۔ مگر حضور پر نور

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی عظمت کا اندازہ لگائیے کہ خدا تعالیٰ نے جب بھی اپنے محبوب کو مخاطب کیا تو کبھی حضور کا ذاتی نام لے کر یا "یا احمد" کہہ کر نہیں پکارا۔ بلکہ محبوب کی اداؤں کو ملحوظ فرمایا کہیں تو فرمایا یا ایہا المرسل اے جھڑٹ ماننے والے محبوب کہیں فرمایا یا ایہا المدثر اے کیل اور ٹھننے والے پیارے کہیں فرمایا یا ایہا النبئی اے عین کی خبر میں لینے والے محبوب کہیں فرمایا یا یسین اے سوار اور کہیں فرمایا یا طہ اے چاند کے چاند۔

اسی طرح قرآن پاک میں ہے۔

ما یاتہم من رسول الا کالواجہ

یستہزءون (پ ۲۳ ع ۱)

یعنی جب ان کافروں کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ہٹ کر ہنسنے لگتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب بھی اللہ کا کوئی رسول ان (کافروں میں) تشریف لایا یہ بجائے ایمان لانے کے ہٹھا کرتے رہے۔ چنانچہ ان کافروں کی گتخیوں اور استہزاء کا دوسری آیات میں ذکر موجود ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جب بھی کسی رسول کی بارگاہ میں گتخی کی گئی تو اس گتسخی کا جواب پیغمبر ہی دیتے رہے۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ کسی رسول کی شان میں گتسخی کی گئی ہو اور اس کے جواب میں خدا نے جواب دیا ہو۔ نہیں بلکہ وہ پیغمبر خود ہی ان گتسخیوں کا جواب دیتے رہے مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کو جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ آپ کی بارگاہ میں کافروں نے اس طرح گتسخی کی۔ انا لند راک فی ضلال مبین (پارہ ۱ رکوع ۱) ہم تمہیں کھل گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ کافروں نے معاذ اللہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف گمراہی کی نسبت کی۔ اس گتسخی کا جواب حضرت نوح علیہ السلام نے خود دیا اور فرمایا یا قوم لیس جی ضلال و لکنی رسول من رب العالمین (پارہ ۱۵ ع ۱) اے میری قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں۔ میں تو اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت ہود علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں۔ قوم نے آپ کی شان میں یوں زبان درازی کی۔

ترجمہ "اے ذہن پر قرآن اترا۔ بیشک تم مجنون ہو۔"

(پہلا رکوع ۱)

کافروں نے تمہارے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے  
مجنون کہا لگتا ہے اس گستاخی کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پروردگار عالم نے فرمایا  
اے میرے حبیب ان کافروں کو جواب میں دو لگا لہذا خدا نے فرمایا  
ترجمہ "تلم ادران کے لکھنے کی قسم تم اپنے رب کے فضل  
سے مجنون نہیں۔" (پہلا رکوع ۳)

اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتا ہے میں کہ حبیب تم مجنون نہیں۔ یہ بے ایمان  
جھوٹے ہیں اور پھر آگے فرماتا ہے۔ (پہلا رکوع ۳)۔ عنقریب تم بھی دیکھ لو گے  
اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون مجنون تھا۔ گویا یہ بے ایمان خود ہی  
مجنون ہیں جو آپ کو مجنون کہہ رہے ہیں۔

اسی طرح کافروں نے حضور کی جناب میں گستاخی سے کہا کہ  
لَسْتَ مَرْسَلًا (پہلا رکوع ۱۳) "تم رسول نہیں" تو اس کے جواب  
میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی تو خدا نے خود جواب  
دیا۔ یٰس۔ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (پہلا رکوع ۱۸)  
"اے سردار حکمت والے قرآن کی قسم بیشک تم رسولوں میں سے ہو۔"

حضرت ہود علیہ السلام بھی اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں۔ قوم نے  
آپ کی شان میں بھی یوں زبان درازی کی "ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں، اور  
ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں" کافروں نے ہود علیہ السلام کو  
معاذ اللہ بیوقوف اور جھوٹا کہا۔ اس گستاخی کا جواب حضرت ہود علیہ  
السلام نے خود دیا اور فرمایا "اے میری قوم مجھے بیوقوف سے کیا علاوہ  
میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں۔"

قرآن پاک کی آیات سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جملہ  
انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور کو جملہ  
انبیاء کرام کا سرتاج بنا کر مبعوث فرمایا۔ ہر نبی کو جو کمالات و فضائل انفرادی  
طور پر عطا ہوئے اس طرح نبی آخر الزماں کی ذات ستودہ صفات تمام انبیاء  
کے فضائل کمالات، معجزات اور اخلاق کا کلدتہ ہے۔  
آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تنہا داری

ترجمہ "ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بے شک ہم

تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں" (پہلا رکوع ۱۶)

کافروں نے ہود علیہ السلام کو معاذ اللہ بیوقوف اور جھوٹا کہا  
گستاخی کا جواب حضرت ہود علیہ السلام نے خود دیا اور فرمایا۔  
ترجمہ "اے میری قوم مجھے بیوقوف سے کیا علاوہ میں تو  
پروردگار عالم کا رسول ہوں" (پہلا رکوع ۱۶)

پیغمبروں کے زمرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام برگزیدہ بھی ہیں  
بل الفت رہی۔ جب آپ کی نافرمان قوم نے یادہ گوئی میں زبان درازی  
اس گستاخی کا جواب ہود علیہ السلام نے ہی دیا۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ  
ہنے ہود علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔

ترجمہ "اے موسیٰ میرے خیال میں تو تم پر جا رہا ہے۔"

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) مسخر کہا۔ حضرت  
علیہ السلام نے اس زبان درازی کا جواب خود ہی دیا اور فرمایا۔

ترجمہ "اور میرے گمان میں تو اے فرعون تو ضرور

ہلاک ہونے والا ہے" (پہلا رکوع ۱۲)

یعنی اے فرعون! میں دیکھتا ہوں اب تو نہیں بچیکا اور ہلاک  
بچکا چنانچہ فرعون جیسا منکر و مغرور شخص جو اپنی وسیع سلطنت اور بڑے  
وساوسا مان کے پیش نظر اپنے لگے خدا کہلاتا تھا پانی میں غرق  
ہلاکت سے بھگتا ہوا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جب بھی کسی پیغمبر کی شان میں گستاخی کی گئی  
پیغمبر اس گستاخی کا خود ہی جواب دیتے ہیں۔ عظمت و منزلت و مقام محمد  
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت و بلندی کا اندازہ لگائیے کہ جب اپنے حبیب کی  
گستاخی اور کافروں نے آپ کی شان میں گستاخیاں کیں تو خداوند کریم نے  
اس کا جواب دیا۔

ترجمہ "اور مجھ پر چھوڑو ان جھٹلانے والوں کو۔"

(پہلا رکوع ۱۳)

یعنی اے محبوب! تم خاموش رہو۔ ان بے دینوں کی گستاخیوں کا  
خود جواب دو لگا۔ چنانچہ کافروں نے حضور کی شان میں گستاخی کی  
پیل کہا۔

# حجۃ الوداع

حج کی فرضیت چھٹے سال میں یا نویں سال میں ہوتی ہے۔ بہر تقدیر نویں سال میں دعوت اسلام تعلیم احکام دین اسلام کی بنیادوں کے استحکام میں مشغولیت کی وجہ سے تشریف نہ لے جاسکے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ لوگوں کو حج ادا کرائیں۔ اور ساتھ میں حضور اکرم خود حج کے لئے متوجہ ہوئے اس حج کو حجۃ الاسلام اور حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں۔ اس بنا پر کہ اس میں لوگوں کو حج کے مسائل و احکام سکھائے اور سفر آخرت کے ساتھ رخصت فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا مجھ سے اپنے مناسک حج معلوم کر لو مگر جسے کہ آئندہ سال میں حج نہ کروں اور زندہ نہ رہوں۔ اسی بنا پر حجۃ الوداع کا اطلاق احادیث اور کتب سیر میں واقع ہے۔ مواہب میں کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حجۃ الوداع کہنے کو مکردہ جانتے تھے مگر اس کی وجہ بیان نہیں فرمائی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس نام سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وداع فرما جانا یاد آجاتا ہو اور یہ یاد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے انتہائی دردِ عالم کا موجب تھی۔ (واللہ اعلم)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوات اور فوج کے امور سے فارغ ہوئے تو حج کے لئے تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا۔ اور اعلان کرایا کہ حضور اکرم حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور اطراف و اکناف میں لوگوں کو بھیجا۔ اس سے مدینہ طیبہ میں لوگوں کا آنا شروع ہو گیا۔ آخر ذیقعدہ میں جب کہ اس مہینہ کی پانچ راتیں باقی تھیں خلق کثیر کے ساتھ روانہ ہوئے اور

اور چوتھی ذی الحجہ کی صبح کو مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے اس سفر اتنے اصحاب جمع ہوئے جن کا کوئی حد و حساب نہیں بعض ہزار بتاتے ہیں۔ ایک روایت میں ایک لاکھ چودہ ہزار اور ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ اہل اسیر کہتے ہیں کہ جد ہر مہی لوگ نظر اٹھاتے تھے آہی آدمی نظر آتا تھا۔

غرض کہ حضور اکرم بروز شنبہ پچیس ذیقعدہ کو برآمد ہو غسل فرما کر بالوں میں تیل ڈالا اور کنگھی کی اور احرام کے کپڑوں میں عطر لگایا اور گھر سے باہر تشریف لاتے۔ ظہر کی نماز میں ادا فرمائی عصر کی نماز دو الحلیفہ میں قصر ادا فرمائی اور ام ہانڈھ کر لبیک فرمائی۔ اس کے بعد اپنے ناقہ پر جس کا نام تھا سوار ہوئے جب ناد اٹھی تو پھر لبیک فرمائی۔ اور جب اس پشتہ پر چومدینہ طیبہ کے مقابل اونچائی پر پہنچے چڑھی تو تلبیہ فرمایا۔ اس جگہ روایتیں مختلف ہیں بعض نماز کے بعد اس کے قریب جہاں آپ تشریف فرما تھے اور اب اس جگہ مسجد ہوئی ہے اور اسے مسجد شجرہ کہتے ہیں تلبیہ کہنا بتاتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ناقہ پر جب کہ وہ سیدی کھڑی ہو گئی مروی ہے اور بعض میں پشتہ پر چڑھتے وقت مروی ہے۔ غرض نے جس وقت سنا اور اس سے پہلے نہ سنا تھا وہی روایت کر دیا۔ درحقیقت تلبیہ کی ابتدا نماز کے بعد سے ہی تھی اور امام ابو رحمتہ اللہ امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک یہی سنت ہے رحمتہ اللہ سے روایت مشہورہ میں ہے کہ فرمایا:-

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ



میں کچھ نہ فرمایا۔ اس لئے کہ اتنی مقدار کی جنابت سے جزا واجب نہیں ہوتی۔

روضۃ الاحباب سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابواب میں پہنچے تو سامان سفر بھی مل گیا۔ ابواب اور ودان دو مقامات کے نام ہیں۔ صعوب بن جثامہ لیشی حمار وحشی کو ہدیہ میں لائے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ہدیہ لائے عجز حمار وحشی کو جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حمار وحشی کے گوشت کا ایک ٹکڑا لائے۔ ایک روایت میں ہے کہ حمار وحشی کا پاؤں لائے۔ حضور اکرمؐ نے اسے قبول نہ فرمایا اور کہا کہ ہم محرم ہیں۔ ہم شکار کا گوشت نہیں کھائیں گے۔ محرم کا شکار

کے گوشت کے کھلنے میں متعدد روایات اور مختلف اقوال مروی ہیں۔ اس کی تفصیل شرح سفر السعادتہ میں کر دی گئی ہے۔

جب حضور اکرمؐ وادی عسفان میں پہنچے تو فرمایا کہ حضرت ہود اور صالح علیہما السلام اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ ان کی سواری میں دوسرے اونٹ ہیں اور گھوروں کے تپوں کی لگام ہے ان کے تہنہ دانہ عبا کے ہیں اور ان کی ہڈیاں اونٹنی ہیں اور حج کا تلبیہ پڑھتے جا رہے ہیں۔ یہ روایت مسند امام احمد کی ہے۔ مسلم کی روایت میں مروی ہے کہ جب وادی عسفان میں پہنچے تو فرمایا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گزرتا دیکھ رہا ہوں اپنی دونوں انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھے بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں، بخاری میں بھی یہ روایت ہے لیکن وادی کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وادی میں داخل ہوئے ہیں اور تلبیہ کہہ رہے ہیں۔ ایسا ہی ہوا۔ لدنیہ میں ہے۔ حدیث کے معنی میں کئی قول ہیں ایک یہ ہے کہ یہ خبر ہے کہ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام علیہم السلام

الْحَمْدُ وَالنِّعْمَةُ لَبَيْكَ لَا شَيْءَ لَكَ

بخاری و مسلم میں تلبیہ کے الفاظ اس طرح مروی ہیں کہ  
لَبَيْكَ اللَّهُمَّ لَبَيْكَ وَسَعْدَيْكَ الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي  
يَدَيْكَ لَبَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ  
وَالْعَمَلُ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم با آواز بلند تلبیہ کہتے تھے یہاں تک کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سن لیتے تھے۔ اور حکم دیا کہ بلند آوازی سے تلبیہ کہو کیوں کہ جبریلؑ میرے پاس آتے ہیں اور وہ سکھ دے رہے ہیں کہ اپنے صحابہ سے احرام میں بلند آوازی سے تلبیہ کہنے کا حکم دیں۔

تلبیہ فرمانے کے بعد حضور اکرمؐ نے دعا مانگی جس میں خدا کی رضا، داخلہ، جنت اور جہنم کی آگ سے پناہ میں رہنے کی دعا فرمائی۔ آپ کی سواری میں اونٹ تھا جس پر پرانا کجاہہ تھا اونٹ پر نہ شغرت کھانا محل، نہ ہودج اور نہ محفہ اور جب منزل "عرج" میں پہنچے یہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو پیچھے رہ گیا تھا۔ جس کے پاس وہ اونٹ تھا جس پر حضور اکرمؐ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا سامان سفر لدا ہوا تھا۔ وہ اس کی تحویل میں تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے پہنچنے کا بہت انتظار کیا۔ جب وہ غلام پہنچا تو اس کے ساتھ اونٹ نہ تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا اونٹ کہاں ہے اس نے کہا وہ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت صدیق اٹھے اور تادیب کے طور پر اسے مارنے لگے ممکن ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اسے مارنے کا سبب اس اونٹ کی گمشدگی ہو جس پر حضور اکرمؐ کا سامان سفر تھا۔ اور اس شرمندگی کو دور کرنے کے لئے ہوجوان سے غلام کی بدولت ہوئی۔ حضور اکرمؐ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ محرم کو دیکھو کیا کر رہا ہے۔ اَنْظُرْ وَالِإِلَى هَذَا الْمُحْرِمِ مَا يَصْنَعُ اس سے زیادہ زجر و توبیخ، فسادِ احرام اور وجوبِ جزا

کی ان کی اپنی حیات مبارکہ میں جو حالات رونما ہوئے ان میں سے ایک مذکورہ حالت تھی اس کی خبر دی کہ وہ حج کو آتے احرام باندھتے اور تلبیہ کہتے تھے اور ان کی اس حالت کی حضور اکرمؐ پر وحی کی گئی، سلم کی حدیث میں حضور اکرمؐ کا یہ فرمانا کہ ”میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے“ اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ ”گویا میں دیکھ رہا ہوں“۔ یہ کمال علم و یقین کی بنا پر ہے گویا کہ میں انہیں اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ رو یا سے مناجی ہے کہ حضور اکرمؐ نے خواب میں ان کو اس حال میں اس وقت دیکھا یا اس سے پہلے دیکھا اور اس وقت اس علاقہ میں پہنچ کر ان کے حج کا تذکرہ فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد اس کی حقیقت ہے اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اگر وہ حج کو آئیں تو کوئی مانع نہیں ہے اور ان انبیاء کا حج کرنا اسی سال تھا کیوں کہ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور حضور اکرمؐ نے ان کو اس حال میں دیکھا اور ایک جملوت کہتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں یا جنت میں زندہ ہیں۔ لیکن ان کی ارواح مطہرہ مشتمل ہوتی ہیں اور احسام میں آ کر جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں جس طرح کہ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب اسرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر اطہر میں نماز پڑھتے بھی دیکھا اور آسمان میں بھی دیکھا اور انہیں اجاڑتے مثال کو بیداری میں دیکھا اور خواب میں بھی دیکھا، درحقیقت یہ عالم مثال کے کشف کی قبیل سے ہے جس طرح کہ ارباب کشف کو ہوتا ہے اور اس سے بھی برتر ایک کلام ہے۔ لہذا اس جہان میں جہاں عقلیں حفیض ناسوت میں مقید ہیں اس کلام کے درک تک نہیں پہنچ سکتے اور وہ برتر کلام یہ ہے کہ علماء فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو کسی حال میں ملاحظہ فرمایا جو وہ اپنی حیات میں رکھتے تھے اور یہ وہ عالم ہے جہاں ماضی و مستقبل نہیں ہے سب حال ہی حال ہے۔ اور یہ بات بعض ارباب کشف کے رسائل میں زمان

و مکان کی تحقیق میں مذکور و مسطور ہے (واللہ اعلم)

جب حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم مقام سرف میں پہنچے یہ ایک جگہ کا نام جو مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے تو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حیض آیا۔ اور وہ غمزہ ہو کر رونے لگیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا ”کیوں روتی ہو شاہد تمہیں حیض آگیا ہے“ عرض کیا ”ہاں“ حضور اکرمؐ نے فرمایا ”اندو گئیں نہ ہو۔ یہ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لئے لکھا ہوا ہے۔ ہر وہ عمل جو حجاج کرتے ہیں کر دیں لیکن خانہ کعبہ کا طواف نہ کرو اس بنا پر کہ وہ مسجد میں ہے اور خانہ کعبہ کی طرف داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اب چونکہ عمرہ ادا کرنے کا حال ہو گیا تو حضور اکرمؐ نے چاہا کہ ان کے حج کو عمرہ میں داخل فرمائے اور ان کو قارن بنائیں چونکہ حضور اکرمؐ خود بھی قارن تھے فرمایا غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو۔ حائض و نفسا کے لئے اس حالت میں احرام باندھنا جائز ہے کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لے جس طرح ذوالحلیفہ میں اسماء بنت عمیس جو کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ تھیں اور محمد بن ابی بکر کو انہوں نے تولد کیا تھا انہیں حکم ہوا کہ غسل کریں اور پٹی باندھ لیں اور احرام سے ہو جائیں۔ اور آخر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عمرہ کو جو ان سے فوت ہو گیا تھا قضا کیا۔

حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل فرمایا اور آفتاب بلند ہونے کے بعد چھوڑنے کی راہ سے جو کہ مکہ کا قبرستان ہے جسے معلے بھی کہتے ہیں اور یہاں کدایہ نامی پہاڑ ہے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ لیکن لوگوں میں یہ متعارف ہے کہ مکہ مکرمہ میں سحر کے وقت داخل ہوتے ہیں اگرچہ یہ وقت منور و مبارک ہے لیکن چاشت کا وقت کچھ اور جلالیت و نورانیت رکھتا ہے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ تم خود تورات میں داخل ہو جاؤ لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے

وہ منقول و ماثور سے تبرک و تمین کر لے تو حسن ہے۔

حضور اکرمؐ نے پہلے تین پہیروں میں تعجیل فرمائی اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھے جس طرح پہلوان چلتے ہیں۔ اس فعل کو میں کہتے ہیں۔ اور رولے مبارک کو دلہنے بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالا اس کو اصطہانغ کہتے ہیں۔ اور یہ عمل بھی پہلے تین پہیروں کے ساتھ مخصوص تھا۔ اور آخر کے چار پہیروں میں آہستہ چلے اور ہر مرتبہ جب حجر اسود کے مقابل ہوتے تو اپنی اس لکڑی سے اشارہ فرماتے جو آپ کے دست مبارک میں تھی اور اس لکڑی کو بوسہ دیتے حضور اکرمؐ کا یہ لکڑی کا عصا مبارک سر کج کا تھا۔ جو صولجان کے مشابہ تھا۔ یعنی دست مبارک میں آنے والا سرا مڑا ہوا تھا۔ (صولجان آنکڑے کو کہتے ہیں۔ یہ عصا مبارک اکثر آپ کے دست مبارک میں رہتا تھا اور اس روز بھی طواف میں دست مبارک میں تھا اور اس کے نیچے شام تھی جس طرح کہ خدام سترہ وغیرہ کی درستگی کے لئے ہمراہ رکھتے ہیں (کنزاقاوا)

رکن یمانی جو کہ بیت اللہ کے ارکان یعنی کونوں میں سے یمن کی جانب ہے اس کی جانب اشارہ کرتے ہاتھ سے باچوب سے لیکن یہ ثابت شدہ نہیں ہے کہ اپنے ہاتھ کو باچوب کو بوسہ دیتے تھے بعض روایتوں میں دست مبارک سے استیلام کرنا آیا ہے۔ لیکن حجر اسود کو بوسہ دینا اور اپنے رولے مبارک اور بہائے شریف کو اس پر رکھنا ثابت ہے استیلام کی حالت میں فرماتے ”بسم اللہ واللہ اکبر“ اور کبھی پیشانی رکھتے جس طرح کہ بچہ کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد بوسہ دیتے۔ طالب کا مطلوب کو بوسہ دینے میں جو لذت پائی جاتی ہے اسی طرح جس جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک پوست ہوئے ہیں اس جگہ بوسہ دینے اور اپنے لب رکھنے میں جو لذت و سرور ہے۔ اس کا اندازہ طالبان حق اور عاشقان رسول ہی کر سکتے ہیں۔ اس حالت و کیفیت کی تعبیر لفظوں سے نہیں کی جاسکتی اس ذوق سے وہی لطف اندوز ہو سکتا ہے

اور امام کو دن میں داخل ہونا مجبور تھا تاکہ لوگ دیکھیں اور اقتدار و پیردہی کریں۔ جب آپ بائیں جانب سے باب السلام بھی کہتے ہیں پہنچے اور خانہ کعبہ کو چشم مبارک سے منور فرمایا تو یہ دعا پڑھی :-  
اللہم زدہ ربیتک هذا تعظیما و تکریما و مہابت  
بعض روایتوں میں آیا ہے کہ یہ دعا پڑھی :-

اللہم انت السلام و منک السلام حینار بنا بالسلام  
اللہم زدہذا البیت تشریفا و تعظیما و تکریما و مہابت  
اور اس کے آخر میں فرمایا :-

من حج و اہتما تکریما و تشریفا و تعظیما و برا  
جب مسجد حرام میں داخل ہوئے تو سیدھے کعبہ کی طرف روانہ ہوئے اور تختیۃ المسجد ادا کرنے میں مشغول نہ ہوئے اور طواف کیا۔ اس لئے کہ مسجد حرام کی تحیت طواف ہے جس طرح دیگر مسجدوں کے لئے نماز تحیت ہے اور طواف نماز کا حکم کھتا ہے اور جب حجر اسود کے مقابل ہوئے تو استلام کیا اور اسے بوسہ دیا اور رفع یدین نہ کیا اور افتتاح نہ کیا جیسا کہ جہاں کرتے ہیں سفر السعادة میں اسی طرح کہا گیا ہے اور فقہ حنفیہ میں تکبیر و تمہیں اور رفع یدین بتایا گیا ہے اور اس ضمن میں حدیث بھی نقل کرتے ہیں۔ استلام حجر کے بعد طواف شروع کیا اور خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ رکھا۔ یہ طواف طواف قدوم ہے اور اسے طواف تحیہ بھی کہتے ہیں۔ اور کسی مکان کے لئے کوئی مخصوص دعا حضور اکرمؐ سے مروی و ثابت شدہ نہیں ہے مگر ہر دور رکن یمانی و حجر اسود کے درمیان کہ اس جگہ فرماتے :- رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَ فِي  
الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقَدْ آتَيْنَاكَ الْبِئْسَ

اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے شروع میں اس دعا کو بھی زیادہ بیان کیا ہے :-  
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّينِ  
وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اور امام محمد رحمۃ اللہ  
مشاہد حج میں کسی مخصوص دعا کا تعین نہیں کرتے وہ فرماتے  
ہیں کہ متعین دعا رفت قلب کو زائل کرتی ہے اس کے باوجود اگر

جس کو اللہ تعالیٰ نے ذوق سلیم مرحمت فرمایا ہے۔ یہ دو مقام ایسے ہیں جس کو کسی طرح تعبیر نہیں کر سکتے اور اس میں لوگوں کا دست تصرف نہیں پہنچ سکتا۔ ایک یہی حجر اسود ہے دوسرا غار ثور ہے۔ جس میں آپ ہجرت کے وقت داخل ہو کر آرام فرما ہوئے تھے۔

جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم علیہ السلام میں تشریف لائے۔ مقام ابراہیم اس پتھر کا نام ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم اقدس کا نشان ہے اس جگہ مردہ جگہ ہے جہاں یہ پتھر رکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ تے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ **وَإِخِذْ مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مَصَلًّى** (مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ) اس جگہ حضور اکرم نے دو رکعت نماز پڑھی اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان رکھا۔ طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا ہمارے نزدیک واجب ہے اور مسجد حرام میں جس جگہ چاہے ادا کرے جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ مقام ابراہیم میں پڑھے۔ اور پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد **قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ** اور دوسری رکعت میں **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** پڑھے۔

حضور اکرم جب اذان سے فارغ ہوئے تو پھر حجر اسود کو استیلام کیا اور درمیان سے باہر نکل کر کوہ صفا پر تشریف لے گئے جب کوہ صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ **إِنَّ الصَّفَا وَاللَّرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ** (بیشک کوہ صفا اور کوہ مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں) اور فرمایا میں شروع کرتا ہوں جس طرح اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد صفا پر چڑھے اس طرح کہ کعبہ معظمہ کو دیکھا جاسکے اور بالائے صفا پر کھڑے ہو کر کعبہ کی طرف رخ فرما کر تکبیر کہی اور فرمایا: **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ وَصَدَقَ وَعْدُهُ وَهُزَمَ**

الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

ایک روایت میں انجمن وعدہ زیادہ آئی ہے اور دعا مانگی فرمایا: **اللَّهُمَّ إِنَّا لَنُشْكُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمِ مَغْفِرَتِكَ وَالْعَصْمَةَ مِنْ مَحَلِّ بَرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كَدِّ أَلْمِ اللَّهِ لَنَا تَدْعُ لَنَا ذُنُوبَنَا إِلَّا غَفْرَتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجَتَهُ وَلَا كُرْبًا إِلَّا كَشَفْتَهُ وَلَا حَاجَةَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا قَضَيْتَهَا۔**

اس کے بعد مذکورہ تہلیل تین مرتبہ کہی اور اس کے درمیان دعا مانگتے تھے اس کے بعد نیچے اتر آئے۔ موطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کوہ صفا پر یہ دعا بھی مروی ہے **اللهم انك قلت ادعوني اسجب لكم وانك لا تخلف الميعاد واسلك كما هديتني للاسلام ان تنز عرمني يتوفاني والامسلم**

اس کے بعد نیچے اتر کر مروہ کی جانب روانہ ہوئے مری ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان فرماتے: **دب اغفر وارحم انك الاعز الاكرم** نیز صفا سے اتر کر سعی فرمائی اور جب وادی سے اترے تو آہستہ چلے اور آج بھی محل سعی کے منہا کے لئے دیوار حرم مسجد میں ایک نشان ہے جسے **بین المیلین** الاخصون کہتے ہیں اور صفا سے مروہ تک سعی فرمائی اور مروہ سے صفا تک آئے اسی طرح سات پھیرے کئے۔ اور سعی کو مروہ پر ختم کیا۔ پھر بار جب مروہ پر پہنچتے تو وہی اذکار دعوت جو صفا میں پڑھیں گے مروہ میں بھی پڑھتے اور پیادہ سعی فرمائی۔ پھر جب لوگوں کا اتر دہام بہت زیادہ ہو گیا کچھ تو سعی کرنے والے لوگوں کا اور کچھ وہ جو تماشائے جمال جہاں آرا کے لئے نکل آئے تھے ان کا ہجوم تھا۔ حضور اکرم ناقہ پر سوار ہو گئے۔ اس پر لوگ کہتے: **هَذَا رَسُولُ اللَّهِ هَذَا** **مُدُّ يَهَا تَمَّ كَمَا نَشِين عَوْرَتِيں اور لڑکیاں گھروں**

اور فرمایا کہ بعید نہیں ہے کہ دونوں جگہ ایسی ہی واقع ہوا ہو۔  
ابن دینق العید نے کہا کہ اقرب یہی ہے اور فتح المبارکی میں  
ہے کہ یہی متعین ہے چونکہ دونوں جگہ احادیث میں تو اترد  
تو ارد ہے۔

جب مکہ مکرمہ میں تشریف لائے ہوئے آپ کو  
چار دن یعنی اتوار پیر منگل اور بدھ گزر گئے تو جمعرات کے  
دن آفتاب کے بلند ہونے کے بعد چاشت کے وقت منیٰ  
کی طرف روانہ ہوئے اس وقت تمام صحابہ اور وہ جو حلال ہو  
چکے تھے اور اس دن انہوں نے حج کا احرام باندھ لیا تھا آپ  
کے ساتھ تھے جب منیٰ پہنچے تو اقامت فرما کر نماز ظہر و عصر  
کی اور رات دیں گزاری دوسرے دن طلوع آفتاب کے  
بعد منیٰ سے عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض صحابہ تکبیر  
کہتے اور بعض تلبیہ کہتے تھے حضور اکرم نے کسی پر اعتراض نہ فرمایا  
اس لئے کہ مقصود ذکر و تسبیح اور تحمید تھا لیکن تلبیہ کے الفاظ  
افضل دادی ہیں اور جب نمرہ پہنچے جو عرفات کے قریب ایک  
جگہ کا نام ہے یہاں حضور اکرم نے حکم سے خیمہ نصب کیا گیا اور  
آپ نے اقامت فرمائی اور جمعہ کے دن صبح کی نماز وہاں  
ادا فرمائی۔ جب آفتاب ڈھل گیا تو فرمایا سواری پر زین نہیں  
پھر حضور اکرم سوار ہوئے اور دادی میں تشریف لائے۔ اور  
نہایت بلیغ خطبہ دیا اور اس خطبہ میں مسلمانوں کے لئے احکام  
و قواعد بیان فرمائے۔ اگرچہ یہ پہلے سے معلوم تھے مگر انہیں یاد  
برقرار کرنا اور شک و جاہلیت کی بنیادوں کو کلی طور پر بچھ برکنڈہ  
کرنا مقصود تھا۔ اور تمام جاہلیت کی رسموں کو فنا و نابود کرنا تھا۔  
فرمایا تمہاری جانیں اور تمہاری اموال اس دن اس مہینہ اور اس  
شہر کی حرمت کی مانند تم پر حرام ہیں۔ مراد و ترجمہ "ما ذی الحجہ  
اور شہر مکہ معظمہ سے ہے۔ اور فرمایا "جو چیزیں جاہلیت کی مقرر  
کردہ ہیں۔ بریکے رقدموں میں پائمال ہیں مطالب یہ کہ جاہلیت  
کی تمام رسمیں اور طور طریقے میں باطل کر کے "کان لم یکن" دگویا کہ  
وہ تھی ہی نہیں) بناتا ہوں۔ اہل عرب کی عادت ہے کہ جس امر کو

سے نکل آتی تھیں۔ اور اس ہنگامہ و اثر و دھام میں ہٹو؛ پچو اور  
دور ہو کی آوازیں نہ تھیں۔ جس طرح کہ بادشاہوں کی سواریوں  
میں ہوتی ہیں۔

حرب سعی سے فارغ ہو گئے تو حکم دیا کہ جن کے ساتھ  
ہدی کے جانور نہیں ہیں وہ احرام سے نکل آئیں اور جب بعض  
صحابہ پر احرام سے نکلنا گراں گزرا تو فرمایا اگر میرے ساتھ ہدی  
نہ ہوتی تو میں بھی حلال ہو جاتا۔

اسی اثنا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے  
پہنچے وہ چند اونٹ ہدی کی نیت سے اپنے ساتھ لائے تھے  
ان تمام اونٹوں کی تعداد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے در حضور  
اکرم کے ساتھ نکلے ستوا اونٹ بن گئی حضور اکرم نے فرمایا "اے  
علی تم کیا نیت کر کے لائے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اہلا  
لا کا ہلال الہی قربانی کے لئے مانند حضور اکرم کی ہانی  
کے حضور اکرم نے فرمایا "میں نے حج کا احرام باندھا ہے۔ اور  
اپنے ساتھ ہدی لایا ہوں اے علی تم بھی اپنے احرام سے رہو۔  
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو  
دیکھا کہ انہوں نے رنگے ہوتے کپڑے پہن رکھے ہیں اور احرام سے  
باہر نکلی ہوئی ہیں ان پر انکار و اعتراض کیا کہ تم کیوں حلال ہوئیں  
جواب دیا کہ مجھے حضور اکرم نے ہی حکم فرمایا ہے حضور اکرم نے  
سیدہ فاطمہ کی تصدیق فرمائی اور سات المومنین میں سے جو  
ہدی ساتھ نہ رکھتی تھیں۔ بجز سائے مال ہوئیں۔ جب صحابہ  
کرام حضور اکرم کے ارشاد کے موجب احرام سے باہر آئے تو بعضوں  
نے حلق کر لیا یعنی سر منڈایا اور بعضوں نے قصر کر لیا یعنی بال ترشوائے  
حضور اکرم نے مخلیقین یعنی سر منڈانے والوں کے لئے دعا فرمائی۔

اللهم رحم لمخلیقین میں مرتبہ ایسی ہی دعا کی جب مقصدین ذالہج  
وزاری زیادہ کی تو ایک مرتبہ فرمایا "والفصاين" اسی کی مانند  
حدیبیہ میں بھی واقع ہوا ہے۔ مگر حجۃ الوداع میں حدیبیہ زیادہ  
وا فصح ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ "ہو الصیحح والمشہور"



تضرع اور ابہتال شروع فرمایا اس مقام میں تضرع و ابہتال بہت مطلوب ہے۔ اگر دل بھر کر رونا میسر آجائے تو قبول و اجابت کی علامت ہے حضور اکرم نے دعا کے دوران اپنے مبارک ہاتھوں کو سینہ اقدس کے مقابل رکھا تھا جس طرح مسکین مانگنے میں رکھتے ہیں۔

عرفات کے دن کثرت کے ساتھ دعائے ماثورہ مروی ہیں۔ ان میں سے جس قدر سفر السعاده میں مذکور ہیں کافی ہیں ایک اور طویل دعا بھی ہے جو اوراد میں مذکور ہے اور فرمایا افضل دعا جو میرے اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں کے نزدیک اس روز پڑھنے کے سلسلہ میں یہ ہے کہ :-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمَلِكُ وَ  
لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ جب تک کہ  
آفتاب غروب نہ ہو روانہ نہ ہونا چاہیے۔

عرف کے روز یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی اَلْيَوْمَ اَمَلْتُ  
لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ  
لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا اَجْمَعًا میں نے تمہارے لئے تمہارا دین  
مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمتیں تمام فرمادیں اور میں تمہارے  
لئے دین اسلام سے راضی ہوا۔ حدیث شریف میں ہے کہ  
اس دن سے زیادہ شیطان کو ذلیل و خوار اور غم و غصہ میں مبتلا  
کسی اور دن دیکھا نہ گیا۔ جیسا کہ وہ عرف کے دن بنی آدم  
پر نازل رحمت اور مغفرت کو دیکھ کر ہوا تھا۔ البتہ ایک دن  
اور ہے وہ روز بدر کا ہے جب کہ اس نے دیکھا کہ جبریل علیہ السلام  
فرشتوں کی صفوں کو ترتیب دے رہے ہیں۔ اس دن بھی  
شیطان بہت ذلیل و خوار ہوا تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ وہ  
کتنا بد بخت ہے کہ اس موقف میں کھڑا ہوا اور پھر وہ گمان کرے  
کہ بخش نہیں گیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ  
فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ  
یہ کیا مانگتے ہیں جو کہ اپنا گھر بار، اہل و عیال میری خاطر چھوڑ  
کر میری درگاہ میں سر برہنہ، گرد آلود آتے ہیں اور مجھے یاد کرتے

خطبہ کے بعد حضور اکرمؐ سواری سے نیچے اترے اور  
حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم فرمایا پھر اقامت کہی اور  
نماز ظہر و عصر ایک ساتھ قصر سے ایک اذان اور دو اقامت  
سے پڑھیں۔ اور دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز سنت و  
نفل نہ پڑھی۔ یہ بات وقوف میں عجلت اور دعا میں زیادہ وقت  
گزارنے کے قصد کی وجہ سے تھی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے  
نزدیک یہ بین الصلّٰتین کی یحجائی صرف اس دن کے ساتھ مخصوص  
ہے شوافع کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اکثر  
شوافع اس کی وجہ سفر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اہل مکہ اور  
وہ غیر اہل مکہ جو مسافر نہ تھے سب ہی جمع تھے اور حضور اکرمؐ نے  
ان کو اس سے منع نہ فرمایا بلکہ اسے برقرار رکھا تھا۔ یہ بات  
اس کی دلیل ہے کہ یہ جمع صلواتین لبیک کی بنا پر تھی نہ کہ سفر  
کی وجہ سے۔ شاید کہ وہ یہ کہیں کہ یہ جمع حضور اکرمؐ کی صحبت  
اور متابعت کی وجہ سے تھی ورنہ یہ واقعہ اپنی جگہ سفر کی ہی  
جہت سے تھا۔ البتہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے  
دو رکعت قصر کی پڑھنے کے بعد فرمایا اے اہل مکہ تم اپنی نمازوں  
کو پورا کر لو ہم مسافر ہیں۔

حضور اکرمؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سوار ہو کر  
دامن کوہ عرفات میں جسے جبل رحمت کہتے ہیں تشریف  
لائے اور وہاں کالے کالے بڑے بڑے پتھروں کے قریب  
جہاں ریت میں ایک عمارت نمودار ہے جسے لوگ مطبخ  
آدم علیہ السلام کہتے ہیں استادہ ہوئے۔ علماء فرماتے ہیں  
کہ متعین طور پر حضور اکرمؐ کے وقوف کی جگہ کسی کو معلوم  
نہیں ہے لیکن اگر ان پتھروں کے قریب کھڑا ہوا جائے اور کچھ دیر ان  
جگہوں میں کھڑے تو حضور اکرمؐ کے وقوف مبارک کی جگہ  
پائے گا اور اس پہاڑ پر چڑھنے کے بارے میں کوئی چیز  
معتبر نہیں ہے اور نہ کوئی ثواب ہے حضور اکرمؐ نے انہیں  
پتھروں کے قریب قبلہ رو ہو کر اونٹ کی پشت پر دعا

ہیں انہیں آتش ووزخ سے آزاد کر کے ان کے تمام گناہوں کو بخشتا ہوں ادائے فرض کے لئے ایک گھڑی عرفات میں وقوف کرنا کافی ہے۔ مگر سنت یہ ہے کہ غروب آفتاب تک کھڑا رہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب تک قیام فرمایا تھا۔ اور عرفات میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی: - اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ اگرچہ اس آیت کریمہ کا نزول ذوق و سرور اور مسلمانوں کی عید کا موجب ہے لیکن بعض دانا و رمز شناس صحابہ نے اس سے قرب زمانہ رحلت اور حلول مدت فرقت سمجھا اور ان کے دل دہل گئے اور شکستہ خاطر ہو گئے جس طرح سورہ: - اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ كُنْتُمْ حَرَمٌ خِلَافَةً لِّأَقْرَبِ النَّاسِ كُنْتُمْ خِلَافَةً لِّأَقْرَبِ النَّاسِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے اور آپ رونے لگے تھے یہی صورت اس وقت بھی ہوئی۔

جب غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانگی فرمائی تو حضرت اسامہؓ کو اپنا ردیف بنایا اور اونٹ کی ہمار کھینچے رکھی اور فرمایا "اے لوگو! آرام سے چلو، اطمینان سے رہو تیز چلنے میں نیکی نہیں ہے اور عجلت میں پرہیزگاری نہیں ہے درحقیقت اطمینان و وقار موجب سکون اعضاء و جوارح اور علامت استقامت حال و جمعیت مال ہے۔ اور حرکت واضطراب موجب تشویش قلب، تفرقہ باطن اور پریشاں خیالی ہے۔ دوڑنے اور اضطراب دکھانے سے منع کرنے کا سبب، نماز کی جماعت پانے کے لئے تھا۔ کیوں کہ بعض نا فہموں اور نادانوں کی طرف سے اس کا اظہار ہوا تھا۔ فارین (ایک جگہ کا نام) عرفہ و مزدلفہ سے مکہ کا دوسرا راستہ ہے اور ایک راستہ منیٰ اور مکہ کے درمیان کا ہے حضور اکرمؐ نے یہاں سے واپسی میں بھی عید گاہ میں آنے جانے کا طریقہ اختیار فرمایا اور مخالف راستہ کی رعایت ملحوظ رکھی۔ عرفات میں آنے اور وہاں سے جانے میں بھی یہی صورت اختیار کی اور واپسی میں فارین کا راستہ اختیار فرمایا۔ راستہ میں اونٹ کی ہمار کو قدرے چھوڑے رکھا کہ وہ تیز و سست کے درمیان

رفتار رکھے اور جب کثادہ اور فراخ راستہ میں ہوتے قدم تیز چلتے اور جب بلندی پر چڑھتے تو اونٹ کی ہمار بالکل چھوڑ دیتے تاکہ آسانی سے چڑھ سکے تمام راستہ تلبیہ کہتے ہے راہ میں ایک گھاٹی میں رغبت فرمائی اور اتر کر وضو کیا اس طرح کہ پانی کو بہایا بھی نہیں اور کامل وضو بھی ہو گیا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! کیا نماز مغرب ادا فرمانے کا ارادہ ہے؟" فرمایا "نماز آگے ہے یعنی مزدلفہ میں عشاء کی نماز کے ساتھ ادا کریں گے۔ اس کے بعد سوار ہوئے اور مزدلفہ میں رونق افروز ہوئے۔ مزدلفہ ایک مقام ہے جو منیٰ اور عرفات کے درمیان ہے۔ قریش جاہلیت میں اسی جگہ کھڑتے تھے اور عرفات نہیں جاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم حرم خدا کے ہمسایہ ہیں حرم سے باہر نہیں جاتے اور مزدلفہ میں کامل وضو فرمایا اور حکم دیا کہ اذان کہیں اقامت کے بعد مغرب کی نماز پڑھی قبل اس کے کہ سامان وغیرہ اتار کر اونٹوں کو فارغ کریں۔ نماز مغرب کے بعد سامان اتار اور پھر اقامت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ اور عشاء کی نماز کے لئے اذان کہی۔ مغرب و عشاء کے فرضوں کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مغرب و عشاء کے درمیان جمع، ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ تھی۔ جیسا کہ عرفات میں ظہر و عصر کے درمیان ہوا تھا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں روایت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ایسا ہی مروی ہے۔ امام زفر، شافعی اور امام ابو حنیفہ اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ یہ روایت بھی حضرت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم میں مروی ہے، ترمذی نے اس کی تحسین و تصحیح کر کے اس کو ترجیح دی ہے۔ اور فرمایا کہ چونکہ عشاء کی نماز اس جگہ اپنے وقت میں ہے تو اس کے لئے علیحدہ اقامت و اذان کی ضرورت نہ تھی اور عرفات میں نماز عصر غیر وقت میں تھی اس بنا پر زیادتی اعلام کی ضرورت ہوئی۔

(رد اللہ اعلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز ادا فرمانے



حق تبارک وتعالیٰ کا ارشاد و کَعْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ۔  
کافی ہے۔ اور ظلم بھی مادون شرک ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ  
حجاج سے حقوق اللہ تو مغفور ہیں اور حقوق العباد میں اختلاف  
ہے۔ مگر حق تعالیٰ کا فضل وسیع ہے۔ اور ظاہر حدیث عام  
ہے (واللہ اعلم)

آپ مزدلفہ میں ذکر و تکبیر اور تہلیل میں مشغول رہے  
یہاں تک کہ جب طلوع آفتاب، قریب ہوا تو منیٰ کی طرف  
روانہ ہو گئے۔ اس مرتبہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما  
کو اپنا ردیف بنایا۔ اور حضرت اسامہ بن زید قریش کے ساتھ  
پیدل روانہ ہوئے۔ اور اس راہ میں حضرت فضل بن عباس  
سے فرمایا کہ رمی جمار کے لئے کنکریاں چن لو، جو چنتے سے بڑی ہوں  
اور بادام سے چھوٹی ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت  
میں بکریوں کی مینگنی کے برابر آیا ہے۔ ان کو ”حصی خذف“ یعنی  
پھینکنے والی کنکریاں کہتے ہیں۔ اور اگر ان سے کچھ بڑی ہوں تب  
بھی جائز ہے لیکن خلاف سنت ہے۔ حضرت فضل بن عباس  
نے سات کنکریاں زمین سے چن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کو دیں یہ سات کنکریاں آج کے لئے جو عید کا دن ہے حجۃ الحقبہ  
کی رمی کے لئے کافی ہیں اور اگر کوئی تین دن کے لئے اٹھائے تو  
اسے شتر اٹھانی چاہئیں۔ سات عید کے دن کے لئے اذتہ لپیو  
ایم شریق کے لئے ہر روز اکیس اکیس بعض علماء کہتے ہیں یہ  
بہتر ہے اور اس زمانہ میں یہی عادت ہے اور بعض کہتے ہیں اگر اس  
سے زیادہ اٹھائے تو بہتر ہے ممکن ہے کہ کوئی کہیں گم پڑے اور کم  
ہو جائے لیکن حدیث میں سات ہی واقع ہوا ہے حضور اکرم نے اپنی  
مبارک تھیلیوں سے ان کنکریوں سے غبار صاف کیا بعض کے نزدیک  
اگر دھویا جائے تو بہتر ہے۔

اسی راہ میں ایک خثعمی خوبصورت عورت سامنے آئی اور  
اس نے سوال کیا کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ اذتہ کی پیٹ  
پر نہیں بیٹھ سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا  
”ہاں“ حضرت فضل بن عباس جو حضور اکرم کے ردیف تھے

کے بعد مجھ خواب استراحت ہوئے اور شب بیداری نہ فرمائی  
باوجودیکہ اس پر حضور اکرم کی کمال مواظبت تھی اس کی وجہ  
رعایت، اعتدال اور رعایت حق بدن تھی پھر جب فجر نے  
طلوع کیا تو صبح کی نماز اول وقت میں ادا فرمائی نماز فجر کے  
بعد حضور اکرم سوار ہوئے اور مشعر حرام تشریف لائے۔ یہ مزدلفہ  
ہے درمیان ایک ٹیلہ ہے۔ اس پر ایک نئی عمارت بنی ہوئی ہے۔  
حضور اکرم مشعر حرام میں قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا اور تضرع و  
بہتال میں مشغول ہوئے۔ سفر السعاده میں ابوداؤد ابن ماجہ سے  
روایت عباس بن مرداس منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و  
سلم نے عرفات کے قیام میں اُمت کی مغفرت کے لئے دعا فرمائی۔  
حق تعالیٰ کا جواب آیا کہ ظالموں کے سوا میں نے بخش دیا۔ کیوں کہ  
مظلوم کے حق میں گرفت میں لوں گا۔ اس پر حضور اکرم نے عرض  
یا اے میرے رب تو قادر ہے کہ اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت  
دے اور ظالم کو بخش دے۔ اس وقت اس دعا کا جواب نہیں  
یا۔ جب مزدلفہ میں اس دعا کو دوبارہ مانگا تو جواب آیا کہ تمہاری  
سزا کا میں نے قبول فرمایا حضور اکرم نے تبسم فرمایا حضرت  
بو بکر صدیق اور فاروق عظیم رضی اللہ عنہما نے عرض کیا ”یا رسول  
اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ وقت تو ایسا نہ تھا  
کہ حضور تبسم فرماتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہی تبسم کناں رکھے  
فرمایا دشمن خدا ابلیس نے جب جانا کہ حق تعالیٰ نے میری اُمت  
کے لئے میری دعا قبول فرمائی ہے اور اسے بخش دیا ہے تو  
وہ ملعون اپنے سر پر خاک ڈالنے چیخ و پکار اور واویلہ کرنے  
لگا۔ مجھے اس کی جنس و فروع دیکھ کر مہنسی آگئی۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس جگہ اُمت سے مراد وہ لوگ ہیں  
جو عرفات میں کھڑے والے ہیں اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ حج  
مکفر حقوق العباد بھی ہوتا ہے۔ طبرانی نے کہا کہ یہ اس پر محمول ہے  
کہ وہ توبہ کرے اور حق العباد پورا کرنے سے عاجز رہے۔ یہی  
نے بھی ابوداؤد ابن ماجہ کی روایت کی مانند بیان کیا ہے  
اور کہا کہ اس کے شواہد بہت ہیں اگر صحیح ہے تو حجت ہے ورنہ

اس عورت کی طرف دیکھ رہے تھے فضل بن عباس بھی خوش رو خوش جمال سرخ دسفید صاحب حسن تھے۔ اس پر حضور نے اپنا دست مبارک کا فضل کے سامنے حجاب بنا لیا تاکہ دونوں ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم نے فضل کی گردن کو گھما دیا۔ حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اپنے عزا کی گردن کیوں موڑی؟ فرمایا "میں نے ایک جوان مرد اور ایک جوان عورت کو دیکھا تو میں نے ان دونوں کو شیطانی دوسوسہ سے محفوظ نہ پایا۔"

اسی راستہ میں ایک بوڑھی عورت سامنے آئی۔ اور اس نے اپنی ماں کی بابت کہا کہ وہ بہت لاجار و ناتواں ہو گئی ہے۔ اگر اسے ادت پر باندھوں تو اس کے مرتے کلفظہ ہے کیا میں اس کے بدلے میں حج کر سکتی ہوں؟ فرمایا اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو تو کیا اس کا قرض اتارتی؟ اس نے کہا میں ضرور قرض اتارتی۔ پھر تو اپنی ماں کی طرف سے حج ادا کر کہ یہ خدا کا قرض ہے اس کا ادا کرنا اولیٰ ہے۔ اس حدیث میں حج بدل ادا کرنے پر جواز کی دلیل ہے۔ اس مسئلہ میں بہت تفصیل ہے جو کتب فقہ میں مذکور ہے۔

حضور اکرم جب بطن محسر میں پہنچے (یہ وادی منیٰ کے شروع میں ہے) تو اونٹ کو تیز دوڑایا۔ اور عجلت کے ساتھ اس وادی سے باہر آگئے۔ یہ سوار کے لئے سنت ہے اور اگر پیدل ہے تب بھی تیزی سے گزرنا سنت ہے۔ یہ وہی وادی ہے جہاں اصحاب فیل ٹھہرے تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ اس بنا پر اس کو محسر کہتے ہیں کہ اس جگہ سے ہاتھی نے جنبش نہ کی تھی اور عاجز ہو کر بلیٹھ گیا تھا محسر کے لغوی معنی عاجز رہنے، لاجار ہونے اور بے بس ہو جانے کے ہیں۔ اس وادی میں ہاتھی عاجز رہے بس اور فیل بان لاجار ہو گیا تھا اور اصحاب فیل مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیئے گئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جس جگہ کسی دشمن خدا پر کوئی عذاب یا بلا نازل

ہوتی ہوتی اس جگہ سے حضور اکرم تیزی و عجلت کے ساتھ گزرتے تھے جس طرح کہ غزوة تبوک کے سفر میں جب قوم لوط کے گاؤں اور ان کی لہستیوں پر سے گزرے تو تیزی کے ساتھ گزرے اور صحابہ کو بھی حکم فرمایا کہ عجلت سے گزرو۔

اسی طرح منیٰ کے اسفل وادی میں چاشت کے وقت

تشریف لائے اور حجرۃ العقبہ کے مقابل استاد ہوئے حجرہ

اصل معنی سنگریزہ اور کنکری کے ہیں اس کے بعد یہ نام اسی

جگہ پر غالب آ گیا جہاں رمی جمار ہوتی ہے۔ یہ تین جگہیں ہیں۔

حجرۃ اولیٰ جو مسجد خیف کی جانب ہے کہ جب مزدلفہ سے درمیانی

راہ سے آئیں تو یہ پہلے پڑتا ہے۔ اس کے بعد حجرۃ وسطیٰ ہے

اس کے بعد حجرۃ عقبہ ہے۔ عقبہ پہاڑ سے نکلنے کے بعد ہے

اور حجرۃ پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ اور یہ مکہ کی جانب ہے

تو پہلے دن جب مزدلفہ سے وادی محسر کی راہ سے آئے تو حجرۃ

اولیٰ اور حجرۃ وسطیٰ کو چھوڑ کر حجرۃ عقبہ پر آئے۔ اور استاد

ہوئے اور کعبہ معظمہ کو بائیں جانب اور منیٰ کو دائیں جانب

رکھ کر ان ساتوں کنکریوں کو ایک ایک کر کے ماریں۔ درآٹھ ایک

حضور اکرم سوار تھے۔ آپ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے اور

حجرہ پر مارتے جلتے تھے۔ بقیہ ایام تشریق میں تینوں حجرات

پر پیدل رمی حجرات کیں اگرچہ سوار ہو کر بھی جائز ہے لیکن افضل

واولیٰ پیدل ہے۔ جیسا کہ سنت میں آیا ہے۔ رمی جمار کے بعد

تلبیہ کو ترک کر دیا اس کے بعد اپنی قیام گاہ مسجد خیف کے قریب

واپس تشریف لے آئے خیف اس بلند و مرتفع جگہ کو کہتے

ہیں جو پانی کے سیلاب سے محفوظ ہو۔ منیٰ میں اس جگہ بہت

بڑی مسجد ہے اور اس کے صحن میں ایک گنبد ہے جو نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی جائے اقامت ہے۔ اسی جگہ حضور اکرم نے قیام

فرمایا تھا۔ اور خطبہ بلیغ دیا تھا چنانچہ آپ کی آواز تمام خیموں

کے اندر سب کو پہنچتی تھی۔ اس آواز کا ہر ایک تک پہنچنا بھی حضور

اکرم کے معجزات میں سے ہے۔ حضور اکرم نے اس خطبہ میں قربانی

لئے لائے جاتے۔ تو ہر اونٹ فریب ہوتا اور ایک دوسرے کو دھکیلتا اور دور کرتا تاکہ حضور اکرمؐ پہلے سے ذبح فرمائیں اور سینتیس اونٹوں کے لئے حضرت علیؑ مرتضیٰ کرم کو حکم فرمایا کہ وہ قربانی کریں۔ اور ان کو ہدی میں شریک کیا۔ اور حکم دیا کہ ہر ایک اونٹ سے مکتورہ مکتورہ گوشت لے کر دیگ میں ڈال کر پکائیں۔ پھر حضور اکرمؐ نے گوشت اور اس کے شوربے کو حضرت علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ تناول فرمایا۔ اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کو حکم دیا کہ ان اونٹوں کی کھالوں اور گوشت کو اور ان کی جھولوں کو مساکین وغیرہ پر تقسیم کر دیں۔ اور قصابلوں کو اس میں سے کچھ نہ دیں ان کی اجرت اپنے پاس سے دیں۔ مسلم میں بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائیں ذبح فرمائیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے گائے ذبح فرمائی۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ اس دن حضور اکرمؐ نے بکریوں کو بھی ذبح فرمایا۔ جب قربانی سے فارغ ہوئے تو اعلان کرایا کہ منیٰ کی تمام زمین قربان گاہ ہے۔ اور منخر یعنی قربان گاہ کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

اس کے بعد حضور اکرمؐ نے حلاق کو طلب کیا۔ اور حلق کیا۔ حب حلاق جن کا نام معمر بن عبد اللہ قرشی ہے اور قدیم الاسلام ہیں، وہ استراہا تھ میں لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب کھڑے ہوئے تو حضور اکرمؐ نے ان کی طرف نظر فرمائی اور فرمایا "اے معمر! اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسول خدا کے زمرہ گوش پر قادر بنایا حالانکہ تمہارے ہاتھ میں استرابے مطلب یہ کہ ہشیار ہو اور اس نعمت کی قدر جانو۔ اس پر معمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا یہاں کھڑا ہونا اور اس مقام کی قدرت پانا یقیناً مجھ پر خدا کی نعمت ہے۔ اور مجھ پر اللہ عزوجل کا احسان کرم ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کھٹیک کہتے ہو۔ یہ اس کی عظیم نعمتوں میں سے ہے اس کے بعد حضور اکرمؐ نے اشارہ فرمایا کہ وہاں

کے دن کی حرمت سے آگاہ فرمایا جو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اس دن کی حرمت ہے۔ اور فرمایا زمانہ اپنی اس اصلی ہبت پر پلٹ آیا ہے جس پر حق تعالیٰ نے پہلے دن آسمان و زمین کو پیدا فرمایا تھا۔ سال کے بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین مہینے پے در پے ہیں ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا مہینہ رجب کا ہے جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔

فرمایا تمہارے خون، تمہارے اموال، اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں قریب ہے کہ تم اپنے رب العزت کے حضور حاضر ہو اور تم سے تمہارے اعمال کی پرسش ہو۔ خبردار اور ہوشیار بنا، میرے بعد دین سے نہ پھرنا اور گمراہ نہ ہونا۔ ایک روایت یہ ہے کہ کفر کی طرف نہ پلٹنا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارو۔ اور نہ لو کہ جو کوئی خدا کے حق یا بندوں کے حق میں خیانت کرتا ہے وہ ہی جانوں پر خیانت کرتا ہے۔ باخبر اور آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے ہمارے رب کا حکم پہنچا دیا ہے۔ اور فرمایا "لے خدا تو گواہ رہ۔ تم پر لازم ہے کہ ان احکام کو حاضر غائب کو پہنچائے اور لوگوں سے فرمایا آؤ حج کے مناسک سیکھ لو۔ ممکن ہے کہ آئندہ سال میں کوئی اول اور ان کو سمح و طاعت امر اور اس کی فرمانبرداری کا فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہمیشہ کتاب اللہ کو پڑھتے رہنا اور دین و بیت کی نہ مخالفت کرنا اور نہ اس کے خلاف بولنا۔ اور فرمایا:

نَبَأُ قَادِبِكُمْ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَطِيعُوا إِذَا أَمَرَكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ۔ اپنے

کی عبادت کرنا اور پانچوں نمازیں پڑھنا اور رمضان کے روزے سنا اور صاحب امر کی اطاعت کرنا تاکہ تم اپنے رب کی جنت داخل ہو۔ اور وداع کیا اس کے بعد آپ منخر یعنی قربان گاہ ریف لائے۔ یہ جگہ منیٰ کے بازار کے درمیان مشہور ہے اسے منخر انبیٰ ہی کہتے ہیں، تمام اونٹ سوختے آپ نے تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے جو آپ کی عمر شریف کے سالوں کا عدد ہے۔

مردی ہے کہ آپ کے قریب پانچ چھ اونٹ قربانی کے

جانب سے سر مونڈنے کی ابتدا کریں۔ ظاہر مراد حضور اکرم کی  
دائیں جانب ہے اور مشکوٰۃ میں متفق علیہ حدیث میں صراحت  
کے ساتھ منقول ہے۔ بعض نے حلاق کی دائیں جانب کا اعتبار  
کیا ہے۔ جب دائیں جانب حلق سے فارغ ہوئے تو ان موہیلے  
مبارک کو حاضرین میں تقسیم فرمایا اور اشارہ فرمایا کہ بائیں جانب  
بھی حلق کریں۔ اور ان تمام موہیلے مبارک کو حضرت ابو طلحہ  
انصاریؓ کو مرحمت فرمایا جو ام سلیمؓ کے شوہر اور وہ حضرت  
انس بن مالک کی والدہ ہیں۔ اسی بنا پر بعض روایتوں میں آیا ہے  
کہ ام سلیمؓ کو مرحمت فرمایا۔ اور ابو طلحہ انصاریؓ کے حصہ میں  
دائیں جانب کے بھی چند موہیلے مبارک سب سے پہلے آئے  
تھے۔ اور یہ ان پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص فضل  
عنایت تھی۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ  
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ جب حلق سے فارغ ہوئے  
تو تمام لوگوں کے حصہ میں ایک یا دو موہیلے مبارک کے تار آئے

صَوَا اَزْ ذَلْفِ تُو مَوْتِ بَسْدَا سْت

فَضُولِي كُنْمِ بُوْتِ بَسْدَا سْت

حلق کے بعد حضور اکرمؐ نے ناخن ہاتے مبارک کٹوائے۔  
اور ان کو بھی لوگوں میں تقسیم فرما دیا۔ بکثرت صحابہ نے حلق کرایا  
اور کتر اصحاب نے قصر کرایا۔ اور حلق کو قصر پر افضل

قرار دیا۔ اس کے بعد نزول سے پہلے مکہ مکرمہ تشریف لے  
گئے اور طواف کیا۔ یہ طواف حج کے ارکان اور اس کے فرائض  
میں سے ہے۔ اس کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں اور طواف  
زیارت بھی۔ جب طواف سے فارغ ہوئے تو زمزم کے قریب  
آئے۔ سقات بیت اللہ چونکہ حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد  
کا منصب تھا اس لئے وہ پانی کھینچتے تھے حضور اکرمؐ نے  
فرمایا ”اگر اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ عباسؓ کی اولاد پر لوگ  
غلبہ کریں گے تو میں بھی اتر کر زمزم کے کنویں سے پانی کھینچتا اور  
تمہاری سقایت پر میں تمہاری مدد کرتا۔ اس بنا پر کہ اس کام

میں فضیلت و بزرگی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر میں اس کام کو کروں  
تو میرے بعد امت پر سنت بن جائے گی اور اتباع سنت کی خاطر  
تمام لوگ اس کام میں ہاتھ لگائیں گے اور وہ تم پر غالب  
آجائیں گے اور یہ منصب بزرگ تمہارے ہاتھ سے جاتا ہے  
انہوں نے ایک ڈول حضور اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیا حضور  
اکرمؐ نے اسے کھڑے کھڑے نوش فرمایا۔ معلوم نہیں کہ اس حالت  
میں کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لئے تھا۔ یا کسی ضرورت  
حاجت کی بنا پر (واللہ اعلم)

بعض کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینا آب زمزم اور  
وضو کے بچے ہوئے پانی کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس طواف میں حضور اکرمؐ سواری پر تھے۔ سوار ہونے  
کے سبب میں بعض کہتے ہیں کہ یا تو اثر دھام زیادہ تھا یا یہ  
مقصود تھا کہ تمام لوگ آپ کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور طواف  
کی کیفیت سیکھتے رہیں۔ اور اس کے آداب و احکام معلوم کرتے  
رہیں اور بعض کہتے ہیں کہ روئے رحمت موجب ن کھا اور آپ  
ضرورت سے سوار ہو کر طواف کر رہے تھے اور حضور اکرمؐ کا  
ناتہ سجد کو آلودہ کرنے سے مامون تھا۔ آپ اسی وقت متی واپس  
ہو گئے اور ظہر کی نماز منیٰ میں ادا فرمائی۔ صحیحین میں حضرت  
ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسا ہی مروی ہے مسلم میں ایک  
اور روایت حضرت عائشہؓ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما  
مروی ہے کہ نماز ظہر مکہ میں گزارا بعض علماء اس روایت کو  
ترجیح دیتے ہیں کیوں کہ روایت کے راوی دو ہیں۔ ایک  
حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما اور حضرت  
جابرؓ حجۃ الوداع کی حدیث میں زیادہ معروف ہیں اور حضرت  
عائشہؓ حضور اکرمؐ کی انصاف ہیں۔ اور بعض علماء حضرت ابن  
کی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں کہ وہ متفق علیہ ہے اور اس کے تراویح  
راوی عظیم و اجل ہیں شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں اگر ہم دونوں  
حدیثوں کے جمع کرنے کا تکلف کریں تو ہم یہ کہیں گے کہ ظہر  
نماز مکہ میں گزارا اور منیٰ میں پڑھنے کو اس کے اعادہ

اور بعض جو مختار روزہ بھی کہتے ہیں جو ذی الحجہ تیرہ اور آخری ایام تشریح کا دن ہے۔ بعد زوال رومی کر کے ردا نہ ہونے دروادی محصب میں نزول فرمایا۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے باہر ہے اس جگہ سنگہ نیزے کثرت سے ہیں اور خیف بنی کنز بھی اسی کا نام ہے اسے لبط بھی کہتے ہیں۔ لبط ایسے کشاہ میدان کو کہتے ہیں جس میں باریک سنگہ نیزے ہوں جس طرح کہ دریا درناوں میں ریت ہوتی ہے اور مکہ کا نام جو بطنی اور لبط ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء اسی محصب میں ادا فرمائی۔ بعض علما کہتے ہیں کہ اس جگہ قیام اتفاقی امر تھا کیوں کہ ابورافع کو مقرر فرمایا تھا اور حضور اکرم کا سامان وغیرہ انہیں کے سپرد تھا۔ اتفاق سے انہوں نے خیمہ وہاں نصب کر دیا پھر جب حضور اکرم تشریف لائے تو اسی جگہ قیام کریں۔ بعض علما کہتے ہیں کہ یہ حج کے سنن در اس کے مناسک کے تمام کرنے میں سے ہے۔ اس لئے کہ حضور اکرم نے منی میں فرمایا ”میں کل النشا اللہ خیف بنی کنزہ میں قیام کروں گا جہاں کافروں نے قسم کھائی تھی اور عبد بنہا تھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے جس جول نہ رکھیں گے اور ان سے مناکحت اور خرید و فروخت نہ کریں گے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد نہ کریں۔ اس لئے حضور اکرم نے محصب میں ارادہ قیام فرمایا تاکہ شعرا سدم اس جگہ ظاہر ہو جہاں شعرا کفر نمودار ہوا تھا اور حق تعالیٰ کی نعمت کا شکر بجا لائیں اور غالب وجہ یہ ہے کہ ردا اللہ علم حضور اکرم کا عشاء تک توقف فرمایا حضرت عائشہ کے عمرہ کرنے کے سبب سے ہو۔ اگر یہ وجہ نہ ہوتی تو ممکن ہے کہ اس سے بھی کمتر توقف فرماتے۔

جب یہ بندہ ضعیف صاحب ایں تالیف شیخ محقق شیخ جیل اکرم عبد الوہاب متقی شاہ ذلی قادری رحمۃ اللہ کی خدمت میں منی سے محصب میں آیا تو نماز ظہر اس جگہ پڑھی اور سو گئے اور نماز عصر بھی اسی جگہ پڑھی اور فرمایا اتباع سنت کی سعادت اور شرف میں اتنا ہی کافی ہے یہ بات اہل عرب کے اسلوب میں فرمائی حضور اکرم نے رات کا کچھ حصہ اس جگہ آرام فرمایا اور جب

سول کرتیں گے اس بنا پر حضور اکرم کو یہ معلوم ہوا تھا کہ میں مکہ میں پہلے جو نماز پڑھی تھی اس میں نقصان تھا۔

اس کے بعد حضور کرم نے مراجعت فرمائی تو رات منی اس گزاری قربانی کے بعد کے دن انتظار فرمایا۔ یہاں تک آفتاب ڈھل گیا تو نماز ظہر سے قبل پیدل حجرہ ادا پڑھتے یہ وہ حجرہ ہے جو مسجد خیف سے بہت نزدیک ہے یہاں سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر تکبیر مانتے جاتے جب رومی سے فارغ ہوئے تو چند قدم اپنی آگے بڑھ کر قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور اتنی میر تک دعا میں مشغول رہے کہ کوئی دوسرا سورۃ بقرہ کی تلاوت کرے۔ پھر جب دعا سے فارغ ہوئے تو حجرہ وسطی آئے اور اسی طریق پر رومی جمار فرمائی وہاں سے چند قدم درمیان داری کے چلے اور اس جگہ کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور صویں دعا مانگی۔ اس کے بعد ردا نہ ہوئے یہاں تک کہ حجرہ عقبہ کے سامنے آئے رکعبہ کو داہنے ہاتھ اور منی کو بائیں رکھ کر کھڑے ہوئے اور رومی جمار کی۔ اور اسی ساعت بغیر توقف کے لوٹ آئے اور اس جگہ دعا نہ فرمائی۔ اس کی حکمت علم نبوت کے ساتھ متوقف ہے علماء اس جگہ دو وجہ بیان کرتے ہیں ایک یہ کہ یہ حجرہ راستہ میں ہے اور اثر دھم بہت تھا اور کھڑے ہونے کی جگہ نہ تھی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دعا عبادت کے درمیان میں ہوتی جس طرح کہ حجرہ وسطی میں تھی اس سے افضل ہے کہ بعد عبادت ہو۔ جیسا کہ اس حجرہ عقبہ میں ہے کہ یہاں عبادت ختم ہو گئی۔

رد اللہ علم  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منی سے کوچ کرنے میں تعجیل نہ فرمائی۔ اور یوم النفر یعنی کوچ کرنے کا دن۔

تعمیر لاضحیٰ کے تیسرے دن کو کہتے ہیں اور لیلۃ التفودہ رات روز ہے۔ جب حجاج منی سے لوٹتے ہیں عرفات سے ردا نہ ہونے کا فائدہ کہتے ہیں اور مزدلفہ سے ردا لگی کو دفع اور منی سے کوچ کرنے کو نفر کہتے ہیں بلکہ حضور اکرم نے مکمل تین روزا قامت فرمائی

بیرار ہوتے تو سوار ہو کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور طوافِ دراع فرمایا۔ غیر اہل مکہ پر یہ طواف واجب ہے اور اس طواف میں اہل مکہ یہ کیا مگر دو رکعتیں طواف کی پڑھیں۔ اس لئے کہ طواف کے بعد مطلقاً یہ واجب ہے۔ خواہ طواف واجب کا ہو یا نفل کا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اسی رات اہانت چاہی کہ عمرہ ادا کریں تو حضور اکرمؐ نے ان کو اہانت مسمت فرمائی اور ان کے بھائی عبدالرحمن کو ان کے ساتھ بھیجا تاکہ مقامِ طیبہ میں جو پیر دن حرم ہے جا کر احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوں اور عمرہ پورا کریں۔ ابھی رات تمام نہ ہوئی تھی کہ عمرہ کے اعمال سے وہ فارغ ہو گئیں اور محراب میں لوٹ آئیں۔ اس کے بعد حضور اکرمؐ نے کبوح کا اعلان فرمایا اور سب کو کبوح کر کے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ اور جانبِ سفلیٰ جسے ”کبرا“ کہتے ہیں کا راستہ اختیار فرمایا۔ برخلاف اس راستہ کے جو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے اختیار فرمایا تھا جو کہ اعدائے مکہ ہے۔ جیسا کہ آپ کے عادت شریفہ تھی۔

دخول ہونے اور باہر نکلنے کے لئے مختلف راستہ اختیار کرنے میں بعض فضلاء فرماتے ہیں کہ جانبِ علویٰ سے داخل ہونا بیت اللہ کی تقظیم اور عیوشات کی وجہ سے تھا اور جانبِ سفلیٰ سے باہر نکلنا اس سے جدائی اور فرقت کے غم کی بنا پر تھا اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت بھی ایسی ہی تھی۔

طوافِ دراع کے وقت ملتزم میں توقف فرمایا اور دعا مانگی۔ حدیث میں مروی ہے کہ کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو ملتزم میں کھڑی ہو اور دعا مانگے۔ اور اپنی حاجت بارگاہِ رب العزت میں پیش کرے اور وہ پوری نہ ہو ملتزم حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیانی جگہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس جگہ پٹیا اور چپٹا جاتا ہے اور ان دونوں کے مابین مسافت ایک باغ ہے اس طرح کہ ایک ہاتھ بابِ کعبہ پر ہو اور دوسرا ہاتھ حجرِ اسود پر اور یہ التزام مستحب ہے کہ بعد از طوافِ دراع کرتے ہیں۔ نیز چاہے زمزم پر تشریف لے گئے اور خود بنفس نفیس اس سے ایک ڈول

کھینچا اور نوش فرمایا اور تھپہ پانی چاہے زمزم میں ڈال دیا۔ دراع کے وقت اٹنے قدم حسرت کے ساتھ گریہ کنوں چلے۔ خانہ کعبہ سے دراع کے وقت یہی سنت ہے۔ صبح کی نماز کعبہ کے مقابلے میں نماز میں سورۃ والطور تلاوت فرمائی نماز کے بعد روانہ ہوئے۔ جب منبرل ردع میں پہنچے تو رات کے وقت سواریوں کی ایک جماعت نکلی۔ انہیں سلام فرمایا اور فرمایا تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں؟ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں خدا رسول ہوں۔ اس کے بعد ایک عورت آئی اور اپنے بچے کو نوحہ سے نکال کر سامنے لائی۔ اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! کیا اس بچے کا حج درست ہوگا؟“ فرمایا۔ ہاں اس کا حج ہوگا۔ اور کبھی بھی ثواب ہوگا جب ذوالحلیفہ پہنچے تو رات وہاں قیام فرمایا اور صبح کو مدینہ روانہ ہوئے۔ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ مدینہ طیبہ میں چاشت کے وقت داخل ہوتے تھے۔ اور سفر سے رات کے وقت گھر میں داخل ہونے سے منع فرمایا کرتے تھے کہ آنے والا پہلے کچھ چیز گھر بھجوائے تاکہ اس کے گھر والے اس کے آنے کی تیاری کر لیں۔ جب حضور اکرمؐ نے مدینہ طیبہ کو دیکھا تو بتصور عظمت و کبریا باری تعالیٰ و ظہور آثار قدرت نامتناہی حق تعالیٰ عز و جلال اور اس بلدہ طیبہ کے انوار و اسرار کے مشاہدے اور اس مقام کی بزرگی و شرافت کے ملاحظہ سے تین مرتبہ تکبیر بلند فرمائی اس کے بعد اپنی سنت مستمرہ کے مطابق جو اس شہر مقدس میں داخل ہونے کے وقت تھی اعانت و نصرت تکمیل دین امتیہ نعمت رجوع بخیر و عافیت اور امن و سلامتی کے ساتھ ایک مکان میں پہنچنے پر شکرانہ ادا فرمایا اور کہا:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمَلِكُ وَالْمَلِكُ وَالْمَلِكُ وَالْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَبُو بَكْرٍ  
عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَخَدَّاعَهُ فَلَاشَىٰ بَعْدَهُ پھر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے (والحمد لله على اتمام النعمة والاطمئنان)

# حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جناب شاہ بلینے الدین صاحب

رنگ میں ملاحت، بیان میں فصاحت، چوڑا ماتھا، پتلے ہونٹ، بڑی بڑی آنکھیں، ان میں لال ڈورے، اونچی ناک، کشادہ دہن، رخسار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد سجیلا تھا، بڑا تھا، چھوٹا مسگر تھا، ذرا نکلتا ہوا۔ ایک خاص بات تھی کوئی ساتھ ہوتا تو اس کا قد بجا جاتا، بالابند دکھائی دیتے۔

رسالت پناہ کی صحت نہایت اچھی تھی۔ بدن بھاری نہ ہلکا درمیانہ تھا۔ قامت کھلے نہایت زیبا۔ جلد نرم، سینہ فراخ، پیٹ دبا ہوا تھا۔ بال کالے ملاٹھ اور لمبے تھے۔ کوئی کہتا کان کی لٹک پہنچنے کوئی کہتا کندھے پر پڑے رہتے۔ ڈاڑھی گول گھنی قریب تھا کہ سینہ ڈھک لے، سر چھیں ترشی سید العرب والعجم کو اللہ نے احسن تقوم کے کمال پر پیدا کیا تھا۔

برابر بن عازب سے پوچھا گیا — کیا رسالت مآب صلعم کا چہرہ کھڑا تھا، تلوار کی طرح لمبا اور پتلا؟ — بولے — نہیں! نابی معلوم ہوتا تھا۔ روایتیں ہیں۔ بالکل گول نہیں تھا، ذرا کٹا بی چہرہ تھا۔ روشن روشن تاباں تاباں! کعب بن مالک کہتے ہیں۔ — کسی بات ماہوتے تو حیرت مبارک کھل اٹھتا، انھوں نے تشبیہ دی — روئے مبارک چاند کا ٹکڑا بن جانا۔ یہی حضرت ابو بکرؓ بھی کہتے تھے۔ ان کا ماہی چہرہ چاند کا ہالہ تھا۔

آنحضرتؐ کے بازو سڈول، ہتھیلی چوڑی بھروان انگلیاں بڑی تھیں رواں، اٹری تیلی، پاؤں گدازان کی جلد روغنی تھی۔ پیر دھوتے تو پانی ڈھلک جاتا۔ منات بھی تھی تو اضع بھی۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں — آپ چلتے تو معلوم ہوتا کہ زمین خود ہی لپٹی جا رہی ہے۔ تیسرے زقارہ نہ تھے بلکہ ہم ساتھ نہ دے سکتے تھے۔ قدم ملاتے ٹوس ہوتا جیسے ہم دوڑ رہے ہیں۔

کبھی پیدل نکل کھڑے ہوتے اور صحابہ اکرامؓ کا ساتھ ہوتا تو ستراتے — آگے آگے رہ میرے پیچھے فرشتوں کی جگہ ہے۔ — والدہ محترمہ نے محمدؐ نام رکھا۔ دادا نے اسی نام کا اعلان کر دیا۔ لوح محفوظ پر بھی یہی نام لکھا تھا۔ یہی اسم ذات کھیر اور آمنہ کا جگر گوشہ کی نکلا۔ یہ بخت و اتفاق نہیں فیصلہ ربانی تھا۔ آل عمران، الاحزاب، الفتح میں یہ نام آیا اور ایک پوری صورت کا عنوان ہے — محمدؐ — میری آیت میں رب المشرقین والمغربین نے پھر یہ پیارا نام لیا ہے۔ نام محمدؐ جس پر اللہ بھی اور اس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی — میرے بعد آنے والا احمد ہوگا آپ محمدؐ بھی کہلائے احمد بھی اور بھی کئی ناموں سے پکارے گئے۔ ایک اور شرح مواہب میں آٹھ سو نام ملتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی نام ہیں جو خدا کے بھی نام ہیں۔ ایک ایک نام ایک ایک دبستان ہے۔

جنیور بن معلومؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں محمدؐ ہوں، احمد ہوں، حاشر ہوں، ہوں — عاقب ہوں۔

حاشر، حاتم اور عاقب ایسے نام صاف بتاتے ہیں کہ آپ مسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

زگاہ پاک، ذہن پاک، کپڑے پاک، صاحبِ صدق و صفا کا رروان رواں پاک تھا۔ ہاتھ پاؤں تھمرے، چہرہ تازہ، دانتوں میں مویں ڈلک، میرے کی پلک۔ سامنے کے دونوں دانتوں میں ذرا سا شگان تھا۔ ابن عباس کہتے ہیں یہ فضل بڑا حسین معلوم ہوتا۔ تازہ وضو کے جو یا۔ نہانے عادی۔ آپ کثرت سے مسواک کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بسترگ مرگ پر بھی یہ سنت نہ چھوٹی۔

ارشاد تھا — مسواک کرنے سے بنائی کو جلا ملتی ہے۔ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں۔ من زمان تھا — مسواک کرنا بجز من کے ہر بیماری سے شفا دیتا ہے۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے سنا، آپ نے فرمایا — مسواک کرنا فصاحت کو بڑھاتا ہے۔ آپ ظاہر بھی تھے۔ طیب بھی، بدن میں خوشبو سانس میں مہک، پسینہ بھی معطر تھا۔ منتشر قین لکھتے ہیں یہ کثرت سے عطر استعمال کرنے کا نتیجہ تھا۔ ارشاد تھا — میری اُمت پر بارہ سوئے کا نہ ہوتا تو میں مسلمانوں کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے اور خوشبو استعمال کرنے کا حکم دیتا۔

حتمی مرتبت دیکھنے میں خوش رو، میل ملاپ میں خوش اخلاق، بچنے زمانہ بیکتاے روزگار تھے۔ آپ کی خاموشی میں جلال تھا گویائی میں جمال اپنی ذات کے لئے آپ نے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا کبھی کوئی ناشائستہ لفظ زبان سے نہیں نکلا۔ کبھی کسی کا بُرا نہ چاہا۔ کبھی کسی کا دل نہ توڑا۔ دوستوں کے لئے درصیم و دشمنوں کے لئے کریم و حلیم۔ انتقام کے بجائے احسان فرماتے۔ کمال کی قدر کرتے۔ شہسواروں، نیزہ بازوں کا دل بڑھاتے۔ پیراکی میں دلچسپی تھی۔ کشت میں طاق تھے۔ شعر سننے، خوابوں کی تعبیر دیتے تھے۔ نیک نامی سے خوش ہوتے بدنامی کو پسند نہیں فرماتے۔ مہانوں کی تعظیم کرتے، مسایوں کی تحکیم۔ حیا، عفت تھی لحاظ ایسا تھا کہ صاحبِ قاب و توسیع ہو کر بھی ممکنت سے نہ بیٹھتے تھے۔ صحابہؓ کے ہجوم میں بھی پیر نہ پھیلاتے۔ سچے ایسے کھچشم نلک نے ایسا سچا کوئی نہ دیکھا دوست تو دوست دشمن دشمن بھی اس خوبی کا اعتراف کرتے۔

بدر کی لڑائی کا دن تھا۔ میدان جنگ میں تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی پھنکار میں بنو زہرہ کے سردار احنس بن شریق نے ابو جہل سے پوچھا کہ محمدؐ (صلعم) سچے ہیں کہ جھوٹے؟ دل کی بات جانا سچ پر پردہ ڈالنا۔ وہ ایک زمانہ کا بیری، کبیر و نخوت کا پلانعرہ حق سننا تو اس کے سر پر کاج کرتی ہے۔ پر سانپ لوٹ جاتا۔ صفائی پہاڑی پر آپ کو زخمی کر چکا تھا۔ آپ کے قتل کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ اس موقع پر دل کی بات کہہ گیا کہ — آدمی سچے کبھی جھوٹ ان کی زبان پر نہیں آیا۔ حضرت علیؓ اور زاعر بن کعب کی روایت ہے۔ اس نے آنحضرتؐ سے کہا — ہم آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتے لیکن آپ کے کو جھوٹا ہے۔ یہی بات ابو سفیان کی زبان سے نکلی۔ حضور اکرمؐ نے قیصر روم کو جب سلام کی دعوت بھیجی تو اتفاق سے ابو سفیان ان دنوں شام میں تھا۔ قیصر اُسے بلا بھیجا اور پوچھا — جو نبی تمہارے ملک میں پیدا ہوئے ہیں کیسے آدمی ہیں؟ ابو سفیان چاہتا تھا کہ بات بنائے لیکن بنا نہ سکا۔ قیصر نے سوال مرتب کر دیے تھے۔ مجبوراً حق زبان پر آگیا۔ کچھ یوں بولا — سچے ہیں امانت دار ہیں، اچھے ہیں۔ ان کے ماننے والوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ برائی بس ہے کہ ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں۔

بادی برحق زبان کے سچے قول کے سچے اور دل کے صاف تھے۔ کھرے ایسے کہ سچا موی۔ لہجہ شیریں باتیں میٹھی۔ حق کے سوا کبھی زبان سے کچھ اور نہ نکلتا۔ باتیں کرتے تو ٹھہر ٹھہر کر۔ کوئی گننے والا چاہتا تو الفاظ گن لیتا۔ ہاتھ کھلا تھا۔ سخاوت کا یہ حال جیسے بہتی ہوا۔ روک تھی ہی نہیں۔ پلے کچھ نہ ہوتا تو قرض لے لیتے لیکن وانا سائل کو خالی ہاتھ کبھی نہ لوٹاتے۔ حکم ہے — خوشحال اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں دیئے جاؤ۔

بیواؤں، یتیموں، مسافروں اور بے نواؤں کے غمگن۔ زندگی بھر یہی کرتے رہے۔ منہ کا لڑالا دوسروں کو دیدیتے۔ فقر و غنا کی ایسی شان کیا کسی نے دیکھا۔ بڑے صابر اور بڑے شاکر تھے۔ وقت بے کار کبھی نہ کھوتے۔ شب در روز کو تین حصوں میں بانٹ رکھا تھا — ایک حصہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے، ایک حصہ کی بڑی صحت من تقسیم تھی۔ آپ بوی بچوں کا پورا حق ادا کرتے۔ فقط بدل سے کبھی نہ ہٹتے۔ نظم و ضبط کے سخت پابند تھے لیکن ترشش رو با سکل نہیں تھے۔ جملے ملتے مسکرا کر ملتے۔ نبوت کی گراں بارزہ دار بوز نے آپ کو خشک مزاج نہیں بنایا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں — گھر میں آتے تو



یک لہر دوڑ جاتی۔ ادٹ پٹانگ باتیں کہتی نہ کرتے۔ مجلس میں قہقہہ نہ لگاتے اور بلا اجازت کسی کے گھر میں نہ جاتے۔ سلام میں پہل کرتے۔ بیماریوں کی عیادت فرماتے۔ نماز پڑھتے تو چاہتے کہ لمبی ہو جائے۔ خطبہ دیتے تو یہ کوشش کرتے کہ چھوڑا ہو جائے۔ اکثر قبلہ رو رہے۔ ذرا فرصت ملتی تو ذکر الہی میں مشغول ہو جاتے۔ ارشاد تھا —  
 زمانہ امن میں بھی رحمت ہوں اور زمانہ جنگ میں بھی۔ مسلمانوں کو جہاد پر روانہ فرماتے تو سالار لٹ کر نصیحت فرماتے — یاد رکھو! تم میں خدا کے نزدیک وہ ہے جس کا عمل اچھا ہے جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں انہیں اپنا بھائی سمجھو۔ ہر دم ان کی بھلائی کا خیال رکھو۔ مجاہدوں سے فرماتے — خدا کی راہ میں خدا نام پر کافروں سے لڑنا۔ خیانت اور بے عہدی سے بچنا۔ لاشوں کو بے حرمت نہ کرنا۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سے اچھا سلوک کرنا، انہیں قتل نہ کرنا۔ پھر ارشاد ہوتا — میں تمہارے فرض کی امانت اور تمہارے اعمال کے نتائج کو خدا کے حوالے کرتا ہوں۔

دنیا کہتی ہے کہ جنگ میں ہر بات ردا ہے۔ مجاہد عظیم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کی کہ جنگ کے بھی آداب ہیں انہیں ملحوظ رکھو۔ فرمایا — جنت روں کی چھاؤں میں ہے۔ جہاد (قتال) دین کا کوہان ہے، بہت بڑی عبادت ہے۔ عبادت میں ظلم نہ یادنی کا کیا سوال؟ یہی وجہ ہے کہ مسلمان میدان جہاد میں نا ہے تو سخت نظم و ضبط کا پابند ہوتا ہے اور بلا وجہ خون ریزی نہیں کرتا۔

لڑائی سے پہلے خیرا بشر مسلم لڑائی کو ملنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ صلح و صفائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ اس پر دشمن نہ مانتا تو اللہ کے نام لے کر لڑتے، آپ کے عہد کی کوئی لڑائی جارحانہ نہیں تھی۔ تاریخ شاہد ہے کہ کشتور کشتی کے لئے آپ نے کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ فتح کے بعد آپ تین دن تک اس جگہ قیام کرتے۔ لڑائی کے بعد کبھی ایسا نہ ہوتا کہ دشمن کو پریشان کیا جاتا۔ ایک بات آپ میں ایسی تھی کہ کسی سپہ سالار میں دیکھی نہ سنی۔ وہ ہے خون انسانی کا احترام۔ پیغمبروں میں نے آپ کے برابر لڑائیاں نہیں لڑیں۔ جب اللہ کے آخری نبی نے دنیا سے پردہ فرمایا تو دست لاکھ مربع میل کے علاقے پر کالہ اللہ کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اتنی بڑی فت کے قیام کے لئے تلوار نے نہیں آپ کی تعلیمات اور آپ کے خلق عظیم نے کام کیا یا اس حقیقت کو معلوم کرنا چاہتا تو یہ دیکھنے کہ عہد نبوی کی جنگوں میں کتنے لوگ کام لے۔ ایک سو بیس مسلمانوں اور ڈیڑھ سو سے کچھ زیادہ مشرک۔ خون انسانی کا یہ احترام دنیا کی کسی تاریخ میں کس درو میں نہیں ملتا۔ کس قدر سچ ہے یہ بات کہ امن کے دن تھے یا جنگ کا زمانہ ہر حال میں آپ دنیا کے لئے رحمت ہی رحمت تھے — خیر جسم۔

صاحب التاج والمہراج مبلغ بھی تھے معلم بھی۔ مصلح بھی تھے مرشد بھی۔ ہر طرح نمونہ کامل تھے۔ رزم میں بھی ایک بزم میں بھی ایک! بندوں میں سب اعلیٰ خالق کے سب سے زیادہ محبوب تھے اور آپ ہی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ دن میں روزے بھی ایسے کہ متصل! رات کو نمازیں پڑھتے۔ نمازیں ایسی کہ مسلسل ذکر و ذکر، تسبیح تہلیل الگ۔ عرض کیا جاتا کہ خدا نے آپ کو برگزیدہ بندہ بنا کر پیدا کیا ہے اگر آپ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی محنت نہ اٹھائیں تو کیا حرج ہے۔ خود اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے۔ — ہم نے قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ جواب میں ارشاد ہوتا — کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ ہوں؟ کبھی اپنی صاحبزادی سے فرماتے — خبردار ناطقہ! یہ نہ سمجھنا کہ میری بیٹی ہو۔ عمل سے اپنی عاقبت سنوارو اور خود مجھ پر نزرے گی میں کچھ نہیں سکتا۔

اللہ اللہ کیا پاکیزہ تعلیم تھی۔ کتاب و حکمت کا کیا سچا اور اچھا درس تھا۔ جی تو مجتہد الوداع کے آخری لمحوں میں کوئی سوال لکھ بندگانِ خدا سے جو اس موقع حاضر تھے دریافت فرمایا — کیا میں نے اللہ کے احکامات تم تک پہنچائے؟ یک زبان ہو کر سب نے اقرار کیا — جی ہاں! یا رسول اللہ! — تلب و نظر، شمس و قمر، کوہ و حجر سب گواہ تھے کہ پیغمبری کا حق ادا ہوا۔ انسانی مردوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا تھا کہ گواہی دے رہا تھا۔ کسی نبی کو کس امت کا ایسا نہ چاہا تھا جیسے آپ چاہے گئے۔ کسی رسول نے اپنی زندگی میں اپنے ماننے والوں کی اتنی بڑی تعداد نہ دیکھی۔ جواب سن کر دانائے سبل ختم المرسل نے اپنی انکشت شہادت آسمان کی طرف اٹھالی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ — مولا! سن لے تیرے بندے کیا کہتے ہیں؟ جب بندوں کا لفظ زبان پر آیا تو کثرت شہادت سے زائرین حج کی طرف اشارہ کیا۔ انہما میں ہر طرف تسبیح و تہلیل کا درد کا تھا۔ دل میں دور و سلام لینے اللہ کے نیک بندے ہادی برحق کی ایک ایک ت دل سے سن رہے تھے کہ مشرکہ سنایا گیا۔

آج ہم نے دین نیکل کر دیا۔ اپنی نعمتیں بندوں پر تمام کیں اور سلام کو دین عالمگیر بنا کر خوش ہیں۔

اے سجان اللہ کیا مزدہ تھا۔ اسی دن کا تو صبح ازل سے انتظار تھا۔ اللہ نے قبولیت دی تو بے پناہ قرب عطا فرمایا تو دائمی۔ اے خوش کیا مقام ہے۔ بے

شل بے نظیر۔۔۔

اے شہنشاہِ رسل ختمِ رسلِ فخرِ رسل  
خوب سے خوب خوش اسلوب ہوا خوب ہوا  
تو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا  
یا نبی خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا



## جاننا چاہنا - آزما یا ہوا

سال ہا سال سے آپ کی طرح لاکھوں افراد  
ٹریٹ بلیڈ سے صاف ستھرا اور آرام دہ شیو  
کر رہے ہیں اور اس کے اعلیٰ معیار سے  
مطمئن ہیں۔

# ٹریٹ بلیڈ

بلیڈ سازی کا ہمارا وسیع تجربہ آج کی طرح کلے بھی ٹریٹ بلیڈ کے اعلیٰ معیار کے ضمانت ہے

PRESTIGE TB. 74.2.78

# سرِ عرشِ مسندِ نشینِ ہیں

## محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی مصطفیٰ ہیں، ان میں ہیں محمد  
 سرا پا وہ نورِ مبیں ہیں محمد  
 وہ عنم خوارِ امت معین ہیں محمد  
 مگر رحمتِ عالمیں ہیں محمد  
 وہی شافعِ المذنبین ہیں محمد  
 سرِ عرشِ مسندِ نشین ہیں محمد  
 مگر ذاتِ حق کے تری ہیں محمد  
 خدا کی قسم وہ ہیں ہیں محمد

حبیبِ خدا ہیں میں ہیں محمد  
 بَشِيرٌ، نَذِيرٌ، سِرَاجٌ، هُنَيْرٌ  
 عَزِيْرٌ، حَرِيْمٌ، رُوْفٌ، رَحِيْمٌ  
 نبی سارے رحمت ہوئے ہیں بلا شک  
 وہی بے کسوں کے ہیں ماویٰ و ملبا  
 سرِ طورِ موئے، فلک پر ہیں عیے  
 صفائی تجلی سے بے ہوش موئے  
 سینانِ عالم میں ان کی ضیا ہے

محمد شفیع خادِمِ دینِ حق ہے  
 محمد شفیع کے معین ہیں محمد

# عقیدتے کے پھول

رسولِ مجتبیٰ کہیے، محمد مصطفیٰ کہیے  
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الابدیہ کہیے  
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خد کہیے  
جبین و رخ محمد کے تجلی ہی تجلی ہیں

کسے شمسِ لضعی کہیے کسے بدر الدجی کہیے!  
جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے

جب ان کا نام آئے مرحب اصل علی کہیے  
غبارِ راہِ طیبہ سرمد چشمِ بصیرت ہے

یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاکِ شفا کہیے  
ہدایت پر بنا رکھی گئی ہے دینِ فطرت کی

اسی تعبیر کو انسانیت کا ارتقا کہیے  
مرے سرکار کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں

یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستا کہیے  
محمد کی نبوتِ دائرہ ہے حبلوہ حق کا

اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے  
مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے

مری آنکھوں کو ماہِ چشمہ آبِ بقا کہیے

جس کی جہاں کو تمنا ہے دل کو طلب  
یوں تو جینے کو ہم جی رہے ہیں مگر  
فکر دنیا وہاں دور پاؤ گے تم  
روح کو اپنی سرور پاؤ گے تم  
ہر تمنا وہاں جا کے برائے گی  
نا امید و تم اتنے پریشاں نہ ہو  
کیا مہ و مہر و انجم اور کیا انس و جہاں  
کوئی سمجھے نہ سمجھے حقیقت یہ ہے  
بارک اللہ یہ فوق و شوق و خوشی  
عشق کا طوف ہر لمحہ صلی علی  
ہے تصور میں ہر وقت باب السلام  
وہ سکون بخش محفل مدینے میں ہے  
جاں مدینے میں ہے دل مدینے میں ہے  
قلب میں ہر طرف نور پاؤ گے تم  
اک عجب کیفِ کامل مدینے میں ہے  
ایک رحمت کی دنیا نظر آئے گی  
آرزوؤں کا حاصل مدینے میں ہے  
ہے اسی سمت مائل دلِ دو جہاں  
ذرہ ذرہ کی منزل مدینے میں ہے  
بارک اللہ یہ وجد و وارفتگی  
عشق کا کعبہ دل مدینے میں ہے  
ہیں تصور میں ہر لحظہ سقف و بام

جب کے بہ نژاد اُن کا کرم ہو گیا  
جاں مدینے میں ہے دل مدینے میں ہے

حضرت بہ نژاد لکھنوی

دلِ مدینے میں ہے

# اکے نکاہ التفاتے

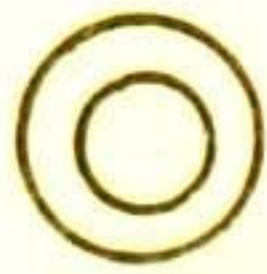
کون و مکاں کے واسطے نازش و فخر تری ذات  
 روکش گلشن جہاں دہر کی بزم بے ثبات  
 تو نے بتائے دہر کو آ کے عوامِ مضحیات  
 تو نے پلائی ان کو وہ بادہ معرفت صفات  
 کر دیا اہل کفر کو غرقِ یم تحتیرات  
 لرزہ بدوش کر دیئے پیکر لات اور منات  
 گردشِ روزگار سے لٹوٹ پڑی ہیں مشکلات  
 جملہ اُمم میں تھی جو اک صاحبِ احترام ذات  
 جس کے جلالِ درعب سے خوفزدہ تھی کائنات  
 جس کے مجاہد کی ادا جس کے شجاعی واقعات  
 جس سے دیا زلیم پر تنگ تھا عرصہ حیات  
 چھن گئیں سر بلندیاں مٹ گئے سب تجلات  
 عمیروں نے چھین لی ہیں سب اسکی تر صفات  
 کر دیئے محو سر بسرا اپنے سلف کے واقعات  
 اُمّتِ خستہ حال پر ایک نکاہ التفات  
 تیرے سوا ہو کون اب اس کا بوقتِ مشکلات  
 دیر نہ کر بدل بھی دے، لفتہ محفل حیات  
 جس میں کبھی خزاں نہ ہو جس میں نہ ہوں تغیرات

اے کہ ترا وجود پاک باعثِ خلق کائنات  
 تیرے قدم پاک کے فیض و اثر سے بن گئی  
 پھیلا ہوا تھا ہر طرف زنگِ عناد و انتقام  
 دہر کے بے نیاز ہوش بن گئے رشکِ اہل ہوش  
 کر کے بلند وحدتِ ربّ تدریم کا علم  
 تو نے مٹائیں محفلِ شرکِ خودی کی زمینتیں  
 سرور کن نوکاں تری اُمّتِ خستہ حال پر  
 آہ وہ اُمّتِ حزیں جس جہاں میں نام تھا  
 جس کا مقام برتری چرخ سے بھی بلند تھا  
 جو نہیں ہوئے ہنوز لفتے حسین و بدر کے  
 جس نے دیا جہاں کو مژدہ امن و آشتی  
 جو وہ اس کا کرو فر جاہ و جلال کھو گیا  
 باقی رہیں نہ اس میں اب خلق و صفا کی خوبیاں  
 اس کی نظر میں دلفریب زنگِ تمدنِ فرنگ  
 رحمتِ عالمیں لقب اب تو خدا کے واسطے  
 اچھی ہے یا بُری ہے وہ تیری مگر غلام ہے  
 حد سے گزر چکی ہیں اب اس کی تباہِ حالیاں  
 گلشنِ دین میں آئے پھر ایسی بہار جاوِ داں!

# یہ دلِ غریب کی بات ہے

رشیہ قلم شمس بریلوی

یہاں دخلِ حسنِ عمل نہیں ، یہ فقط نصیب کی بات ہے  
کرے جس پہ چاہے نوازشیں ، گرمِ حبیب کی بات ہے  
حرمِ نبی کے مسافرو ! یہ صدائے دردِ ذرا سنو  
ہیں تڑپ کے کس لئے رہ گیا ، یہ بہت قریب کی بات ہے  
تو حرم سے شیخ پلٹ پڑا ، میں درِ نبی پہ مقیم ہوں  
وہ ترے نصیب کی بات تھی ، یہ مرے نصیب کی بات ہے  
یہ وراے فہم و شعور ہے ، یہ مقامِ عینِ شہود ہے  
یہ کمالِ قرب کا ذکر ہے ، سفرِ حبیب کی بات ہے  
کسے دیکھ کر یہ مچل گیا ، کسے دیکھ کر یہ تڑپ گیا  
تمہیں حالِ شمس بتائے کیا ، یہ دلِ غریب کی بات ہے



# شُرَکِیُّ مَحْیِدٌ



حمائل شریف تفسیر

پنجسورہ

علمی ادبی تاریخی فنی اسلامی مطبوعات

اسکول و کالج کی کیتشابوں کا مرکز

مدینہ پبلشنگ کمپنی - سندھ روڈ  
کراچی

فہرست مفت طلب فرمائیں



# مشہور آفسٹ پریس

پاکستان کے

صفت اول کے پریسیوں میں

اپنی انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔

ہر قسم کی فولو آفسٹ کی طباعت کیلئے ہم سے رجوع فرمائیں  
مشہور آفسٹ پریس، مشہور محل، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی۔ فون نمبر 213091





بٹی مارکہ  
میٹرو میلن آگر بٹی

بنانے والوں کے  
مسحور کن پیشکش  
بٹی مارکہ

ملکہ آگر بٹی



گھر دفاتر اور محفلوں کو  
روح پرور بھینی بھینی خوشبو  
سے ہرکانے کے لئے

بٹی مارکہ

ملکہ آگر بٹی

سیلوفین ایئر ٹائٹ پیکنگ میں

ٹیمپرا سٹریپ کے ساتھ

ممتاز ڈیلروں سے دستیاب ہے

پوسٹ بکس نمبر ۲۸۸ کراچی

فون:- ۲۹۲۷۳۷

تیار کردہ:  
میٹرو آگر بٹی کمپنی

ORIENT



کتاب

پرہیز  
بجھو  
علم

پیشانی  
بجھو  
علم

خادمُ النبی

پرہیز  
بجھو  
علم

